اَلبَشَرِيَّةُ لِتَعلِيمِ الاُمَّةِ

رحمت کائنات

حلیہ مبارک

بشریت کا آغاز

خمیر بشریت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عارضی بشریت

بشریت حجاب ہے

خلق عظیم

معاشرہ پاک

معاش مبارک

خورد ونوش

خیر البشر

انتقال النور

تصنیف لطیف

مفسر اعظم پاکستان شیخ الحدیث والقرآن

حضرت علامہ

مولانا محمد فیض احمد اویسی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

سیرانی کتب خانہ

محکم الدین سیرانی روڈ ماڈل ٹاؤن "بی" نزد سیرانی مسجد بہاولپور

0300-6830592

بسم اللہ الرحمن الرحیم

البشریۃ لتعلیم الامۃ

تصنیف لطیف
مفسر اعظم پاکستان شیخ القرآن والحدیث
علامہ محمد فیض احمد اُویسی رضوی
دامت برکاتہم العالیہ

ناشر
سیرانی کتب خانہ، محکم الدین سیرانی روڈ بہاولپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

البشریۃ لتعلیم الامۃ

تصنیف لطیف

مفسر اعظم پاکستان شیخ القرآن والحدیث

علامہ محمد فیض احمد اُویسی رضوی

دامت برکاتہم العالیہ

ناشر

سیرانی کتب خانہ، محکم الدین سیرانی روڈ بہاولپور

عالم خدائے لم یزل کا رازدان ہے　　عالم نبی پاک کا نقش ونشان ہے
مفتی، امام، قاضی وشیخ القرآن　　مردِ غیور بے غرض حق کا اعلان ہے
سینہ ہے اُس کا مخزن انوار وتجلیات
نظرِ وفا سے دیکھو تو ہے ہادی اُسکی ذات

عالم کے حق میں آپ کے محسن کی عرض ہے　　یہ نائب رسول ہے بے طمع وغرض ہے
مسلم ہے تو ادب بھی اسکا تجھ پہ فرض ہے　　عالم کی ضد ہے تجھ کو تو تیرے دل میں مرض ہے
جو کرتا ہے مخالفت اپنے امام کی
پھر انتظار میں رہے انجام کام کی

جو عالموں کے در پے آزار ہوتا ہے　　پچھتاتا ہے روتا ہے اور بیمار ہوتا ہے
آخر میں وہ نعمتوں سے ہاتھ دھوتا ہے　　مر کر بھی وہ منحوس سب فی النار ہوتا ہے
ان پیکرِ وفاؤں سے جور وجفا نہ کر
انسان بن احسان کر سوچ غلط نہ کر

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدی

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت انسانیت کی تعلیم کے لئے تھی جس کی تفصیل آئے گی۔ یہاں اختصاراً آپ کی بشریت کے اطوار عرض کر دوں تا کہ امتی اسی جیسی بشریت اختیار کر کے معراج پائے۔ تمام سیرت کی کتب آپ کے مندرجہ ذیل اطوار پر متفق ہیں۔

حلیہ مبارک:

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ حضور سرور عالم نور مجسم شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد درمیانہ، جسم موزوں، رنگ سرخ وسفید، جبیں مبارک کشادہ، ابرو ملے ہوئے، دندان مبارک ذرا جڑے ہوئے گردن بلند سر بڑا، سینہ فراخ سر کے بال نہ تو گھنگریالے تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ قدرے بل کھائے ہوئے تھے، آنکھیں سیاہ سرمہ لگی ہوئیں اور پلکیں لمبی تھیں، مژگان مبارک، دراز شانے پر گوشت کشادہ، ایڑیاں نازک وسبک اور تلوے درمیان سے قدرے خالی، عرق بدن میں مشک وعنبر کی خوشبو، جلد حریر ودیبا سے ملائم تر اور شانوں کے درمیان بیضہ کبوتر کے برابر مہر نبوت ابھری ہوئی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوڑ مضبوط تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی صحت قابل رشک تھی، بدن پر بال نہیں تھے صرف بالوں کی ایک لکیر تھی جو سینے سے ناف تک چلی گئی تھی، اور پاؤں پر گوشت تھے۔

عادات کریمہ:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت لکھنے والے لکھتے ہیں کہ چلنے کی رفتار تیز،

چلتے وقت نگاہیں نیچی رہتی تھیں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلنے کے لئے قدم اٹھاتے تو یوں لگتا تھا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلندی سے نیچے اتر رہے ہیں، گفتار میں بے حد حلاوت اور دلکشی تھی، آہستہ آہستہ گفتگو فرماتے، تکلم فرماتے تو معلوم ہوتا کہ دانتوں کے درمیان سے نور نکل رہا ہے، فقرہ جدا جدا ہوتا، اہم بات کئی بار فرماتے، آواز بلند تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبان کے نہایت سچے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاف اور غیر مبہم لب ولہجہ میں گفتگو فرماتے تھے، شاذ و نادر ہی ہنستے تھے، ہنسی آنے لگتی تو تبسم فرما دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا اور چلنا دلآویز تھا اصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خَلق اور خُلق دونوں حسین ودلکش تھے فیاضی سخاوت شجاعت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا جواب آپ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ رحمت اللعالمین تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں بنی نوع انسان کی خدمت بدرجہ اتم موجود تھی۔

معاش مبارک:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چادر قمیض اور تہمد عام لباس تھا، یمن کی دھاریوں والی چادریں بہت زیادہ پسند تھیں، کبھی کبھی تنگ آستین کی شامی عبا بھی استعمال فرمائی، نوشیروانی قبا بھی زیر استعمال رہی، پیوند لگے ہوئے کمبل اور گاڑھے کے تہمد میں وصال ہوا، زرد اور سفید رنگوں کو بہت پسند فرماتے تھے سرخ لباس پسند خاطر نہ تھا۔

نعلین مبارک چپل کی مانند تھے، بستر چرمی گدا ہوتا جس میں روئی کی جگہ کھجور کے پتے بھرے ہوتے، چارپائی بان کی ہوتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں کپڑے بھی زیادہ نہ تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون کا کپڑا پہنا ہے اور پیوند لگا ہوا جوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت موٹا کھایا ہے اور موٹا کھردرا لباس بھی پہنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساری عمر اللہ تعالیٰ کے حکم انفاق بالعفو پر عمل کیا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی صاحب نصاب نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لئے کوئی چیز کل کے لئے جمع نہ کرتے تھے۔

خورد ونوش:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غذا سادہ لباس سادہ اور عادات سادہ تھیں، ایثار وقناعت کے باعث پر تکلف غذا نہ کھاتے تھے، کدو حلوا، روغن زیتون، شہد، سرکہ چپلی لکڑیاں جیس (گھی میں پنیر اور کھجور ڈال کر پکایا جاتا ہے)، بہت پسند تھے، اس کے علاوہ دنبہ، بھیڑ، بکری، خرگوش، گورخر، اونٹ، مرغ، بٹیر، اور مچھلی بھی نوش جان فرمایا کرتے تھے۔ جو کی روٹی اور دست کا گوشت مرغوب تھا۔ ٹھنڈا پانی اور دودھ پسند فرماتے تھے، پیاز لہسن اور مولی پسند نہ تھی ہمیشہ دائیں ہاتھ سے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی ترغیب بھی دی ہے، کھانے سے فارغ ہو کر برتن اور انگلیوں کو چاٹ کر صاف کرتے۔

معاشرہ پاک:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاشرے کے متعلق عائشہ صدیقہ کی روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی بات میں کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کسی جاندار چیز کو اپنے ہاتھ سے مارا مدینہ منورہ میں آپ سربراہ مملکت تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ صرف اپنے گھر بار بلکہ دوسروں کا کام کاج بھی کر دیا کرتے تھے، محنت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قطعاً عار نہ تھی چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے اور گھر والوں کی خدمت کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا

تو نماز کو چلے جاتے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ہی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جوتیاں خود مرمت کرلیا کرتے تھے جس طرح تم اپنے گھروں میں کام کرتے ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بکری کا دودھ خود دوہ لیتے اور اپنا کام خود کرلیا کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت اور انسان دوستی کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو شخص بھی مدد کے لئے جہاں لے جانا چاہتا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے جاتے اور اس کا کام کردیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کمال یہ ہے کہ شب و روز کی گوناگوں مصروفیتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دوستوں اعزہ و اقارب اور اہل و عیال میں بھی اٹھتے بیٹھتے۔ بات چیت کرتے ان کی صحبت کے مزے لیتے، بچوں سے کھیلتے گھر کا کام کاج کرتے مریضوں کی تیمارداری میں حصہ لیتے، سماجی کاموں میں حصہ لیتے، پھر ہم نبی کریم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر میں دیکھتے ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مثالی شوہر اور مثالی باپ کی طرح گھر کی خوشیوں کو دوبالا کرتے ہیں اور ازدواجی زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجتماعی زندگی پر مصائب و خطرات کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں اور ان میں جنگ برق تپاں کی طرح لہرا رہی ہے اور رعد کی طرح کڑک رہی ہے لیکن اس عالم میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطمئن و پرسکون اور ہشاش بشاش نظر آتے ہیں، غم انسانیت کے کوہ گراں کو خوشی سے اٹھائے پھرتے ہیں جس طرح انسان کو اپنی فطرت اور مشیت ایزدی کے مطابق لطف اندوز ہونا چاہیئے، ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثال عبقری اور مرد کامل ہیں لہٰذا آپ میں تخلیقی توانائی کی بہتات ہے اور جمالیاتی حس حد درجہ فعال ہے۔

خلق عظیم:

نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند اخلاق اور زبردست اخلاقی رعب ہے جو مخالفین کو جھکنے پر مجبور کر دیتا تھا۔ کفار پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقی رعب کی اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہوگی کہ جب وہ اجتماعی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے اس وقت بھی ان کی امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اس گھر میں موجود تھیں جس کا وہ کفار محاصرہ کئے کھڑے تھے۔

جس قربانی کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام مسلمانوں سے مطالبہ کرتے خود اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش فرماتے۔ مسجد کی تعمیر ہو یا خندق کی کھدائی، اللہ کا پاک پیغمبر رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر موقع پر عام مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کرتا ہے۔ ایک موقع پر جب ایک صحابی رضی اللہ عنہ بھوک کی شدت کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرتا ہے اور قمیض کا دامن اٹھا کر دکھاتا ہے کہ ایک پتھر پیٹ پر باندھ رکھا ہے۔ تو جواب میں اللہ کا رسول نور ہی نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا کر اپنی قمیض کا دامن اٹھا کر دکھاتے ہیں اور لوگ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بلند قدر رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کے بجائے دو پتھر پیٹ پر باندھے ہوئے ہیں۔

اشاعت اسلام کے لئے جان قربان:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کا جو پہلو نہایت شدت سے ابھرا وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دینی جذبہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر معمولی صلاحیتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت دنیا میں ہی کامیابی سے ہم کنار ہوگئی۔ مکے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر واستقلال اور مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے مدبرانہ اعمال اور منصوبے یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس نظریاتی جدو جہد کے مظاہر ے تھے جو اسلام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انمٹ اثرات چھوڑے ہیں۔ یہ تھا وہ عظیم مقصد جس کے حصول کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس سال کی جان گسل جدو جہد کی اور دنیا بھر کی باطل قوتوں سے پنجہ آزمائی کی اور ہر طرح کی تکالیف کو برداشت کیا۔ اسی مقصد کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ساری صلاحیتیں کھپا ڈالیں، فاقے جھیلے تو اسی لئے۔ تلوار اٹھائی تو اسی مقصد کی خاطر سیاسی گفت وشنید کی تو اسی غرض سے، گھر بار چھوڑا تو اسی مقصد کے پیش نظر، حتی کہ اکثر و بیشتر شادیاں بھی اسی جذبہ سے کیں۔

اشاعت اسلام کی بے مثالی مساعی:

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو مسلمانوں کی کل تعداد تقریباً ساڑھے چھ سو (650) تھی مدینہ میں تقریباً دو سو (200)۔ مکہ میں چار صد پینتیس (435) کے لگ بھگ اور حبشہ میں کچھ اوپر سو مسلمان تھے۔ ہجرت کے بعد پہلی عید کے موقع پر سنہ ۲ھ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں مردم شماری کرائی تو سات سو کے قریب مرد تھے اتنی ہی عورتیں فرض کر لی جائیں تو سنہ ۲ھ میں دنیا بھر میں کل مسلمان زیادہ سے زیادہ دو ہزار تھے یہ تھی وہ افرادی قوت جس کو ساتھ لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کام شروع کیا۔

قیام مدینہ کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل سترہ (17) غزوات میں حصہ لیا۔ تینتیس (33) سرایا بھیجے تقریباً اٹھاسی (88) گشتی دستے وقتاً فوقتاً ارسال فرمائے۔ دوسو نو (209) وفود کو باریاب فرمایا، مختلف عرب قبائل سے معاہدے کیے جن کی تعداد شاید پچیس (25)، تیس (30) بنتی ہے، سو (100) کے قریب تبلیغی و سیاسی سفراء بھیجے

بے شمار تبلیغی وسیاسی خطوط لکھے۔ تقریباً تین سو (300) قبائلی سرداروں سے بیعت لی۔ ان سب سیاسی وعسکری اقدامات کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب آپ حجۃ الوداع کے لئے تشریف لے گئے تو ڈیڑھ لاکھ کے قریب فرزندان توحید ہمرکاب تھے۔

وفات طیبہ جب ہوئی تو ساڑھے نو لاکھ مربع میل رقبہ پر اسلامی حکومت کا پرچم لہرا رہا تھا اور قریب قریب دس لاکھ افراد اسلام قبول کر چکے تھے، لیکن اس پوری مہم میں کتنی انسانی جانوں کی قربانی دی گئی، یہ بات بڑی حیرت اور نہایت دلچسپی کا باعث ہوگی کہ اس ساری مہم میں چودہ سو (1400) افراد کا خون بہا۔ سارے غزوات اور دوسری جنگوں میں چار سو (400) سے کچھ کم ہی صحابہ رضوان اللہ علیہم نے جام شہادت نوش فرمایا اور نو سو (900) سے کچھ زائد کفار مارے گئے۔

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمد اللہ رب السمٰوٰت و الارضین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم الامین الذی کان نبیا وآدم بین المأ والطین وعلیٰ آلہٖ الطیبین واصحابہ الطاہرین۔

اما بعد!

حضور نبی پاک شہ لولاک سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بشر ہیں لیکن ہمارے جیسے نہیں ہمارے دور کے خوارج نے سمجھ رکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالکل ہمارے جیسے ہیں صرف یہ فرق ہے کہ وہ نبی ہیں اور ہم امتی جیسے باپ کے دو بیٹے ایک عالم دین دوسرا جاہل (معاذ اللہ)

تفصیل آگے آئے گی یہاں اس شعر پر اکتفا کرتا ہوں:۔

محمد بشر لا کالبشر
الیاقوت حجر لا کالحجر

حضور علیہ السلام بشر ہیں نہ ہمارے جیسے جیسے یاقوت شکل میں تو پتھر ہے لیکن عام پتھروں جیسا نہیں۔

عارضی بشریت:

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت عارضی بشریت ہے۔ چنانچہ امام واسطی علیہ الرحمۃ اللہ آیۃ ید اللہ فوق ایدیھم کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اخبر اللہ بھذی، الایہ ان البشریۃ فی نبیہ عاریہ واضافیۃ لا حقیقیۃ

(روح البیان ص ۲۱ ج ۹)

﴿ترجمہ﴾......اس آیت میں اللہ نے یہ خبر دی ہے کہ میرے نبی کی بشریت عارضی ہے عاریہ ہے، اضافی ہے، حقیقی نہیں ہے۔ کسی نے کیا خوب فرمایا ہے:

محمد وحدت ہیں کوئی رمزان کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ ہیں حقیقت میں خدا جانے

حضور علیہ السلام کی تین صورتیں اسی لئے کھیعص کی تفسیر میں

حضرت شیخ رکن الدولہ سمنانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہ صورت است یکے صورت بشری انما انا بشر۔

حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں:......

﴿۱﴾......صورت بشری جس کا بیان آیت......انما انا بشر مثلکم میں ہے۔

(دوم)......صورت ملکی چنانچہ فرمودہ لست کاحدکم ابیت عندربی

(سوم)......صورت حقی کما قال لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔

﴿۲﴾......صورت ملکی جس کے متعلق خود حضور نے فرمایا میں تمہاری مثل نہیں ہوں، میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں۔

﴿۳﴾.....صورت حقی جس کے متعلق فرمایا میرے لئے خدا کے ساتھ ایک ایسی ساعت ہے جس میں نبی مرسل اور ملکِ مقرب کی بھی رسائی نہیں ہے۔

(روح البیان پ ۱۶۔ ص ۳۱۲)

فائدہ:.....صورت بشری تعلیم امت کے لئے تھی اور صورت ملکی کا دور زیادہ تر نزول وحی کے وقت ہوتا اور صورت حقی کا شب معراج کے علاوہ خصوصیت ظہور ہوا ہوگا ویسے اہل حق کو صورت بشری کے پردہ میں صورۃ حقی کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

نکتہ معراجیہ:

ان تینوں صورتوں کا ظہور شب معراج بطریق اتم ہوا۔ مثلاً بیت اللہ سے بیت المقدس صورۃ بشری کی معراج ہے۔ اس کے آگے صورۃ حقی کی معراج ہے اسی لئے آیت اَسرَاء میں ان تینوں کو انہی کے لائق بیان فرمایا مثلاً:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی (الآیۃ) میں بشریت کی معراج کا بیان ہے۔ لنریہ من آیاتنا میں صورت ملکی کی معراج کی طرف اشارہ ہے۔

اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ البصیر میں صورۃ حقی کی معراج اسی صورت حقی کے مطابق کہا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضور علیہ السلام کی حقیقت کو جاننا بہت مشکل ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ افضل الخلائق بعد الانبیاء ہے۔ اس کے باوجود ان سے فرمایا گیا:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ سوی ربی

اے ابوبکر! میری حقیقت کو خدا تعالیٰ کے سواء کوئی جانتا۔

اسلاف صالحین کے اقوال:

دور حاضرہ کے اختلاف کے آغاز سے پہلے کی صدیوں میں بھی کہتے چلے آئے جو اوپر مذکور ہوا جس کا ترجمہ ایک سرائیکی شعر میں ہے:

حقیقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دی پا کوئی نہیں سکدا

اتھاں چپ دی جاہ ہے الا کوئی نہیں سکدا

یعنی حضور علیہ السلام کی کنہ کو کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔ یہاں خاموشی بہتر ہے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاسم نانوتوی نے بھی یہی کہا کہ:

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت

نہ جانا کون ہے کچھ کسی نے جز ستار

قصیدہ قاسمیہ مطبوعہ دیوبند (انڈیا)

حوالہ جات:

اس موضوع کے بیشمار حوالہ جات ہیں فقیر یہاں صرف دو حوالوں پر اکتفا کرتا ہے۔

﴿۱﴾...... حجۃ اللہ فی الہند سیدنا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حقیقت واقعیہ یہ ہے کہ کسی کا فہم وقیاس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام حقیقت اور آپ کے کنہ حال عظیم تک نہیں پہنچ سکتا اور بجز خدا کے کوئی نہیں پہچان سکتا

جز خدا نشناخت کس قدر ترہ زانکہ

کس خدارا ہمچو تو نشناختہ

اللہ کے سوا آپ کی قدر و منزلت کوئی نہیں جانتا ایسے ہی خدا کو بھی کوئی نہیں جان سکتا۔ جبکہ آپ کا مقام سب سے بلند تر ہے تو اس کی دریافت بھی لوگوں کے افہام سے اونچی ہے۔

ترانکہ توئی ھر نظر کجا بیند

بقدر دانش خود ھر کسے کند ادراك

آپ جیسے کے آپ ہیں کوئی نظر کہاں دیکھ سکتی ہے۔ ہر شخص اپنی فہم وادارک سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔

بہرحال سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ حیطہ ادارک سے ماوراء تھے آخر میں ایک مصرعہ یہ بات ختم کی کہ

او تراز آنست که آید بخیال

آپ اس سے برتر ہیں کہ کسی کے خیال میں آسکیں۔ (مدارج النبوۃ ص ۶۲ ج ۱)

﴿۲﴾......سلطان العلماء مجدد صدی یانزدہم علامہ سلطان ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ انہ لم یظھر تمام حسنہ صلی الله علیہ وآلہٖ وسلم والا لما طاقت اعین الصحابة النظر الیه ،

آپ کا کامل حسن ظاہر نہ ہو ورنہ صحابہ نگاہ اٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ دیکھ سکتے اور فرمایا:

وما عرفوا رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم لان حجاب البشرية غالی ابصارهم.

آپ کو کسی نے نہ پہچانا اس لئے کہ بشریت کے حجاب نے ان کی آنکھیں بند رکھیں۔

(جمع الوسائل شرح الشمائل ص ۹ ج ۱)

بشریت حجاب ہے:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صفاتی جلوہ اور وہ بھی بواسطہ جبل اور وہ صرف سوئی کے ناکہ برابر نصیب ہوا تو حکم ربانی ہوا کہ اے موسیٰ علیہ السلام حجاب یعنی نقاب اوڑھ کر جایئے

ورنہ تمہیں بے حجاب کوئی نہ دیکھ سکے گا اور اگر دیکھے گا تو مدہوش ہو جائے گا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نقاب اوڑھے تشریف لائے بی بی صفورا سے رہا نہ گیا نقاب ہٹایا تو موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئیں۔ (روح البیان) لیکن حضور علیہ السلام نے عین ذات کو بلا حجاب دیکھا تو شب معراج واپس آئے تو کوئی حجاب نہیں تھا۔ ثابت ہوا کہ یہی بشریت حجاب ہے۔ مولوی قاسم نانوتوی نے کہا

رہا رخ پہ تیرے حجاب بشریت
نہ جانا تجھے جز ستار

(سمیہ)

بشریت سے ظہور نور کی شہادت:

جنہوں نے جمال کا دیدار کیا ان کی شہادتیں ملاحظہ ہوں:۔

(۱)...... عن جابر بن سمرة قال رأيت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی لیلة اضحیان وعلیہ حلّه حمراء فجعلت انظر الیه والی القمر فلهو كان احسن فی عینی من القمر

فرمایا میں نے بے ابر چاندنی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سرخ کپڑا تھا تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اور چاند کی طرف دیکھنا شروع کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری نظر میں چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(خصائص کبریٰ للسیوطی ج ۱ ص ۷۱ شمائل ترمذی ص ۲ زرقانی ج ۴ ص ۷۶،
وسائل الوصول ص ۲۱، شرح شمائل للمناوی القاری ج ۱ ص ۴۶)

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

(۲)...... اخرج البخاری عن کعب بن مالک قال کان رسول الله صلی الله علیه وآلہ وسلم اذا سرا ستنار وجهه وکانهٗ قطعة قمر وکنا نعرف ذالک منه

امام بخاری کعب بن مالک سے راوی ہیں۔فرمایا کہ حضور جب خوش ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ ایسا چمکتا گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے ہم اس چمک سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی معلوم کرتے۔

(خصائص کبریٰ ج ص ۷۴،بخاری ج ۱ص ۵۰۲،زرقانی ج ۴ص ۷۶
کنزالاعمال ج ۷ص ۸۳،جواہرالبحار ج ۲ص ۷۹،وص ۸۰)

(۳)...... واخرج الدارمی والبیهقی والطبرانی ولابو نعیم عن ابی عبیدة قال قلت لربیع بنت معوذ صفی لی رسول الله صلی الله علیه وآلہ وسلم قالت لورایته لقلت الشمس طالعه

درامی،بیہقی،طبرانی،ابونعیم ابوعبیدہ سے راوی وہ فرماتے ہیں میں نے ربیع سے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصف بیان کر انہوں نے کہا اگر تو حضور کو دیکھتا تو کہتا کہ سورج طلوع ہو گیا۔

(خصائص کبریٰ ج ۱ص ۷۳،زرقانی ج ۴ص ۷۸)

(۴)...... اخرج البزار والبیهقی عن ابی هریرة قال کان النبی صلی الله علیه وآلہ وسلم اذا ضحك یتلألأ فی الجد ولم ار مثله قبل ولا بعدة

بزاز یہ اور بیہقی حضرت ابوہریرہ سے راوی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبسم فرماتے تو دیواروں پر چمک پڑتی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل نہ پہلے دیکھا نہ حضور کے بعد۔

(کنزالعمال ج ۷ص ۳۱،شفاءشریف ج ۱ص ۵۱،جواہرالبحار ج ۱ص ۱۷،وسائل الوصول ص ۳۱،زرقانی ج ۴ص ۱۸۱،مواہب الدنیہ ج ۱ص ۲۷۱ رواہ (اے یتلالی الجدر) احمدوالترمذی وابن حبان)

فائدہ:...... امام قسطلانی یتلالی الجدر کی تفسیر فرماتے ہیں:

قوله یعنی فی الجدر...... جمع جدار وهوا الحافظ ای یشرق نورها علیهما اشراقا کاشراق الشمس علیها۔

(مواہب، شرح للورقانی ج4 ص181)

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ (حضرت حسن کے خالو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ربیب فرماتے ہیں:

یتلألؤ وجهه تلألؤ القمر لیلة البدر۔

حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔

(شمائل ترمذی ص2، زرقانی ج4 ص79-80 شفاء شریف ج1 ص121/51

جمع الوسائل للقاری، شرح شمائل للمناوی ج1 ص34 وسائل الوصول ص18)

اسی حدیث میں کچھ آگے فرماتے ہیں۔ لهٔ نور یلعو

(زرقانی جلد4 ص93، کنز العمال ج7 ص19/100)

(۶)......عن ابی اسحاق قال سال رجل البرأ بن عازب اکان وجه رسول الله مثل السیف قال لا بل مثل القمر۔

(صحیح بخاری ج1 ص502 فی الشفاء ج1 ص51)

میں سے لا بل مثل الشمس والقمر ابو اسحاق سے روایت ہے فرمایا کہ ایک مرد نے حضرت براء سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ تلوار کی طرح تھا فرمایا نہ بلکہ چاند کی طرح تھا۔ شفاء شریف میں ہے نہ بلکہ سورج اور چاند کی طرح تھا۔

فائدہ:......اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ مرقات ج5، ص377 میں لکھتے ہیں:

ای فی قوة الضیاء و کثرة النور کان مثل الشمس فی نهایة الاشراق والقمر فی الحسن والملاحة۔

﴿ترجمہ﴾......یعنی قوت ضیاء و کثرت نور ہیں گویا سورج ہے تمامیت اشراق میں اور چاند ہے حسن و ملاحت میں۔

سوال:......کسی شاعر نے کہا ہے۔

چاند سے تشبیہ دینا کیا یہی انصاف ہے
چاند پر ہیں چھائیاں عربی کا چہرہ صاف ہے

جواب:......امام مناوی اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ،

ثم تشبيه بعض صفاته بالشيرين انما هو جرى على التمثيل العادى والا فلا شیء يماثل شيئاً من اوصافه۔

﴿ترجمہ﴾......پھر حضور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صفات کو سورج اور چاند سے تشبیہ دینا تمثیل عادی کی طرز پر جاری ہوتا ہے ورنہ کوئی چیز حضور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف سے کسی چیز کے مماثل نہیں۔

اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی کا فرمان مقدس اسی حدیث کی شرح میں ہے۔

در مواهب اللدنيه ميگويد كه ايں تشبيهات است كه مردم بحسب فهم خود و رعايت عرف و عادت كرده اند والا هيچ يكے ازيں امور و رابهت و جلالت و حسن و ملاحت بجمال و كمال دے وهيچ چيزے از مخلوقات و محدثات معادل و مشارق صفات خلقيه و خُلقيه وے نبود

مواہب میں امام قسطلانی نے فرمایا کہ یہ ایسی تشبیہات ہیں کہ لوگوں نے اپنے فہم کے مطابق اور عرف و عادت کی رعایت کرتے ہوئے دی ہیں ورنہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز حضور کے جمال و کمال کے حُسن و خوبصورتی اور جلالت و حسن و ملاحت میں برابر نہیں اور مخلوقات سے کوئی چیز حضور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات خلقیہ اور خُلقیہ کے برابر اور شریک نہیں۔

نظم:

کسے بحسن و ملاحت بیار مانرسد

ترا دریں سخن انکار کار مانرسد

ہزار نقش برآید زکلک صنع وے

یکے بخوبی و نقش نگار مانرسد

﴿ترجمہ﴾......کوئی بھی حضور علیہ السلام کے حسن وملاحت کو نہیں پہنچ سکتا تجھے اس سے انکار کی گنجائش نہیں کاریگر کے قلم سے ہزاروں نقش بنے لیکن ہمارے حضور جیسا نقش ونگار نہ بن سکا۔حضور صلی اللہ علیہ علیٰ وآلہٖ واصحابہ بقدر حسنہٖ وجمالہٖ وکمالہ

(اشعۃ اللمعات ج4 ص483)

(۷)...... اخرج ابو نعیم عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کداثرۃ القمر

ابو نعیم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخرج فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ چاند کے ہالہ کی طرح تھا۔

(خصائص ج1 ص72 زرقانی ج4 ص77۔ کنزالعمال ج7 ص99)

ہمدان کی کسی عورت نے کہا جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شبیہ بیان کرتی ہے:

کالقمر لیلۃ البدر لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

چودھویں رات کے چاند کی طرح تھی میں نے حضور کے مثل نہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

(اخرج البیہقی، خصائص کبریٰ ج1 ص72۔زرقانی ج4 ص78)

(۹)......عن عائشه رضی الله تعالیٰ عنها ان رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم دخل علیها مسرور تبرق اساریر وجهه صحیح بخاری ص 502 عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنه قال لم یکن لرسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم ظل ولم یقم مع شمس (قط) الاغلب ضوۂ ضوئها ولا مع سراج (قط) الا غلب ضوۂ ضوۂ

(نسیم الریاض ج3 ص283 زرقانی ج4 ص220 وج5 ص249)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول علیہ السلام ان پر بحالتِ خوشی داخل ہوئے تو آپ کے چہرہ انور کے خطوط بجلی کی طرح چمکتے تھے۔ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سایہ نہ تھا حضور جب بھی سورج کے مقابل ٹھہرتے تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پہ غالب رہتی اور جب بھی سراج کے مقابل ٹھہرتے تو آپ کی روشنی سراج کی روشنی پہ غالب رہتی۔

قاعدہ:...... یہ سب کو معلوم ہے کہ ہر تیز روشنی نرم روشنی پر غالب رہتی ہے مثلاً دیا چراغ سے مغلوب ہے اور چراغ سورج سے اسی معنی پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام کائنات سے غالب ہیں اسی لئے آپ کی ضیاء کے آگے سورج کی روشنی کیا شے ہے لیکن چونکہ بشریت کی تعلیم مقصود تھی اسی لئے بشریت کے پردے سے تعلیم کی تکمیل فرمائی۔

(۱۰)...... وکان رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم نوراً فکان اذا مشی بالشمس والقمر لا یَظْهرله ظل وسائل الوصول ص 21 للنبهانی

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نور تھے جب سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا۔

(۱۱)......مطالع المسرات میں امام علامہ ابن سبع سے منقول ہے:

كان النبی صلی الله علیه وآله وسلم یضئی البیت المظلم من نوره

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریک گھر کو اپنے نور سے روشن کردیتے تھے۔

نوٹ:......اختصار کے پیش نظر ان چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ تفصیل نبی نور علی نور میں پڑھیے۔

خلاصہ کلام:

ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت حق ہے لیکن آپ کی بشریت لطیف ہے اور عام انسانوں کی بشریت کثیف ہے۔ آپ کی اسی لطافت کا کرشمہ ہے کہ آپ کا سایہ نہ تھا کیونکہ ہر شے کا سایہ شے سے لطیف ہوتا ہے اگر آپ کا سایہ ہوتا تو وہ آپ سے لطیف ہوتا حالانکہ آپ سے لطیف تر اور کوئی شے نہیں۔ اس کی بحث آئے گی۔

اسی لطافت کا کرشمہ ہے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوک کے دوران پتھر نہ باندھتے تو بشریت کی پرواز ملکوت کی طرف ہوتی۔ ...... (روح البیان)

اسی لطافت کا کرشمہ ہے کہ بے شمار لوگ حضور علیہ السلام کو خواب میں اور قبور میں اور بیداری میں ہر وقت ہر آن دیکھتے ہیں۔ وہ کیسے یہ عقل کا مسئلہ نہیں عشق کا ہے۔

بہر حال بشریت کا انکار کسی کو نہیں ہاں کثیف بشریت کہنا گمراہی ہے لطیف بشریت عین اسلام ہے اسی لطافت کا نام نوری بشریت ہے عوام کے ذہنوں میں نور چمک اور روشنی کا نام ہے تو اس کی تفصیل بھی ہم نے لکھ دی ہے کہ آپ کی بشریت مبارکہ سے

نور اور روشنی بھی ظاہر ہوئی ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ بشری لباس میں ہیں۔ تعلیم امت کی تکمیل کے لئے یہ بھی آپ کا معجزہ ہے ورنہ کجا عالم بشریت اور کجا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مولانا رومی قدس سرہٗ نے عرض کی۔

راست گوا ے آفتاب جملہ نور
از کجا ملکے تو فرمودی ظہور

القادری الفقیر ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی غفرلہ بہاول پور

23 ذیقعد 1413 ہجری

باب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسول الکریم اما بعد!

لباسِ آدمی پہنا جہاں نے آدمی سمجھا یعنی اپنے جیسا بشر اس دھوکہ کو زائل کرنے کے لئے فقیر اس مقالہ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عام آدمی کی تخلیق کی تفصیل عرض کرتا ہے تاکہ بے ہوش انسان کو ہوش نصیب ہو اس رسالہ کا نام بھی البشریۃ لتعلیم الامۃ تجویز کیا۔

وما توفیقی الا باللہ ونصلی العظیم الصلوٰۃ والتسلیم
علی حبیبہ الکریم

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

9 محرم 1414ھ

بہاول پور پاکستان

مقدمہ

چند عقائد وضروری انتباہات ملاحظہ ہوں:

عقیدہ:......انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشریت کا منکر کافر اور محض اپنے جیسا سمجھنا گمراہی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام ایسے ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنس کے لحاظ سے انسان تھے مرتبہ اور حقیقت کے لحاظ سے تمام مخلوقات سے اعلیٰ وافضل ہیں ان کی بشریت عام انسانوں کی طرح نہیں بلکہ وہ بھی نوری ہے۔ تفصیل آئے گی ان شاء اللہ

گمراہی کا موجب:

انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضور علیہ السلام کی بشریت کے لوازمات کو اپنے جیسے لوازمات سمجھنا گمراہی کا موجب ہے۔ ان شاء اللہ آگے چل کر عرض کروں گا کہ بشریت انبیاء اور عام انسان کی بشریت کے لوازمات میں کتنا فرق ہے۔

قاعدہ:......قرآن پاک میں آدم و بنو آدم کی پیدائش کا ذکر کئی جگہ آیا ہے ان کے لئے ایک ضابطہ قابل حفظ ہے وہ یہ ہے کہ جس جگہ صلصال، فخار اور طین وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس سے مراد حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش مراد ہے اور جس جگہ نطفہ علقہ اور لحم وغیرہ کا ذکر ہے۔ اس سے مراد اولادِ آدم مع انبیاء علیہم السلام ہے۔

تخلیق انسان کے اجزاء:

انسان مع انبیاء علیہم السلام خاک، آب، ہوا، آگ اور روح ان پانچ چیزوں سے تخلیق ہوئی۔ خاک یہ زمین کی مٹی ہے جس پر ہر جاندار چیز چلتی ہے۔ آب جو ہر جاندار چیز

پہنچتی ہے۔ ہوا جو تمام جاندار محسوس کرتے ہیں، آگ جو جلا کر راکھ بنا ڈالتی ہے۔ باقی رہی روح یہ خدا تعالیٰ کا امر ہے اس کی حقیقت خالق ہی بہتر جانتا ہے۔

آدم و اولاد آدم کی تخلیقی امتیاز:

قرآن مجید میں آدم علیہ السلام کی تخلیق میں صرف مٹی، گارہ وغیرہ کا ذکر ہے اس میں نطفہ وغیرہ کی بات نہیں اور اولاد آدم میں زیادہ ذکر نطفہ وغیرہ کا ہے۔ آدم علیہ السلام کے لئے فرمایا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔ (پ14)

﴿ترجمہ﴾......اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سے گارے سے۔

مفسرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین سے ایک مشت خاک لی اس کو پانی میں خمیر کیا جب وہ گارہ سیاہ ہو گیا اور اس میں بو پیدا ہوئی تو اس میں صورت انسانی بنائی پھر وہ سوکھ کر خشک ہو گیا تو جب ہوا اس سے گزرتی اور اس میں آواز پیدا ہوتی جب آفتاب کی تمازت سے وہ پختہ ہو گیا تو اس میں روح پھونکی اور وہ انسان ہو گیا (خزائن)

اور فرمایا:

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ۔ (پ23)

﴿ترجمہ﴾......بنایا آدمی کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا۔

فائدہ:......ان آیات سے چار چیزیں ثابت ہوتی ہیں اور آپس میں تعارض بھی نہیں خاک اور آب کو ملایا گیا تو گارا بن گیا۔ اور پھر لفظ کالفخار" کا اس امر کی دلیل ہے کہ

آگ میں رکھ کر پکایا گیا پس یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا ڈھانچہ خاک، آب، ہوا اور آگ سے بنایا گیا۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس خاکی ڈھانچہ میں روح کو پھونکا گیا اب اولاد سیدنا آدم علیہ السلام جیتے جاگتے بشر بن گئے۔ تمام فرشتوں (جو کہ جنس نور سے تھے) اور ابلیس (جو کہ ناری جنس سے تھا) کو پہلے ہی حکم مل چکا تھا کہ جب میں اس میں روح پھونک دوں تو تم نے سجدہ کرنا ہو گا۔ اس حکم کی تعمیل تمام فرشتوں نے کی صرف ابلیس اس دولت سے محروم ہو گیا۔

جب خدا تعالیٰ نے باز پرس کی تو جواب دیا:

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۔ (پ8)

﴿ترجمہ﴾..... بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور اس کو بنایا خاک سے۔

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔ (پ14)

﴿ترجمہ﴾..... بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو، کہ تو نے بنایا کھنکھناتے گارے سے۔

لطیفہ:

انبیاء علیہم السلام کی صرف بشریت پر نگاہ رکھنے اور ان کے نورانی جواہر سے آنکھ چرانے کا عقیدہ و طریقہ ابلیس ملعون کا ہے اور بنو آدم کو اپنے طریقے پر چلانے کی بھی اس نے قسم کھائی تھی۔
(پ14، 8، 23 وغیرہ)

اولاد آدم:

قرآن مجید کی درجنوں آیات میں انسان کو فرمایا:

انا خلقنا الانسان من نطفه امشاج۔ (پ29 سورۃ دھر)

﴿ترجمہ﴾..... ہم نے انسان کو پیدا کیا ملی ہوئی منی سے۔

فلینظر الانسان مم خلق خلق من ماء دافق۔ (سورۃ طارق)

﴿ترجمہ﴾......تو چاہیے انسان دیکھے کہ کس شے سے بنایا گیا جست کرتے پانی سے۔ یعنی مرد و عورت کے نطفے سے جو رحم میں مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔

انتباہ:...... ہر آدمی نطفہ سے پیدا ہوا اور نطفہ (پانی) بھی نہ صرف پلید بلکہ پلید گر ہے کہ جب بھی خارج ہو تو نہ مرد و عورت قرآن پڑھنے کے نہ مسجد میں جانے کے سرتا پا پلید ہی پلید۔ لیکن یہ تصور انبیاء علیہم السلام کے لئے نہ صرف گمراہی ہے بلکہ زبان پر لانا مرتد (خارج از اسلام) واجب القتل بناتا ہے۔

تفصیل گستاخ رسول واجب القتل ہے۔ بلکہ علمائے ملت سبقت قلمی تو بڑی چیز ہے سبقت لسانی کو بھی کفر کہتے ہیں چنانچہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے کسی کی زبان سے کفریہ کلمات کا اجراء ہوا اور وہ کہے کہ میری زبان سے ایسے ہی نکلے ہیں میرا ان کلمات کہنے کا ارادہ نہیں تھا یا میری یہی مراد نہیں تو بھی اسے کفر کے فتوٰی سے نہیں بچایا جا سکتا اور نہ ہی اسے اس قول میں سچا مانا جائے گا۔

اس طرح شفاء شریف میں ہے کہ کفریہ کلمہ کے متعلق سبقت لسانی کا عذر غیر قابل قبول ہے، اس میں دوسرے مقام پہ لکھتے ہیں کہ:

وافتی ابوالحسن القابلی ضمن شتم النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فی سکرہ یقتل لانہ یظن انہ۔

امام ابوالحسن قابلی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں) صحوہ بکواس کرنے کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے توہین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نشے کی حالت میں کی تو بھی قتل کر دیا جائے گا ہاں اگر صحو سے کہا تو معاف ہے۔

......اسی طرح اور فرمایا:

لا یعذر احد بدعوی زلل اللسان فی مثل ھذا

﴿ترجمہ﴾......ایسی گستاخیوں میں سبقت لسانی میں کسی کو معذور نہ سمجھا جائے گا۔

نطفہ یعنی انسان کی تخلیق کا مادہ:

جب ثابت ہوا کہ عام انسان جس نطفہ سے پیدا ہوا ہے وہ غلیظ، نجس، ثقیل، پلید ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مادہ سے عالم ظہور میں تشریف لائے وہ پاک، لطیف اور نور ہے اگرچہ نام بھی اس کا نطفہ ہے لیکن لفظاً تاکہ بشر ہونا ثابت ہو۔ ثابت ہوا کہ صرف بشر اپنے جیسا سمجھنا گمراہی ہے اور یہ عقیدہ حق ہے کہ حضور علیہ السلام لفظاً بشر اور حقیقتاً نور علیٰ نور ہیں اور یہی لفظ تعلیم البشریت ہے۔ اب مادہ انسانی یعنی جس مادہ سے نطفہ انسان بنا ہے وہ کیا شے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولقد خلقنا الانسان من صلصال من حمأ مسنون۔ (پ14 رکوع3)

﴿ترجمہ﴾ ــــ بے شک ہم نے آدمی کو بجتی ہوئی مٹی سے بنایا جو دراصل ایک سیاہ بدبودار گارا تھی۔

اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کے پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو زمین سے ایک مشت مٹی لی اسے پانی میں خمیر کیا جب وہ گارا سیاہ ہو گیا اور اس میں بو پیدا ہوئی تو اس میں صورت انسانی بنائی پھر وہ سوکھ کر خشک ہو گیا تو جب اس میں ہوا جاتی تو وہ بجتا ہے اور اس میں آواز پیدا ہوئی جب آفتاب کی گرمی سے وہ پختہ ہو گیا تو اس میں روح پھونکی اور وہ انسان ہو گیا۔

ہر بشر کی مٹی:

ہر انسان مٹی سے پیدا ہوا وہ مٹی بھی کالی سیاہ اور بدبودار جیسے آیت بالا میں حمأ مسنون سے تعبیر فرمایا ہے حمأ عربی میں سیاہ مٹی اور مسنون گلی سڑی بدبودار مٹی کو کہا جاتا ہے۔ ایسی نص قطعی کے باوجود اگر کوئی کہے کہ نبی علیہ السلام بھی اسی بدبودار اور سیاہ مٹی سے پیدا ہوئے تو وہ کافر اور واجب القتل ہے۔ اس لئے کہ آپ بشر (لفظاً) ہیں لیکن آپ کا خمیر مبارک (بشکل خاک) نوری تھا۔ تفصیل فقیر کی کتاب محبوب مدینہ میں ہے یہاں ایک روایت ملاحظہ ہو:

لما اردا اللہ ان یخلق محمدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) امر جبریل فاتاہ ما بقبضۃ البضیاء التی ھی موضع قبرہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معجنت بماء التسنیم ثم فی انہار الجنۃ الحدیث۔

(وفاء الوفاء، خلاصۃ الوفاء)

جب اللہ نے حضور علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیا تو جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ وہ سفید ٹکڑا اس جگہ سے لے آئیں جہاں حضور علیہ السلام کا اب مزار اقدس ہے۔ اس سفید ٹکڑے کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا پھر اسے جنت کی نہروں میں ڈبویا گیا۔

فائدہ:...... یہ سفید ٹکڑا یہی بشریت کا خمیر تھا اور وہ کیا تھا وہ بھی نوری لمعہ بشکل خاک تھا۔ جس کی تفصیل محبوب مدینہ میں پڑھئے۔

انتباہ:...... میں بھی بشر وہ بھی بشر کی رٹ لگانے والے بتائیں کہ بشریت کے دو مادوں (پانی اور مٹی) میں تم حضور علیہ السلام جیسے ہو تو ثابت کرو۔ اگر فرق نہیں تو آپ کے تخلیقی مادہ اور آپ کے خمیر مبارک کو بدبودار اور سیاہ کہنے والا واجب القتل اور مرتد کیوں ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشریت حق ہے لیکن صرف لفظی ہے۔

احسن تقویم:

یہ بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صدقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گندی بدبودار مٹی کو ایسے سانچے میں ڈالا کہ اب وہی مٹی احسن تقویم کا شرف پا گئی اور ایسا شرف کہ اس جیسا اٹھارہ ہزار عالم میں اس کی مثال نہیں۔ لیکن افسوس کہ ناشکرا انسان حضور علیہ السلام کا احسان عظیم سمجھتا آپ کی دہائی دیتا لیکن اس کے بجائے انہیں اپنے جیسا ثابت کرنے کے درپے ہے۔

خمیر بشریت حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضرت کعب احبار سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنا چاہا تو جبرئیل کو حکم دیا کہ سفید مٹی لاؤ۔ پس جبرئیل بہشت کے فرشتوں کے ساتھ اترے اور حضرت کی قبر شریف کی جگہ سے مٹھی بھر خاک سفید چمکتی دمکتی اٹھا لائے۔ پھر وہ مشتِ خاک سفید بہشت کے چشمہ تسنیم کے پانی سے گوندھی گئی۔ یہاں تک کہ سفید موتی کی مانند ہو گئی۔ جس کی بڑی شعاع تھی بعد ازاں فرشتے اسے لے کر عرش و کرسی کے گرد اور آسمانوں اور زمین میں پھرے یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ (روح انور و مادہ اطہر) کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔

(سیرت رسول عربی)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا تو اپنے حبیب پاک کے نور کو ان کی پشتِ مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ اس نور کے انوار ان کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔ یونہی ہر جگہ ہر دادا نا والا کا یہی حال رہا۔ تفصیل فقیر نے اصل الاصول فی اصول الرسول میں لکھی ہے۔ وہ یوں ہے کہ یہی مادہ نوری آدم علیہ السلام سے منتقل ہو کر شیث علیہم السلام ان کے بعد باری باری نوح و ابراہیم و اسماعیل علی نبینا وعلیہم السلام کی پیشانیوں میں چمکتا تھا تبھی تو نوح علیہ السلام کی کشتی کنارے لگی اور ابراہیم علیہ السلام پر نار گلزار ہوئی۔ اور اسماعیل علیہ السلام سے چھری بدلی۔

بشریت کا آغاز

یہ مسلم ہے کہ بشریت آدمیت، انسانیت کا آدم علیہ السلام سے پہلے نام تھا لیکن نشان نہ تھا۔ آدم علیہ السلام سے پہلے بشریت ظاہر نہ تھی۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حقیقت محمدیہ کے ساتھ موجود تھے اب فیصلہ فرمایئے کہ آدم علیہ السلام سے پہلے آپ حقیقت محمدیہ کے ساتھ نبوت کی صفت سے بھی موصوف تھے تو اس وقت کیا تھے بشر یا نور، اگر کوئی کہے بشر تھے تو غلط اس لئے کہ آدم علیہ السلام سے پہلے بشریت نہ تھی تو لازماً ماننا پڑے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے۔

فائدہ:...... (۱)...... نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین حیثیتیں ہیں

﴿۱﴾...... حقی، حقیقت محمدیہ۔ ﴿۲﴾...... ملکی۔

﴿۳﴾...... بشری (یہ بھی عارضی لفظی)

(روح البیان)

ان ہر تینوں حیثیات کا حکم جدا۔

(۲)...... نبی وہ انسان مرد جنہیں اللہ تعالیٰ نے احکام شرعیہ تبلیغیہ کے لئے بھیجا۔

(شرح العقائد)

(۳)...... اپنے جیسا عام بشر سمجھنا اور کہنا ابلیس سے لے کر ابوجہل تک گمراہ قوموں کا عقیدہ اور طریقہ رہا۔

(۴)...... نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ عالمین کے رسول و نبی ہیں۔

(۵)...... دنیا میں تشریف لائے معلم رسول بن کر اسی لئے دنیا میں عام بشر جیسی زندگی بسر فرمائی تا کہ بشریت تعلیم سے بہرہ ور ہو۔

(۶)...... عالم اجسام میں جلوہ گری سے پہلے سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عدم سے وجود میں جلوہ گر ہونا خلقت محمدی ہے۔ اور اس دار دنیا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیدا ہونا ولادت محمدی ہے۔ اور چالیس سال کی عمر شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وحی نبوت سے مشرف ہو کر لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے پر مامور ہونا بعثت محمدی ہے۔ ان تینوں کے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ احکام ہیں۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے پہلے پیدا ہوئے اسی اولیت کی حیثیت سے ہم آپ کو نور مانتے ہیں اور آپ کی بشریت کا اصل مادہ بھی سب سے پہلے پیدا ہوا اور وہ مادہ مبارک نور تھا مادہ پیشانی آدم سے تا آمنہ بی بی رضی اللہ عنہا چمکتا نظر آتا اور وہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محمدیت کا جامہ بنا اور اسی مادہ مع روح مبارک بلکہ اجسام سے قبل عالم امر میں ذوات انبیاء علیہم السلام کا موجود ہونا نص قرآن سے ثابت ہے۔ جس کا متقضایہ ہے کہ ذات محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بطریق اولیٰ عالم ارواح میں موجود ہو۔

آیات قرآنیہ

آیت نمبر ۱:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ. فَمَن تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

(پ3۔رکوع17)

﴿ترجمہ﴾......اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ دیا میں نے تم کو کتاب اور حکمت سے

اور آئے تمہارے پاس رسول معظم جو تصدیق کرنے والا ہو اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہے تو تم اس پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کرو گے فرمایا کہ تم نے اقرار کر لیا اور اس شرط پر میرے عہد کو قبول کر لیا سب نے کہا ہم نے اقرار کر لیا۔ فرمایا تو اب گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔ پھر جو کوئی پھر جائے اس کے بعد تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

آیت ۲:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا۔

﴿ترجمہ﴾..... اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب! بولے کیوں نہیں (بے شک تو ہمارا رب ہے) ہم اقرار کرتے ہیں۔

فائدہ:..... تمام نفوس بنی آدم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس قدسی نے بلی کہہ کر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار فرمایا اور باقی تمام نفوس بنی آدم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرار پر اقرار کیا اس واقعہ کا مقتضی بھی یہی ہے کہ ذات پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا مخلوق ہو کر عدم سے وجود میں جلوہ گر ہو چکی تھی اس کی مزید تحقیق فقیر کی کتاب "ھوالاول" ملاحظہ ہو۔

آیت ۳:

واذاخذنا من النبین میثاق ھم و منك و من نوحٍ و ابراھیم و موسیٰ و عیسیٰ بن مریم واخذنا منھم میثاقاً غلیظاًo

﴿ترجمہ﴾..... اور جب لیا ہم نے نبیوں سے ان کا اقرار اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ و عیسیٰ سے جو بیٹا ہے مریم کا اور لیا ہم نے ان کا پکا اقرار۔

اس آیت کریمہ میں جس عہد اور اقرار کا بیان ہے اور تبلیغ رسالت پر ہے۔

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ نے جہاں دیگر انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت پر عہد لیا وہاں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہ عہد واقرار لیا یہ واقعہ بھی اسی عالم کا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر حضور علیہ السلام کی خلقت اس وقت نہ ہوگئی ہوتی تو اس عہد واقرار کا ہونا کس طرح متصور ہوتا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ خلقت محمدی تمام کائنات اور خصوصاً جمیع انبیاء کرام علیہم السلام کی خلقت سے پہلے ہے۔ تو اس مضمون کی طرف قرآن کریم کی بعض آیات میں واضح اشارات پائے جاتے ہیں اور احادیث صحیحہ میں تو صراحتاً وارد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اول الخلق ہیں۔ اور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ مخلوق ہیں۔ یہی دلیل بشریت کے سمجھنے میں مدد دے گی کہ جب آپ جملہ عالم سے پہلے پیدا ہوئے تو اس وقت کیا تھے بشر یا نور۔ اگر کہو بشر آدمی، انسان تھے تو یہ جہالت ہے کیونکہ بشر، آدمی، انسان بہت بعد کی پیدائش ہے کیونکہ ان کی پیدائش آدم علیہ السلام سے پہلے اور تخلیق آدم (علیہ السلام) تو کل کی بات ہے اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے پہلے مدتوں نہ صرف موجود بلکہ ان عوالم بالا کے باشیوں کے نبی برحق تھے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

آیت ۴:

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا

(پ18، سورۃ الفرقان، رکوع 1)

﴿ترجمہ﴾...... برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عبد مقدس پر قرآن نازل کیا تا کہ جملہ عالمین کے نذیر (نبی) ہوں۔

فائدہ:...... آیت میں العالمین کا لفظ ثابت کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ عالمین کے نبی ہیں۔

آیت ۵:

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۔ (پ17)

﴿ترجمہ﴾......اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لئے

فائدہ:......آیت کریمہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالموں کے لئے رحمت ہیں۔ اس آیہ میں العلمین اسی طرح اپنے عموم پر ہے جیسے الحمد لله رب العلمين. میں یہ صحیح ہے کہ بعض مواقع میں الغلمین قرائن خارجیہ کی وجہ سے مخصوص ہے۔ لیکن اس آیہ کریمہ میں کوئی دلیل خصوص نہیں پائی جاتی۔ بعض قرائن خارجیہ اس کے عموم کی تائید کرتے ہیں مثلاً یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رحمة اللغلمين ہونا جہت رسالت سے ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہونے کی وجہ سے رحمت ہیں۔ لہذا رحمت کا عموم رسالت کے عموم کے عین مطابق ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے لئے رسول ہوں گے اسی کے لئے رحمت قرار پائیں گے۔ اور اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل کائنات کے رسول ہیں۔ مسلم شریف میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ارسلت الى الخلق كافة
میں ساری مخلوق کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

جب آپ ساری مخلوق کے لئے رسول ہوئے تو رسول عالمین قرار پائے لہذا ضروری ہوا کہ آپ رحمۃ اللعلمین ہوں ثابت ہوا کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت تمام عالمین کے لئے عام ہے۔ اسی طرح آپ کی رحمت بھی تمام جہانوں کے لئے عام اور ماسوی اللہ کو محیط ہے۔

ازالہ وہم:...... بعض روایات میں اولیت عرش بعض میں قلم بعض میں عقل وغیرہ ہے تو ان کی اولیت اضافی ہے جیسے درس نظامی کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ایک حدیث شریف میں ہے:

کل امر ذی بال لیبدأ بسم الله

دوسری حدیث شریف میں ہے

کل امر ذی بال لم یبدأ بحمد الله۔ الخ

ان دونوں حدیثوں کی تطبیق میں اساتذہ سمجھاتے ہیں کہ بسم اللہ کی ابتداء سے حقیقی اور الحمد للہ کی ابتداء سے اضافی ابتداء مراد ہے یعنی حقیقۃً ہر کام میں ابتداء بسم اللہ سے ہو اور الحمد للہ کی ابتداء اضافی ہے کہ بسم اللہ کے بعد ہر شے سے پہلے الحمد للہ ایسے ہی سمجھئے کہ حقیقی تخلیق اول تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے اور عرش، قلم وعقل میں اضافی ابتداء ہے یعنی دوسری تمام اشیاء سے پہلے۔

رحمت کائنات

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا استثناء تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں۔ اور عالم ماسوا اللہ کو کہتے ہیں تو یہ بات بخوبی روشن ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فرد عالم کے لئے رحمت ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مرتبہ ایجاد میں تمام عالم کا موجود ہونا بواسطہ وجود سید الموجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل ایجاد ہیں حضور کے بغیر کوئی فرد ممکن موجود نہیں ہوسکتا۔ وجود نعمت ہے کل موجودات نعمت وجود میں حضور کے دامن رحمت سے وابستہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو ذات کسی کے وجود کا سبب اور واسطہ ہو، وہ یقیناً اس کے لئے رحمت ہے رحمت کی حاجت ہوتی ہے اور جس چیز کی حاجت ہو وہ محتاج سے پہلے ہوتی ہے۔ چونکہ تمام عالمین

اپنے وجود میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محتاج ہیں اسی لئے سب سے پہلے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وجود ضروری ہے۔اس سے نتیجہ نکالنا آسان ہے کہ آپ سب مخلوق سے اول اور ہر ایک کے لئے رحمت ہیں تو وہ اس وقت نور تھے یا بشر۔جب حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمین کے وجود کا سبب اوران کے موجود ہونے میں واسطہ ہیں تو اس وجہ سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عالمین سے پہلے موجود مخلوق ہونا ضروری ہے۔کیونکہ سبب اور واسطہ ہمیشہ پہلے ہوا کرتا ہے۔علاوہ ازیں اسی آیت سے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اصل کائنات ہونا بھی ثابت ہے۔جیسا کہ صاحب تفسیر عرائس البیان جلد 2 ص 52 و صاحب تفسیر روح المعانی نے ص 96 پ 17 اسی آیت کے ذیل میں نہایت تفصیل سے اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔اور سب جانتے ہیں کہ اصل کا وجود فرع سے پہلے ہوتا ہے اس لئے ذات پاک محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت اصل کائنات ہونے کی حیثیت سے کل موجودات اور عالمین سے پہلے ہے اس تمام بحث سے نتیجہ نکلا کہ:

صاحب عرائس البیان فرماتے ہیں کہ:

(وانا اول المسلمین) اشارۃ الیٰ تقدم روحه وجو هره علی جمیع الکون۔

اس آیہ میں اشارہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی روح پاک اور جوہر مقدس جمیع کون یعنی ماسوی اللہ پر مقدم ہے۔

(عرائس البیان جلد 1 ص 239)

اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ اختیاری یا غیر اختیاری اسلام سے تو عالم کا کوئی ذرہ خالی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وله اسلم من فی السمٰوٰت و من فی الارض طوعاً و کرها والیه یرجعون

پھر سب اسلام لانے والوں سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت ہو سکتے ہیں جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے پہلے ہوں لہٰذا اس آیہ سے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت تمام کائنات سے پہلے ثابت ہوتی ہے۔

احادیث مبارکہ

حدیث ا:

حضرت امام عبدالرزاق صاحب مصنف نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ مجھے خبر دیں کہ وہ پہلی چیز کون سی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا۔" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے موافق جہاں اس نے چاہا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ جنت تھی نہ دوزخ تھی۔ نہ فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ مخلوقات کو پیدا کرے تو اس نور کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔ پہلے حصے سے قلم بنایا دوسرے سے لوح تیسرے سے عرش پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا تو پہلے حصے سے عرش اٹھانے والے فرشتے بنائے اور دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا پہلے سے آسمان بنائے دوسرے سے زمین اور تیسرے سے جنت اور دوزخ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم کیا، تو پہلے سے مومنین کی آنکھوں کا نور بنایا اور دوسرے سے ان کے دلوں کا نور پیدا کیا جو معرفت الٰہی ہے اور تیسرے سے ان کو نور انس پیدا کیا اور وہ توحید ہے (جس کا خلاصہ ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ)۔ الخ

(مواہب لدنیہ جلد اول ص 9، سیرت حلبیہ جلد 1 ص 30، زرقانی ج 1 ص 46)

یہ حدیث مصنف عبدالرزاق سے جلیل القدر محدثین جیسے امام قسطلانی شارح بخاری اور امام زرقانی اور امام حجر مکی اور علامہ قاری اور علامہ دیار بکری نے اپنی تصانیف جلیلہ افضل القریٰ، مواہب لدنیہ، مطالع المسرات، تاریخ خمیس اور زرقانی علی المواہب میں نقل کر کے اس پر اعتماد فرمایا اور اس سے مسائل کا استنباط کیا۔

۲۔حدیث جابر رضی اللہ عنہ:

اس حدیث شریف کے بارہ میں مخالفین خاصا ہاتھ پاؤں مارتے ہیں فقیر ان کے تمام اشکالات کے جوابات اپنی تصنیف قبض الغافرفی حدیث جابر میں لکھ دیئے ہیں۔

۳۔حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے حضور سے پوچھا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو نبوت کب ملی؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا:......وآدم بین الروح والجسد. آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔یعنی ان کے جسم میں جان نہیں ڈالی گئی تھی۔یہ روایت ترمذی شریف کی ہے۔اور علامہ ابو عیسیٰ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔انہیں الفاظ میں حضرت میسرہ سے ایک حدیث مروی ہے امام احمد حنبل نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں یہ حدیث روایت کی اور حاکم نے اس کی تصحیح فرمائی۔

(مواہب لدنیہ جلد 1 ص 6)

۴۔حدیث حضرت امام زین العابدین علیٰ آباءوعلیہ الصلوۃ والسلام:

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد ماجد سیدنا امام حسین علیہ السلام اور وہ اپنے والد مکرم حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا "میں پیدائش آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا"۔

(انسان العیون جلد 1 ص 29)

فائدہ:......اس روایت میں خلق آدم علیہ السلام سے صرف چودہ ہزار برس پہلے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور پاک کا ذکر ہے۔حالانکہ بعض روایتوں میں اس سے بہت زیادہ سالوں کا ذکر بھی وارد ہے۔یہ تعارض کیسے رفع ہوگا۔

اس کا جواب یہی ہے کہ حدیث میں چودہ ہزار کا ذکر ہے اس سے زیادہ کی نفی نہیں۔ لہٰذا کسی دوسری روایت میں چودہ ہزار سے زیادہ سالوں کا وارد ہونا تعارض کا موجب نہیں۔

۵۔حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے دریافت فرمایا آپ کی عمر کتنے سال ہے۔ عرض کیا حضور اس کے سواء میں نہیں جانتا کہ چوتھے حجاب عظمت میں ہر ستر ہزار برس کے بعد ایک ستارہ طلوع ہوتا تھا۔ جسے میں نے اپنی عمر میں ستر ہزار مرتبہ دیکھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا "اے جبریل" میرے رب کی عزت وجلال کی قسم وہ ستارہ میں ہوں۔

(انسان العیون جلد 1 ص 29، روح البیان جلد 3 ص 543)

آیات واحادیث کی روشنی میں اور بعض علماء مفسرین کی تصریحات کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت مبارکہ کا نہایت مختصر بیان عرض کر دیا گیا ہے اب ہر ذی شعور سوچ لے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت مبارکہ کیسی ہے اور تمہاری بشریت کی خلقت کیسی اس کے باوجود پھر بھی اگر کوئی کہے کہ میں بھی بشر وہ بھی بشر۔

باب دوم

انتقال النور

ہم نے گزشتہ اوراق میں مختصر دلائل سے ثابت کر دکھلایا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلی مخلوق ہیں اس سے صرف روح مراد نہیں بلکہ وہی لطیف مادہ ہے کیونکہ ارواح تو سب کی روح محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے بعد پیدا ہو چکیں لیکن یہاں جو تخلیق اول کا بیان کیا گیا ہے اور اس کے دلائل دیئے گئے اس سے حضور علیہ السلام کی ذات پاک کا نور ہونا ثابت ہے اور وہ اس لطیف حقیقت کو بھی شامل ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی اور پاکیزہ اجزائے جسمیہ کا جوہر لطیف کہا جا سکتا ہے اسی نور پاک کو آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطور امانت رکھا گیا۔ امام زرقانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(۱)......وفی الخبر لما خلق اللہ تعالیٰ آدم جعل اودع (ذالك النور) نور المصطفیٰ فی ظهره فکان) شدة (بلمع فی جبینه۔ الخ)

(زرقانی علی المواہب ص49، مواہب لدنیہ ج1 ص10)

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی پشت مبارک میں رکھ دیا۔ وہ نور پاک ایسا شدید چمکنے والا تھا کہ باوجود پشتِ آدم میں ہونے کے پیشانی آدم علیہ السلام سے چمکتا تھا۔ اور آدم علیہ السلام کے باقی انوار پر وہ غالب ہو جاتا تھا۔ اسی طرح سے پشتِ آدم علیہ السلام میں ان کی تمام اولاد کے وہ لطیف اجزائے جسمیہ تھے جو انسانی پیدائش کے بعد اس کی ریڑھ کی ہڈی کی شکل

میں ظاہر ہوتے ہیں اور وہی اس کے اجزائے اصلیہ کہلائے جاتے ہیں۔ نہ صرف آدم علیہ السلام بلکہ ہر باپ کے صلب میں اس کی اولاد کے ایسے ہی لطیف اجزائے بدنیہ موجود ہوتے ہیں۔ جو اسے منتقل ہو کر اس کی نسل کہلاتی ہے۔ اولاد کے ان ہی اجزائے جسمیہ کا آباء کے اصلاب میں پایا جانا باپ بیٹے کے درمیان ولدیت اور ابنیت کے رشتہ کا سنگ بنیاد اور سبب اصلی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت میں قیامت تک پیدا ہونے والی اولاد کے اجزائے اصلیہ رکھ دیئے یہ اجزا روح کے اجزا نہیں نہ روح کا کل ہیں کیونکہ ایک بدن میں ایک ہی روح سما سکتی ہے ایک سے زیادہ ایک بدن میں روح کا پایا جانا بداھۃً باطل ہے۔ لہٰذا آدم علیہ السلام کی پشت میں حضور علیہ السلام کی روح مبارک نہیں رکھی تھی بلکہ جسم اقدس کے جوہر لطیف کی نورانی شعاعیں رکھی گئی تھیں۔ جو نور ذات محمدی کی شعاعیں تھیں۔ جو بعد بشریت کے لباس میں نمودار ہوئیں۔

ازالہ وہم: ...... ارواح بنی آدم کا ان کے آباء کے اصلاب میں نہ رکھا جانا۔ صحیحین کی اس حدیث سے ثابت ہے کہ استقرار حمل سے چار مہینے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو چار باتیں لکھنے کے لئے بھیجتا ہے اور چار باتیں لکھ دیتا ہے۔ اس کا عمل، عمر، رزق، اور دوزخی یا جنتی ہونا پھر اس میں روح پھونک دی جاتی ہے (مشکوۃ ص 30) معلوم ہوا کہ اولاد کی روحیں باپ کے صلب میں نہیں رکھی جاتیں بلکہ شکم مادر میں پھونکی جاتی ہیں۔

اجزائے ہر بشر:

ہر انسان کی بشریت کے ذرات زمین سے اٹھائے گئے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ نور جو ابھی تفصیل سے مذکور ہوا انہی ذرات کی طرح آدم علیہ السلام میں ودیعت رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت مبارک سے ان کی قیامت تک پیدا ہونے والی تمام اولاد کو باہر نکال کر ان سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا۔ وہ آدم علیہ السلام کی اولاد کی ارواح

نہیں نکالی گئی تھیں بلکہ وہ ان کے اشخاص مثالیہ تھے جو مثالی صورتوں میں ان کی پشت مبارک سے بقدرت ایزدی ظاہر کیے گئے تھے۔ کیونکہ ہم ابھی حدیث صحیحین سے ثابت کر چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں نفخ روح کیا جاتا ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ نور محمدی اپنی عزت و کرامت کے مقام میں جلوہ گر رہا اور پشت آدم علیہ السلام میں اجزائے جسمانیہ کے جوہر لطیف کے انوار رکھے گئے تھے جو اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔

فائدہ:..... بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نور محمدی آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا اور بعض روایات میں وارد ہے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیشانی آدمی علیہ السلام میں جلوہ گر تھا۔

پیشانی آدم میں چمکا نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

جب نور مبارک پشت آدم ہی میں تھا لیکن اپنے کمال نورانیت اور شدت چمک کی وجہ سے سیدنا آدم علیہ السلام کی پیشانی مبارک میں چمکا اسی طرح پھر وہی نور مبارک آباء و اجداد کی پیشانیوں اور امہات وجدات کے شکموں میں تشریف لاتا رہا۔ تو نمایاں طور نور کی چمک و دمک محسوس ہوتی تھی۔ تفصیل دیکھیے۔ فقیر کی تصنیف "اصل الاصول فی ایمان اصول الرسول"۔

فائدہ:..... صاحب روح المعانی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول خلق ہونے کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں۔

ولذا کان نوره صلی الله علیه وآله وسلم اول المخلوقات ففی الجز اول ما خلق الله تعالیٰ نور نبیك یا جابر رضی الله عنه۔

(تفسیر روح المعانی ص96 پ17)

(چونکہ حضور علیہ السلام وصول فیض میں واسطہ عظمیٰ ہیں) اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور اول مخلوقات ہے۔ "چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے سب سے پہلے وہ چیز جو اللہ تعالیٰ

نے پیدا فرمائی وہ تیرے نبی کا نور ہے۔اے جابر" اس حدیث جابر مذکورہ کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی نشر الطیب ص 6 پر تفصیل سے لکھا ہے۔

۲۔حدیث حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

امام احمد، امام بیہقی و حاکم نے حدیث عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمائی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا "بے شک میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا۔ اور آدم علیہ السلام ابھی اپنے خمیر میں تھے یعنی ان کا ابھی پتلہ بھی نہ بنا تھا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا مشکوٰۃ شریف۔ یہ حدیث بروایت شرح السنہ میں سنداً مذکور ہے۔

(مواہب لدنیہ ص 6 ج 1)

آدم تا عبداللہ و آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم:

حضور علیہ السلام کا نور پاک آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں رکھا گیا جو ان کی پیشانی سے چمکتا تھا وہی نور مبین اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا رہا جیسا کہ ابو النعیم کی روایت میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً مروی ہے۔

نوٹ:...... حضرت آدم علیہ السلام تا آمنہ رضی اللہ عنہا کافی سفر ہے اسے یہاں نقل کرنا طوالت ہے صرف نمونہ کے طور پر حضور علیہ السلام کے دادا اور والد و والدہ کے متعلق حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

علامہ محمد بن الصبان رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت محمد بن الصبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ:

انتقال النور الذی کان فی وجه عبدالله والده ابی وجهها۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ مبارک میں نور محمدی تھا حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے چہرہ مبارک میں منتقل ہو گیا۔

(نور الابصار)

علامہ شہرستانی رحمتہ اللہ علیہ:

آپ فرماتے ہیں جس سے ان کا عقیدہ واضح ہوتا ہے کہ نور محمدی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت مبارک سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پشت مبارک میں منتقل ہوا پھر وہ نور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں جلوہ فگن ہوا۔ یہاں تک کہ وہ نور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ تک پہنچا۔اور اسی نور مبارک کو ہاتھی نے سجدہ کیا۔

وَبِبَرَكَةِ ذَالِكَ النُّوْرِ دَفَعَ اللّٰهُ تَعَالىٰ شَرَّ اَبْرَهَةَ

اور اسی نور محمدی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ابرھہ کا شر دفع کردیا۔

(کتاب الملل والنحل للشہرستانی ص 238 ج 2، مسالک الحنفا للسیوطی ص 41-40، الدرج المنیفہ ص 16 التعظیم والمنہ ص 55)

شمس الدین الدمشقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ:

آپ نے فرمایا کہ:

تنقل احمد نوراً عظیما تلا لأ فی جباہ الساجدینا۔

﴿ترجمہ﴾...... حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور عظیم منتقل ہو کر سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمک اٹھا۔

(المقامات السندسیہ ص 12 مسالک الحنفا ص 45، الدرج المنیفہ ص 16)

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

قیل کان نورہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی جبھۃ آبائہ من آدم علیہ السلام الی ابیہ عبداللہ و ھو نور حسی کالقمر لیلۃ الظلماء والمستودع فی الاصلاب مادۃ جسمہ للطیف والنور تابع لتلک المادۃ وکان یظھر فی

امهاته ایضاً كما ورد فی صحیح الاخبار واستیدرعه فی الاصلاب وجوده فیها كما قیل ـ ودرة كانت بجبهة آدم ـ لا تختفی عمن له عینان و فی صلب آدم كان وقت هبوطه ـ وبصلب نوح وهو فی الطوفان ـ
(نسیم الریاض ص۱۱۱ جلد۱)

﴿ترجمہ﴾...... نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی میں چمکتا رہا وہ نور حسی تھا جیسے چاند اندھیری رات میں چمکتا ہے آپ ہر باپ کی پیٹھ میں تھے اور وہ مادہ مبارکہ جسے بشری جسم کہا جاتا ہے وہ نور کے تابع تھا وہ امہات مقدسہ میں بھی ظاہر ہوتا تھا جیسے صحیح اخبار میں وارد ہے اور آباء کی پشتوں میں وہی وجود امانت کے طور رکھا گیا جیسے کسی شاعر نے کہا کہ آدم علیہ السلام کی پشت میں تھا جب وہ زمین پر تشریف لائے اور نوح کی پشت میں تھا جب وہ طوفان میں تھے۔

ابو نعیم وابن عساکر نے اپنی سندات کے ساتھ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب حضرت عبدالمطلب اپنے فرزند جلیل جناب عبداللہ کو نکاح کرنے کی غرض سے لے کر چلے تو راستہ میں ایک کاہنہ ملی جو یہودی ہو گئی تھی اور وہ کتب سابقہ میں پڑھی ہوئی تھی اس کو فاطمہ خثعمیہ کہتے تھے اس نے حضرت عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت چمکتا ہوا دیکھا۔ حضرت عبداللہ کو اپنی طرف بلانے لگی مگر حضرت عبداللہ نے انکار کر دیا۔

فائدہ:...... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور اس فاطمہ کا تفصیلی واقعہ فقیر کی کتاب "ابوین مصطفیٰ" میں پڑھئے۔

الفضل ما شهدت الا علىٰ:

وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کے مفسر اور مجدد نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالی لکھتے ہیں کہ:

اول نور محمدی درهند بقیاس مساوات منطقی ثابت میشود چه از روئے

احادیث صحیحه نور محمدی در صلب آدم ودیعت بود و از جبین مبین رومیتبافت پس روشن شد که عبده نور محمدی هند است فقهائے آں عرب وَكَفٰى بِذَالِكَ لِلْهِنْد مشرفا وفضلاً و تقریر مساوات این نور محمد صلی الله علیه وآله وسلم حل بآدم و آدم حل بالهند و تحقیق این قیاس در کتب منطق باید جست ۔

كَانَتْ لِآدَمَ اَرْضُ الْهِنْدِ مُنْهَبِطاً وَفِيْهِ نُوْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ مَشْعُوْلٌ!

کہا گیا ہے کہ نور محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حلول ہندوستان میں منطق مساوات ثابت ہوتا ہے کیونکہ احادیث صحیحہ کی رو سے نور محمدی سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں تھا اور ان کی پیشانی مبارک میں چمکا تو واضح ہوا کہ نور محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی ابتدائی آمد ہندوستان ہے۔ اور آپ کی منتہا عرب شریف ہے۔ آپ کی بدولت اور واسطہ سے ہندوستان کو کافی شرف وفضل ہے۔ اور اس مساوات کی تقریر یہ ہے کہ نور محمدی نے علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام آدم علیہ السلام کے ساتھ نزول فرمایا۔ اور منطق کی کتب میں اس قیاس کی تحقیق تلاش ہندوپاکستان کی زمین سیدنا آدم علیہ السلام کے نازل ہونے کی جگہ ہے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چمکنے والا تھا۔

(خطیرۃ القدس ص372)

فائدہ:...... یہ خطہ ہندوپاک کو شرف حاصل ہے کہ عالم بالا سے عالم سفلی میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا ہمارے ملک ہندوپاکستان کو نصیب ہوا۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے اپنی دوسری کتاب ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل میں اسی مضمون کو ان الفاظ میں لکھا ہے:

طلوع آفتاب نبوت و نیر اعظم رسالت اولا از افق بوده ست

زیرا کہ آدم علیہ السلام اول انبیاء ست و چوں نور نبوت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم در صلب آدم بود ازوے باصلاب دیگر بتدریج از منہ منتقل شد ثابت گردید کہ مطلع نور محمدی و مبدء فیض سرمدی ہند ست و غایت و منہتی و مظہر وجود عنصری و مجلائے او عرب و کفی باالھند شرفاً و فضلاً درکعب بن زہیر حیث قال

ان الرسول لنور یستضاءُ بہٖ

مھند من سیوف اللہ مسلول

جوھری گفتہ مھند تیغ ساختہ از آھن لطیفہ از ان خاطر میر آزاد بلگرامی ست گویانند بآذانِ ملت ــ و ضرب نوبت دولت محمدیہ اولا از سر زمین ہند بودہ میر آزاد در خانہ عامرہ گفتہ استنباط عجبی کردہ ام کہ حلول نور محمدی در ہند بقیاس مساوات منطقی ثابت می شود و تقریر قیاس این ست محمد حل بآدم و آدم حل باالھند فنور محمد حل بالھند و تحقیق این قیاس از کتب منطق باید جست

(ہدایۃ السائل الی ادلۃ المسائل ص 216، 217 مطبوعہ دہلی)

نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد وہابی نور محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پشت در پشت منتقل ہونے کا ان تمام شکوک و شبہات کو دور رکھنے کا تذکرہ اپنی دوسری کتاب نج الکرامۃ میں بھی اس طرح کیا ہے:

شك نیست کہ نور نبوت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اول در صلبِ آدم بُود و بعدہٗ دراصلاب آباء و ارحام اُمّھات انتقال

پذیر رفته تا آنکه به عبدالله بن عبدالمطلب درمکه ظاهر گردیده
واین از فضائل بعیدئه هند است و لنعم ما قبل ؎

کانت لآدم ارض الهند منهبطا! وفیه نور رسول الله مشعول!

آدم علیہ السلام ہند میں اترے اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک شعلہ زن تھا۔
(نجح الکرامۃ فی آثار القیامۃ ص 14)

دوسری گواہی:

مولوی ابراہیم میر سیالکوٹی نے سیرۃ المصطفیٰ ص 61 میں لکھا کہ عبدالمناف کو اس کے حسن و جمال کی وجہ سے قمر البطحا (سنگستان مکہ کا چاند) کہتے تھے آپ بتوں کو برا جانتے تھے۔
ان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ظاہر و آشکار تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ان کے چہرے میں موتی کی طرح چمکتا تھا۔ ان کو جو شخص دیکھتا ان کے ہاتھ چوم لیتا۔ اور جس شئے کے پاس سے گزرتے وہ شئے ان کو سجدہ کرتی۔ اور عبدالمطلب کے چہرے پر نور موتی کی طرح چمکتا تھا اور اس کے چہرے اور خدوخال سے پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہوتا تھا۔

(سیرت المصطفیٰ ص 70,71 ج1)

شارح بخاری کا بیان:

امام احمد قسطلانی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک جب حضرت عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم کعبہ میں سوئے۔ آنکھ کھلی تو دیکھا کہ آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے۔ سر میں تیل پڑا ہوا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب تن ہے وہ نہایت حیران ہوئے کہ نہیں معلوم یہ سب کچھ کیسے ہوا۔ ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنوں کے پاس لے گئے اور تمام واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا کہ اس واقعہ کا

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اس جوان کو نکاح کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پہلے قیلہ سے نکاح کیا۔ پھر ان کی وفات کے بعد فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ حضور کے والد ماجد حضرت عبداللہ کے ساتھ حاملہ ہو گئیں یعنی حضور کے والد ماجد جناب عبداللہ اپنی والدہ کے شکمِ اطہر میں جلوہ گر ہوئے جناب عبدالمطلب ہ کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک ان کی پیشانی میں چمکتا رہا جب مکہ میں قحط ہوتا تو لوگ عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل ثبیر کی طرف جاتے تھے اور ان کے ذریعہ سے تقرب خداوندی ڈھونڈتے اور بارش کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ اللہ تعالٰی ان کی دعاؤں کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل قبول فرماتا اور کثرت سے رحمت کی بارش برستی۔

(مواہب لدنیہ ص 5 ج 1)

قصیدہ عباس رحمتہ اللہ علیہ:

آخر میں قصیدہ عباس رضی اللہ عنہ لکھ دوں جو مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ ہے

شانِ ورود قصیدہ عباسیہ:

کتب سیر میں ہے کہ غزوہ تبوک کی فراغت کے بعد جناب حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ السلام کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند اشعار عرض کئے جن میں مذکور ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام کا طوفان سے بچنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود کا گلزار ہو جانا حضور کے نور ہی کی برکت سے تھا۔ چنانچہ قصیدہ کے اشعار مع ترجمہ ملاحظہ ہوں:۔

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِي الظِّلَالِ وَفِيْ
مُسْتَوْدَعٍ حَيْثُ يُخْصَفُ الْوَرَقُ
ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ
أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَّلَا عَلَقُ

یعنی پہلے اس کے خوش تھے آپ سایوں میں اور اس ودیعت گاہ میں جہاں ملائے جاتے تھے پتے یعنی آدم وحوا علیہما السلام کے جسم پر اس آیت شریف کی طرف اشارہ ہے:۔

وِطَفِقَا یَخْصِفَانِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

پھر اترے آپ شہروں میں کہ نہ بشر تھے اور نہ آپ مضغہ

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ وَقَدْ

اَلْجَمَ نَسْرًا وَّاَهْلَهٗ الْغَرَقُ

بلکہ نطفہ تھے کہ سوار تھے کشتی میں اسی حالت میں کہ لگام دی تھی غرق نے نسر کو (جو ایک بت تھا) اور اس کے پوجنے والوں کو یعنی جب طوفان کا پانی ان کے منہ میں داخل ہوا تھا۔

وَرَدْتَ نَارَ الْخَلِيْلِ مُكْتَتِمًا

فِیْ صُلْبِهٖ اَنْتَ كَيْفَ تَحْتَرِقُ

آپ خلیل اللہ کی پشت میں مخفی ہو کر آگ میں گئے پھر کیونکر وہ جل سکتے تھے۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتِ الْاَ

رْضُ وَضَاءَتْ بِنُوْرِكَ الْاُفُقُ

فَنَحْنُ فِیْ ذٰلِكَ الضِّيَاءِ وَفِی النُّوْ

رِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

وَاَضَاءَ مِنْكَ الْوُجُوْدُ نُوْرُسَنَا

وَفَاحَ مِسْكًا وِنَشْرُكَ الْعَبَقُ

یعنی اور جب آپ پیدا ہوئے تو روشن ہو گئی زمین اور روشن ہو گیا آپ کے نور سے افق ہم اس روشنی اور نور میں ہیں اور راستے ہدایت کے طے کیا کرتے ہیں اور کل وجود آپ سے روشن ہو گیا اور مہک گیا جیسے مشک مہکتا ہے اور آپ کی خوشبو پائیدار ہے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا:

لا یفضض الله فاك

﴿ترجمہ﴾..... اللہ تیرے منہ کو سلامت رکھے

(مواہب لدنیہ ص177 ج1 وہدایہ وغیرہ)

اس کی مزید تفصیل وحوالہ جات فقیر کے رسالہ نعت خوانی پر انعام نبوی یا شرح قصیدہ عباس پڑھئے۔

باب سوم

عام بشر و خیر البشر کے حالات از ولادت تا وصال مبارک

مذکورہ بالا تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ عام بشر عالم بالا سے شکم مادر میں کیسے پہنچا اور اس کی بشریت کا خمیر کس طرح کا ہے اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم بالا سے مادر شکم اطہر کیسے تشریف لائے اور آپ کا خمیر مبارک کی مختصر تحقیق بھی معلوم کر لی۔ اب فرق سمجھئے کہ عام بشر کیا ہے اور خیر البشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا۔

خیر البشر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور عام بشر:

خیر البشر:......وہ نور اول جو پیدا کیا گیا سیدہ آمنہ کے شکم اطہر میں منتقل ہوا۔

عام بشر:......نطفہ انسانی جس کی کیفیت سب کو معلوم ہے۔

خیر البشر:......سیدہ آمنہ کے شکم اطہر میں نور کی غذا اس لئے آپ ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

عام بشر:......ماں کا خون جو ماہواری کی صورت میں باہر آتا تھا اس لئے ناف کاٹی گئی۔

خیر البشر:......صاف ستھرے پیدا ہوئے بلکہ بوقت ولادت خوشبو مہکتی تھی اور نور روشن ہوا۔

عام بشر:......بدبو اور گندگی سے لت پت پیدائش۔

خیر البشر:......سجدہ ریز ہو کر امت کے لئے دعا اور جملہ عالم آپ کی ولادت پر مسرور

عام بشر:......چیختا چلاتا ہوا اور ماں کو رلاتا ہوا۔

خیر البشر:......حلیمہ کا دوسری طرف سے دودھ نہ پیا کہ بھائی کا حق ہے۔

بھائیوں کے لئے ترک پستاں کیا
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

عام بشر:......جوانی سے بڑھاپے تک عموماً دوسروں کی حق تلفی

خیر البشر:......جب دراز قد آپ کے ساتھ چلتے تو ان سے آپ اونچے نظر آتے۔ان کے کے جدا ہونے کے بعد آپ درمیانہ قد کے نظر آتے ایسے ہی بیٹھنے کے وقت کیفیت تھی تا کہ کوئی آپ سے بڑا نہ محسوس ہو۔

جس کے آگے سر سروراں خم رہے
اس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام

عام بشر:......جیسے تھا ہر جگہ ویسا ہی

خیر البشر:......کتنا ہی تیز رفتار آپ کے ساتھ چلتا تو آپ کی رفتار اس سے تیز ہوتی حالانکہ آپ اپنی عادت کے مطابق چلتے نظر آتے۔

عام بشر:......کیفیت سب کو معلوم ہے۔

خیر البشر:......بعض اوقات برہنہ پا و پتھر پر چلتے تو پتھر آپ کے قدم مبارک کے نیچے موم ہو جاتے اور آپ کے نشانِ پا اس پر منقش ہو جاتے۔لوگ اس نشانِ قدم مبارک کی زیارت کرتے اور اس سے برکت حاصل کرتے اور اس کی تعظیم کرتے۔

عام بشر:......پتھریلی زمین پر چلے تو سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

خیر البشر:......جسمِ اقدس و پسینہ مبارک کی خوشبو اتنی نفیس و دلربا تھی کہ کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔جس گلی محلہ سے گزرتے وہ مہک جاتا۔

عام بشر:......بدبو اور تعفن کا کیا کہنا اگر چند روز غسل نصیب نہ ہو تو مردار کی سی بدبو محسوس ہو۔

خیر البشر:......بعد وصال بھی خوشبو آ رہی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غسل

شریف کے وقت ایسی خوشبو آئی کہ ہم نے پہلے ایسی خوشبو کبھی نہ سونگھی تھی۔

عام بشر:...... مردے نہلانے والوں سے پوچھئے کہ غسل دیتے وقت کیسا برا حال ہوتا ہے۔

خیر البشر:...... دہن مبارک کی خوشبو کا کیا کہنا پھر لعاب دہن کی تو بات ہی کیا ہے کہ سراسر شفاء ہی شفاء اندھوں کو نور بخشا، بیماریوں کا تریاق ثابت ہوا۔ کھارا کنواں میٹھا ہو گیا۔

عام بشر:...... ہر آدمی جب تک اپنے منہ کی صفائی نہ رکھے۔ اس سے بدبو کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ عام آدمیوں کی تھوک سے بیماری پھیلتی ہے۔

خیر البشر:...... پیشاب مبارک خوشبودار اور شفائے امراض اور پینے والوں پر دوزخ حرام۔

عام بشر:...... بدبودار اور امراض کا سرچشمہ اور قبر کا عذاب بڑھانے والا۔

خیر البشر:...... خونِ اقدس پاک اور شفاء امراض اور خوشبوناک جن صحابہ نے پیا تا دمِ زیست ان کے منہ سے خوشبو مہکتی رہی۔

عام بشر:...... پلید اور بدبودار اور عذاب کا موجب۔

خیر البشر:...... براز اقدس زمین نگل جاتی پھر اس جگہ سے خوشبو مہکتی۔ جس ڈھیلہ کو براز شریف کے لئے استعمال کیا گیا وہ بھی معطر بلکہ جسے وہ ڈھیلہ نصیب ہوا اسے بھی معطر کر ڈالا۔

عام بشر:...... عام انسان اپنی قضائے حاجت سے خود بھی نہ صرف بیزار ہوتا ہے بلکہ ناک پر کپڑا رکھتا ہے۔

خیر البشر:...... سایہ نہ تھا۔

عام بشر:...... ہر انسان کا سایہ ہے جو ناپاک پر پڑتا ہے۔ لوگوں کے پاؤں تلے آتا ہے۔

خیر البشر:...... فرمایا...... 'نیند کے وقت صرف میری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا وہ سوتے جاگتے بیدار رہتا ہے۔'

عام بشر:...... سو گیا تو مردہ کی طرح ہو گیا۔

خیر البشر:...... نیند سے بیدار ہوں تو وضو نہ ٹوٹے۔

عام بشر:...... باوضو سو گیا تو وضو ٹوٹ گیا۔

خیر البشر:...... آپ کے دونوں کاندھوں کے درمیان سوئی کے ناکے کے برابر دو آنکھیں تھیں جن سے آپ پیچھے بھی دیکھتے تھے۔ اور ان آنکھوں کو کپڑا مانع تھا۔

(سیرت حلبیہ ص 342 ج 2۔ خصائص کبریٰ ص 152 ج 1)

عام بشر:...... جیسی بھی ہیں سامنے کی آنکھیں ہیں۔ پیچھے کچھ بھی نہیں۔

خیر البشر:...... بحالتِ آرام خواب بھی اقسام وحی میں سے ہے۔

عام بشر:...... کے خواب کی ایسی حیثیت و نوعیت نہیں ہے۔

مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا خوب بیان ہے:

تیری صورت تیری سیرت زمانے سے نرالی ہے
تیری ہر ادا پیارے دلیل بے مثالی ہے

اور عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا نے کیا خوب کہا:

تیری خلق کو حق نے جمیل کیا تیرے خلق کو حق نے عظیم کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

نوٹ:...... یہ فقیر کا مضمون ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ میں شائع ہوا اسی کو آگے فقیر تفصیل سے عرض کرنا چاہتا ہے۔

یہ امی لقب ہیں کہ پڑھائے نہیں جاتے:

جب ہم اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کہتے ہیں کہ آپ پیدائشی عالم ہیں تو بہت سے بدقسمت شک کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ سورۂ مریم میں بیان فرمایا ہے جس میں ان کے پیدائشی عالم ہونے کا واضح

ثبوت ہے۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام ودیگر انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے واقعات ہمارے دعویٰ کے مؤید ہیں۔ہاں تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہی حال ہے بلکہ بہت سے اولیائے کاملین مادر زاد گزرے ہیں جو نہ صرف اپنے بچپن کے حالات سے باخبر ہوتے ہیں۔مادر شکم کے حالات سے آگاہی بخشتے ہیں۔

سیدنا غوث جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

جب آپ مادر شکم میں رونق افراز تھے تو آپ کی والدہ ماجدہ مرحومہ نے کسی بیری سے گزرتے وقت بیر اٹھا کر کھایا تو پیٹ میں درد اٹھا جس پر بی بی نے بیر منہ سے باہر نکال پھینکا جب غوث اعظم سن شعور کو پہنچے تو والدہ مکرمہ سے پیٹ کے درد کا حال پوچھا تو بی بی نے واقعہ سنایا آپ نے فرمایا وہ کوئی اندرونی درد نہ تھا میں نے آپ کے پیٹ میں پاؤں مارا کہ غوث کی ماں ہو کر غیر کا بیر کھائے ایسا نہیں ہوسکتا۔

نسبت بڑی چیز ہے:

چونکہ بشریت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہونا تھا اسی لئے اعلیٰ بشریت بوجہ نسبت ملکیت سے افضل ٹھہری۔اس کی تفصیل آئے گی۔اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ جو شے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب ہوگئی وہ بھی شان والی ہوگئی۔

شب میلاد شریف:

محدثین کرام نے قاعدہ کلیہ لکھا کہ

لیلۃ المیلاد افضل من لیلۃ القدر

جس مبارک شب کو شہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے وہ شب لیلۃ القدر سے

افضل ہے۔ مولانا عبدالحئی لکھنوی نے اپنے فتاویٰ جلد سوم میں لکھا کہ:

بعض محدثین شب میلاد را بر شب قدر فضیلت دادند
(مجموعۃ الفتاویٰ ص ۸۷ ج ۱)

بعض محدثین نے شب میلاد کو شب قدر پر فضیلت دی ہے۔

اس کے بعد دلیل میں لکھا کہ:

فضیلت شب میلاد شریف بر شب قدر از افتخار ذاتی روست من رب العلمین۔
(مجموعۃ الفتاویٰ ص ۸۷ ج ۱)

شب میلاد کی فضیلت شب قدر پر اس لئے ہے کہ اسے نسبت ہے حبیب خدا سے اور یہ اللہ تعالیٰ کی عطا خاص ہے۔

اس کے بعد شیخ المحدثین البرکۃ فی الہند سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ کی طرف سے دلائل قائم کرتے ہوئے لکھا کہ:

و فی ما ثبت بالسنۃ ثم اذا قلنا انہ ولد لیلا فتلك اللیلۃ افضل من لیلۃ القدر بلاشبھ لان لیلۃ المولد لیلۃ ظھورہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و لیلۃ لقدر موطاہ لہ وما تشرف بظھور ذات المشرف من من اجلہ اشرف فما شرف بسبب مما اعطیہ ولان لیلۃ القدر تشرف بنزول الملئکۃ فیھا ولیلۃ المولد شرفت بظھورہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولان لیلۃ القدر وقع التفضیل فیھا علیٰ امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولیلۃ المولد الشریف التفضیل فیھا علیٰ سائر الموجودات وقال الشیخ المحدث الحافظ ابن حجر الازمنۃ والامکنۃ تشرف بشرف من یکون فیھا وما یکون فیھا من المزیا والکمالات ولذا قال بعضھم ان لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل من لیلۃ القدر۔

(مجموعۃ الفتاویٰ ج 1 ص 87 فتاویٰ عبدالحئی۔ ج 3)

اور ما ثبت بالسنة (کتاب) میں ہے اور پھر ہم نے کہا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت دنیا میں تشریف لائے اور وہ شب میلاد شب لیلة القدر سے افضل ہے اس لئے کہ وہ شب ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور اقدس کی رات ہے اور لیلۃ القدر آپ کو منجانب اللہ عطا ہوئی اور وہ شب جو خود ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہے اس لئے افضل کیوں نہ ہو جو شب آپ کو عطا ہوئی اور آپ کے سبب سے ہی مشرف ہوئی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ لیلۃ القدر میں ملائکہ کا نزول ہوتا ہے اور لیلۃ المیلاد میں خود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ لیلۃ القدر صرف امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عطا کی وجہ سے افضل ہے اور لیلۃ المیلاد تو جملہ موجودات پر رحمت و برکات کا موجب ہے۔

به ایں وجه فرقیست از کجا تو کجا

اس کے بعد حضرت الشیخ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دلیل قائم فرمائی کہ زمان و مکان کا ذاتی شرف نہیں ان کی شرافت و بزرگی اس ذات کی وجہ سے ہوتی ہے جو اس کا مکین اور باسی ہے تو وہ بزرگی زمان و مکان کی نہ ہوئی بلکہ زمان و مکان والے کے کمالات و فضائل کی وجہ سے ہوتی ہے اسلئے اہل علم نے فرمایا کہ لیلۃ المیلاد، لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

برابری کا دم بھرنے والے:

کیا جس رات یا دن کو تم پیدا ہوئے اسے کوئی مرتبہ حاصل ہے بلکہ بسا اوقات تم خود دوسروں کے لئے دردسر اور بے شمار نحوستوں کے سبب بن جاتے ہو۔

انتباہ:...... یہ صرف ایک نمونہ عرض کیا ہے تا کہ بے سمجھ انسان سمجھے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لباس بشریت میں تشریف لا کر اپنی ہر منسوب شے کو تمام اشیاء سے

برگزیدہ بنا کر سبق دیا کہ جو بشر بھی پیروی کرے گا یعنی اپنی بشریت کو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ڈھالے گا وہ دارین میں فلاح پائے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۝ لِمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا ۝

﴿ترجمہ﴾...... بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔ اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہوں اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

زمانہ شیر خوارگی:

اولاد آدم میں دودھ پینے کے کوائف واضح ہیں بیان کی ضرورت نہیں لیکن حضور سرور عالم کے متعلق وہ کمالات جو روایات و آثار میں وارد ہیں ان سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بنو آدم و سید اولاد آدم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

﴿۱﴾...... معقولات کا مسلم قاعدہ ہے کہ بچہ کی ایک عرصہ تک حس صحیح کام نہیں کر سکتی ماں۔ باپ۔ دادا۔ دادی و دیگر جملہ اشخاص کو ایک سمجھتا ہے۔

(سلم العلوم)

نبی علیہ السلام کا شعور:

ہم حضور علیہ السلام کے لئے یہ دور شیر خوارگی بھی تعلیم امت پر محمول کریں گے اس لئے کہ آپ نے شیر خوارگی بشریت کے رنگ میں بحال رکھ کر حقیقت محمدیہ کا اظہار بھی فرمایا۔ چند نظائر ملاحظہ ہوں:......

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ پلانے کے واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مکہ معظمہ آئیں، محمد عربی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یتیم ہونے کے سبب تمام عورتوں نے اعراض کیا (اور سوچا کہ ایک یتیم بچے کی پرورش کا معاوضہ ہمیں کیا ملے گا؟) یہاں تک کہ پہلی مرتبہ تو حضرت حلیمہ بھی چھوڑ کر چلی گئیں، پھر جب انہیں کوئی بچہ نہ ملا تو دوبارہ آ کر آپ کو گود میں لے لیا، وہ جب آئی تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کو دودھ سے زیادہ سفید کپڑے میں لپیٹا گیا ہے، آپ سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہے، اور آپ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا بچھایا ہوا ہے، آپ گدی کے بل لیٹے ہوئے تھے، ان پر ہیبت طاری ہوگئی اور وہ آپ کو جگانے کی ہمت نہ کرسکیں، آہستگی کے ساتھ آپ کے سینے پر ہاتھ رکھا تو آپ نے مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول دیں، آنکھوں سے ایک نور نکلا جو آسمان کی بلندیوں تک چلا گیا، انہوں نے بے ساختہ آپ کو چوم لیا اور اپنا دایاں پستان پیش کیا جس سے آپ نے دودھ پیا، پھر بایاں پستان پیش کیا تو اسے قبول نہ فرمایا، گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہام کے ذریعے عدل سکھا دیا تھا اور آپ کو آگاہ کر دیا کہ حضرت حلیمہ کا ایک بیٹا بھی اس دودھ میں شریک ہے، چنانچہ آپ نے بایاں پستان اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیا (دودھ پی کر دکھایا اور ساتھ ہی حقوق العباد کی تعلیم بھی دی، ادھر ہم بھی بشر ہیں کہ بڑھاپے تک غیروں کے حقوق کھائے جا رہے ہیں جس کا ذرہ بھی بھی احساس نہیں ہوتا۔)

حضرت حلیمہ سعدیہ اور ان کی اونٹنی سخت بھوک، لاغری اور دودھ کی قلت سے دوچار تھیں، اس در یتیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیتے ہی دودھ کی فراوانی دیدنی تھی، آپ نے اور آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر حضرت حلیمہ کا دودھ پیا، اس رات ان کی اونٹنی نے بھی اتنا دودھ دیا کہ سب نے پیٹ بھر کر پیا، صبح ہوئی تو آپ کی والدہ حضرت آمنہ نے انہیں رخصت کیا، حضرت حلیمہ اپنی دراز گوش پر سوار ہوئیں اور آپ کو اپنے آگے بٹھایا تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی دراز گوش نے بیت اللہ شریف کی طرف رخ کر کے

تین مرتبہ سجدہ کیا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا (اس طرح اس نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری بننے کا شکریہ ادا کیا) حضرت حلیمہ جب اپنی قوم کے ساتھ روانہ ہوئیں تو ان کی سواری سب سے آگے جا رہی تھی، جب کہ پہلے وہ تنہا انہیں اٹھا کر مشکل سے اٹھتی تھی، دوسری عورتیں کہنے لگیں کہ یہ پہلے والی دراز گوش نہیں ہے، جب انہیں پتہ چلا کہ یہ وہی ہے تو کہنے لگیں اس کی شان عظیم ہے۔ حضرت حلیمہ نے سنا کہ وہ دراز گوش کہہ رہی تھی میری بڑی شانیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی ہے، کاش تم جانتیں کہ میری پشت پر کون ہے؟ وہ افضل الانبیاء اور اولین وآخرین کے سردار ہیں۔

جب یہ لوگ اپنے علاقے میں پہنچے تو اس وقت زمین خشک سالی کا شکار تھی، حضرت حلیمہ کی بکریاں چراگاہ سے واپس آتیں تو دودھ سے بھری ہوئی ہوتیں، جب کہ دوسرے لوگوں کی بکریوں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ ہوتا، جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک دو سال ہوگئی تو حضرت حلیمہ آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے گئیں۔

(النعمۃ الکبریٰ لابن حجر رحمتہ اللہ علیہ)

تعلیم الامۃ شیر خوارگی سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

بشریت کی تعلیم ہے ورنہ شیر خوار بچوں کے یہ اطوار نہیں ہوتے جو آپ سے سرزد ہوئے اس سے تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کی بشریت تعلیم الامۃ ہے۔

وہ کمالات جو عام بشر میں نہیں:

مندرج ذیل کمالات حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شیر خوارگی کے زمانہ میں پائے گئے تاکہ یقین ہو کہ نور لباس بشر میں تشریف لایا ہے۔

﴿۱﴾...... ابن الشیخ نے خصائص میں ذکر کیا ہے کہ آپ کا گہوارہ (یعنی جھولا) فرشتوں کی جنبش دینے سے ہلا کرتا تھا۔

(مواہب لدنیہ)

﴿۲﴾......بیہقی اور ابن عساکر نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت حلیمہ کہتی تھیں کہ انہوں نے جب آپ کا دودھ چھڑایا تو آپ نے دودھ چھڑانے کے ساتھ ہی سب سے اول جو کلام فرمایا وہ یہ تھا:

الله اکبر کبیراً والحمد الله کثیراً و سبحان الله بکرة واصیلاً

﴿۳﴾......آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ بڑے ہوئے تو باہر تشریف لے جاتے اور لڑکوں کو کھیلتا دیکھتے مگر ان سے علیحدہ رہتے (یعنی کھیل میں شریک نہ ہوتے)۔

(مواہب لدنیہ)

﴿۴﴾......ابن سعد، ابونعیم اور ابن عساکر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت حلیمہ آپ کو کہیں دور نہ جانے دیا کرتیں ایک بار ان کو کچھ خبر نہ ہوئی آپ اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ عین دوپہر کے وقت مواشی کی طرف چلے گئے۔ حضرت حلیمہ آپ کی تلاش میں نکلیں۔ یہاں تک کہ آپ کو بہن کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں کہ اس گرمی میں (ان کو لائی ہو) بہن نے کہا اماں میرے بھائی کو گرمی ہی نہیں لگی میں نے ایک بادل کا ٹکڑا دیکھا جو ان پر سایہ کیے ہوئے تھا۔ جب ٹھہر جاتے تھے وہ بھی ٹھہر جاتا تھا اور جب یہ چلنے لگتے وہ بھی چلنے لگتا یہاں تک کہ اس موقع تک اسی طرح پہنچے۔

(مواہب لدنیہ)

﴿۵﴾......حضرت حلیمہ سعدیہ سے روایت ہے کہ میں (طائف سے) بنی سعد کی عورتوں کے ہمراہ دودھ پینے والے بچوں کی تلاش میں مل کر چلی۔ اس قبیلہ کا کام یہی تھا۔ اور اس سال سخت قحط تھا میری گود میں ایک بچہ تھا مگر اتنا دودھ نہ تھا کہ اس کو کافی ہوتا رات بھر اس کے رونے کی وجہ سے نیند نہ آتی اور نہ ہماری اونٹنی کے دودھ ہوتا میں ایک دراز گوش پر سوار تھی جو غایت لاغری سے سب کے ساتھ نہ چل سکتا تھا۔ ہمراہی بھی اس

سے تنگ آ گئے تھے ہم مکہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو عورت دیکھتی اور یہ سنتی کہ آپ یتیم ہیں کوئی قبول نہ کرتی (کیونکہ زیادہ انعام واکرام کی توقع نہ ہوتی اور ادھر ان کو دودھ کی کمی کے سبب کوئی بچہ نہ ملا) میں نے اپنے شوہر سے کہا یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں خالی جاؤں میں تو اس یتیم کو لاتی ہوں شاید اللہ تعالیٰ برکت عطا کرے غرض میں آپ کو جا کر لے آئی۔ جب اپنی فرودگاہ پر لائی اور گود میں لے کر دودھ پلانے بیٹھی تو دودھ اس قدر اترا کہ آپ اور آپ کے رضاعی بھائی نے خوب آسودہ ہو کر پیا اور پیٹ بھر کر سو گئے اور میرے شوہر نے جو اونٹنی کو جا کر دیکھا تو تمام دودھ ہی دودھ بھرا تھا۔ غرض اس نے دودھ نکالا اور ہم سب نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا اور رات بڑے آرام سے گزری اور اس سے پہلے سونا میسر نہ ہوتا تھا۔ شوہر کہنے لگا اے حلیمہ تو بڑے برکت والے بچے کو لائی میں نے کہا ہاں مجھے بھی امید ہے۔

﴿۶﴾...... حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ہم مکہ سے روانہ ہوئے اور میں آپ کو لے کر اس دراز گوش پر سوار ہوئی تو پھر اس کا یہ حال تھا کہ کوئی سواری اس کو پکڑ نہ سکتی تھی۔ میری ہمراہی عورتیں تعجب سے کہنے لگیں کہ حلیمہ ذرا آہستہ چلو یہ وہی تو ہے جس پر تو آئی تھی میں نے کہا "ہاں وہی ہے" وہ کہنے لگیں بے شک اس میں کوئی بات ہے۔ پھر ہم اپنے گھر پہنچے۔

﴿۷﴾...... گھر پر سخت فاقہ تھا۔ لیکن میری بکریاں دودھ بھری آتیں اور دوسروں کو اپنے جانوروں میں ایک قطرہ دودھ کا نہ ملتا میری قوم کے لوگ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ ارے تم بھی وہیں چراؤ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں ان لوگوں کے کہنے پر چرواہوں نے اپنے جانور میرے جانوروں کی چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑے مگر پھر بھی ان کے جانور خالی آتے اور میرے جانور بھرے آتے (کیونکہ چراگاہ میں کیا رکھا تھا۔ وہ تو بات ہی اور تھی) غرض ہم برابر خیر و برکت کا مشاہدہ کرتے رہے یہاں تک کہ دو سال پورے ہو گئے۔

﴿۸﴾......آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نشو ونما اور بچوں سے بہت زیادہ تھی یہاں تک کہ دو سال کی عمر میں اچھے بڑے معلوم ہونے لگے۔ پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائے مگر آپ کی برکت کی وجہ سے ہمارا جی چاہتا تھا کہ آپ اور رہیں اس لئے آپ کی والدہ سے اصرار کرکے دوبارہ مکہ میں جانے کے بہانے سے پھر اپنے گھر لے آئے۔

﴿۹﴾......ایک بار آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ مواشی میں پھر رہے تھے کہ یہ بھائی دوڑتا ہوا آیا مجھ سے اور اپنے باپ سے کہا کہ میرے قریشی بھائی کو دو سفید کپڑے والے آدمیوں نے پکڑ کر لٹا لیا اور شکم چاک کیا میں اسی حال میں چھوڑ کر آیا ہوں سو ہم دونوں گھبرائے ہوئے گئے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں لیکن رنگ متغیر ہے میں نے پوچھا بیٹا کیا تھا۔ فرمایا دو شخص سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے اور مجھ کو لٹایا اور پیٹ چاک کرکے کچھ ڈھونڈ کر نکالا، معلوم نہیں کیا تھا ہم آپ کو اپنے ڈیرے میں لائے تب شوہر نے کہا حلیمہ اس لڑکے کو آسیب کا اثر ہے۔ قبل اس کے کہ اس کا زیادہ اثر ہو، ان کے گھر پہنچا آ میں آپ کی والدہ کے پاس لے کر گئی آپ نے فرمایا کہ تو تو اس کو رکھنا چاہتی تھی پھر کیوں لے آئی؟ میں نے کہا اب خدا کے فضل سے ہوشیار ہو گئے ہیں اور میں اپنی خدمت کر چکی خدا جانے کیا اتفاق ہوتا اس لئے لائی ہوں۔ انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں سچ بتلا؟ میں نے سب قصہ سچ سچ بیان کیا کہنے لگیں تجھ کو ان پر شیطان کے اثر کا اندیشہ ہے؟ میں نے کہا ہاں کہنے لگیں ہر گز نہیں۔ واللہ شیطان کا ان پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا میرے بیٹے کی ایک خاص شان ہے۔ پھر انہوں نے بعض حالات حمل اور ولادت کے بیان کئے۔ اور بعد میں فرمایا۔ اچھا ان کو چھوڑ دو اور خیریت کے ساتھ جاؤ۔

(سیرت ابن ہشام)

شق صدر کیوں:

حضور علیہ السلام کی بشریت عام بشروں جیسی ہوتی تو پھر دوسرے بشروں کا بچپن میں شق الصدر کیوں نہیں کیا جاتا۔ اس میں اسی راز کا اظہار تھا کہ نور بشر کے لباس میں ہے اس کی تشریح آتی ہے۔

﴿۱۰﴾......محمد بن اسحاق نے ثور بن یزید سے (شق صدر کے بعد کا واقعہ) مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سفید پوش شخصوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کو ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ وزن کیا تو میں بھاری نکلا۔ پھر اسی طرح سو کے ساتھ، پھر ہزار کے ساتھ کیا پھر کہا بس کرو واللہ اگر ان کو ان کی تمام امت سے وزن کرو گے تب بھی یہی وزنی نکلیں گے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

فائدہ:......اس جملہ میں آپ کو بشارت سنائی کہ آپ نبی ہونے والے ہیں۔ آپ کا شق صدر اور قلب اطہر کا دھلنا چار بار ہوا۔ ایک تو یہی جو ذکر کیا گیا اور دوسری بار دس سال کی عمر میں صحرا میں ہوا تھا۔ تیسری بار وقت بعثت کے ماہ رمضان میں غار حرا میں، چوتھی بار شب معراج میں اور پانچویں بار ثابت نہیں۔

(الشمامہ جنغیر بسیر)

ایام طفولیت میں شق صدر کی تفصیل:

صحیح مسلم جلد اول ص 920 پر حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر سینہ اقدس چاک کیا قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینہ اقدس میں رکھ کر سینہ مبارک بند کر دیا وہ بچے (جن کے ساتھ حضور علیہ السلام کھیل رہے تھے حضور علیہ السلام کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کر دیئے گئے) لوگ دوڑے ہوئے آئے تو حضور علیہ السلام کا رنگ مبارک بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس میں سوئی سے (سیئے جانے) کا نشان دیکھا۔

فائدہ:......اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شق صدر مبارک کے متعلق روحانی، منافی، مشفی، معنوی وغیرہ کی تمام تاویلات قطعاً باطل ہیں۔ بلکہ یہ "شق" اور چاک کیا جانا، حسی حقیقی اور امر واقعی ہے کیونکہ سینہ اقدس میں سوئی سے سیئے جانے کا نشان چمکتا ہوا نظر آتا تھا۔ پھر حدیث پاک میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ جب حضور علیہ السلام کا سینہ مبارک چاک کیا گیا تو حضور علیہ السلام کے ساتھ کھیلنے والے لڑکے دوڑے ہوئے حضور کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ) کے پاس آئے اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے۔

فائدہ:......یاد رہے کہ حضور علیہ السلام کے سینہ مبارک کے چاک ہونے اور قلب اطہر کے نکالے جانے سے اس سے منجمد خون کے باہر نکالنے کا واضح ذکر اور حضور علیہ السلام کے متغیر اللون ہونے کا بیان اس حقیقت کو بے نقاب کر رہا ہے کہ یہ واقعہ بالکل حسی ہے۔ اسے جواز پر محمول کرنا شان نبوت سے بے خبری کی دلیل ہے اور واقعات کے بھی خلاف ہے۔ یہی شق صدر ہے جس میں واضح ثبوت ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت نوری تھی۔

دلائل نوری بشریت:

﴿۱﴾......عام بشر کے دل کو معمولی ٹھیس پہنچنے پر موت واقع ہو جاتی ہے اس لئے کہ انسان کا دل اس کی روح حیات کا مستقر ہوتا ہے۔ اس کا سینہ سے باہر آ جانا روح حیات کا بدن سے نکل جانا ہے۔ لیکن یہاں تو قلب اطہر کو ٹکڑے کیا گیا تا کہ معلوم ہو کہ جس طرح قلب مبارک کے سینہ اقدس سے باہر ہو جانے کے باوجود حضور علیہ السلام زندہ ہیں اسی طرح وہ روح مبارک کے قبض ہو جانے کے بعد زندہ رہیں گے۔ یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم ترین معجزات میں سے ہے اس سے ہی واضح ہوتا ہے کہ آپ کی بشریت بھی نوری ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی حیات اور نوری بشریت:

یہی حال دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کا تھا۔ جیسا کہ تابوت بنی اسرائیل کے قصہ میں طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

کان فیه الغشت التنی یغسل فیها قلوب الانبیاء۔

(فتح الملہم جلد اول ص100)

یعنی تابوت سکینہ میں وہ طشت بھی تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے دلوں کو دھویا جاتا ہے۔ چونکہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبعیت میں حیات حقیقی جسمانی عطا کی گئی لہٰذا شق صدر اور قلب مبارک کا دھویا جانا بھی ان کو عطا کیا گیا تھا۔ تاکہ ان کی حیات بعد الوفات پر بھی اسی طرح دلیل قائم ہو جائے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات الممات پر دلیل قائم کی گئی اور اس سے نوری بشریت کا ثبوت ملا۔ اس طرح بلا تخصیص و تقلید مطلقاً حیات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ثابت ہو جائے۔ اور یقین ہو کہ ان کی بشریت بھی نوری تھی۔

﴿۲﴾......عام بشر کا دل ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جسے نہ کچھ شعور نہ علم اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کی کیفیت جبرئیل علیہ السلام کی زبانی سنئے جنہوں نے اسے چیر کر دیکھا۔ چنانچہ حضرت الامام العلامہ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

جبرئیل علیہ السلام نے شق صدر مبارک کے بعد قلب اطہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرمانے لگے:

قلب سَدِیْدٌ فیه عَینَان تُبصران واذنان لسیمعان

قلب مبارک ہر قسم کی کجی سے پاک ہے اور بے عیب ہے اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔

(فتح الباری جلد 13، ص410)

فائدہ:......قلب مبارک کی یہ آنکھیں اور کان عالم محسوسات سے وراء الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لئے ہیں۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون

﴿ترجمہ﴾......میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہو جو تم نہیں سن سکتے۔

دائمی ادراک:

جب اللہ تعالٰی نے بطور خرق عادات حضور علیہ السلام کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرمائے ہیں تو اب یہ کہنا کہ ورائے عالم محسوسات کو حضور علیہ السلام کا دیکھنا اور سننا احیانا ہے دائمی نہیں۔ قطعا باطل ہو گیا۔ جب ظاہری آنکھیں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیانا ہو سکتا ہے۔ البتہ حکمت الہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دھیان نہ رہنا عدم توجہ اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا امر آخر ہے۔ جس کا کوئی منکر نہیں اور وہ علم کے منافی نہیں ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو گئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باطنی سماع اور بصارت عارضی نہیں بلکہ دائمی ہے۔

عقیدہ اسلاف نوری نبی بشری:

علامہ شہاب الدین عسقلانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وہم کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور علیہ السلام کے نور سے مخلوق ہونے کی منافی ہے لیکن یہ وہم غلط اور باطل ہے ان کی عبارت یہ ہے:

وکونہ مخلوقا من النور لاینا فیہ کما توھم ـــ

(نسیم الریاض، شرح شفا قاضی عیاض جلد 4 ص 238)

﴿ترجمہ﴾......ہونا آپ کا نور سے تخلیق شق صدر کے منافی نہیں ثابت ہوا کہ آپ کی بشریت عیوب ونقائص سے پاک تھی کسی کا بشر ہونا نورانیت کے منافی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا۔ شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینہ اقدس چاک ہونے کے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل حقی حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

﴿ترجمہ﴾......شق صدر کسی آلہ سے نہیں تھا نہ اس شگاف سے خون بہا۔

(روح البیان جلد 5 ص 106)

حضور علیہ السلام کی خلقت نور سے ہے۔ اور بشریت ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو احوالِ بشریہ پر غلبہ دے دے۔ بشریت نہ ہوتی تو شق کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا۔ اور خون بھی ضرور بہتا۔

جب کبھی خون بہا (جیسے غزوہ احد میں) تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا۔ اور جب خون نہ بہا جیسے لیلۃ المعراج شق صدر میں تو وہاں نورانیت غالب تھی۔ مزید تفصیل فقیر کی کتاب شرح شق الصدر میں پڑھیے۔

بچوں کو روزانہ نہلایا دھلایا نہ جائے تو گھر میں بدبوئی کا حال سب کو معلوم ہے لیکن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وسیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بیانات شاہد ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس جسمانیت اقدس سے خوشبو مہکتی تھی اور نہ صرف جسم اقدس تک محدود تھی بلکہ سارا گھر خوشبو سے مہکتا رہتا تھا۔ فقیر کی تصنیف "خوشبوئے رسول" میں تفصیل پڑھیے۔

انتباہ: ...... سیرت کی کتابوں میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سوانح اقدس مفصل مرقوم ہے فقیر کا رسالہ "بچپن حضور کا" پڑھیے تاکہ حقیقت واضح ہو کہ حضور نبی پاک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن حق اور آپ کی بشریت کی واضح دلیل لیکن ہمارے موقف کی بھرپور تائید کہ آپ کی بشریت تعلیم امت کے لئے تھی ورنہ عام بشر کے بچپن کے حالات سب کو معلوم ہیں لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن نے درس دیا کہ بشریت کا بچپن یوں ہونا چاہئے جب ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن کے حالات پڑھتے ہیں تو یقین ہوتا ہے کہ آپ کی بشریت تعلیم امت کے لئے تھی۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت شاہ احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ نے کیا خوب فرمایا:

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

بچپن تا اظہار نبوت:

عام بچوں کے حالات بچپن میں ناگفتہ بہ ہوتے ہیں لیکن آپ ﷺ کا زمانہ طفولیت بھی ارفع واعلیٰ ہے۔

معجزہ:...... ایک بار اپنے بچپن کا واقعہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا کہ میں ایک بار بچوں کے ساتھ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا۔ اور سب اپنی لنگی اتار کر گردن پر پتھر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ میں نے بھی ایسا ہی کرنا چاہا۔ (کیونکہ اتنے بچپن میں انسان اتنا مکلف نہیں ہوتا۔ طبعاً اور عرفاً بھی ایسے بچے سے ایسا امر خلاف حیا نہیں سمجھا جاتا۔ دفعتاً (غیب سے) زور سے ایک دھکا لگا اور یہ آواز آئی کہ اپنی لنگی باندھو، بس میں نے فوراً باندھ لی اور گردن پر پتھر لانے شروع کر دیئے۔ (سیرۃ ابن ہشام)

بچپن میں وسیلہ:

ابن عساکر نے حلیمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے کہ میں مکہ معظمہ میں پہنچا اور وہ لوگ سخت قحط میں تھے۔ قریش نے کہا اے ابو طالب چلو پانی کی دعا مانگو ابو طالب چلے اور ان

کے ساتھ ایک لڑکا تھا۔ اس قدر حسین جیسے بدلی میں سے سورج نکلا ہو۔ (یہ لڑکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ جو اس وقت ابو طالب کی پرورش میں تھے) ابو طالب نے ان صاحبزادہ کی پشت خانہ کعبہ سے لگائی اور صاحبزادے نے انگلی سے اشارہ کیا اور آسمان سے کہیں بادل کا نشان نہ تھا۔ سب طرف سے بادل آنا شروع ہوا۔ یہ واقعہ آپ کی صغیر سنی میں ہوا۔ (تواریخ الریاض) ابو طالب نے نفع کمایا۔

ایک مرتبہ آپ ابو طالب کے ہمراہ بارہ برس کی عمر میں سفر تجارت شام کو گئے راہ میں بحیرا راہب انصاری کے پاس اتفاقاً قیام ہوا۔ راہب نے آپ کو علامات نبوت سے ...... پہچانا اور قافلہ کی دعوت کی اور ابو طالب سے کہا کہ یہ پیغمبر سردار سب عالموں کے ہیں۔ اور اہل کتاب اور یہود و نصاریٰ ان کے دشمن ہیں ان کو ملک شام میں نہ لے جاؤ۔ مبادا ان کے ہاتھ سے ان کو گزند پہنچے۔ سو ابو طالب نے مال تجارت وہیں فروخت کیا اور بہت نفع پایا اور وہیں سے مکہ کو پھر آئے۔

(تواریخ حبیب اللہ)

آپ جب ابو طالب کی کفالت و تربیت میں تھے۔ جب ان کے عیال کے ہمراہ کھانا کھاتے سب شکم سیر ہو جاتے اور جب نہ کھاتے تو سب بھوکے رہ جاتے گویا آپ کی برکت خود ابو طالب کی کفالت کر رہی تھی۔ اور ابو طالب کے بیٹے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو آپ نے اس احسان کے جواب میں اپنی آغوش تربیت میں لے لیا تھا۔

جوانی مبارک:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیسے بشریت کو بچپن کو شرف بخشا تو امت کی تعلیم کے لئے جوانی کو مشرف فرمایا تو بھی چنانچہ سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جب آپ چودہ یا پندرہ سال کے بقول دیگر بیس سال کے ہوئے تو قریش اور قیس میں ایلان میں ایک لڑائی ہوئی تو اس واقعہ کو بعض تواریخ میں آپ بھی تشریف فرمائے آپ نے فرمایا ہے کہ

میں اپنے اعمام کو تیروں سے بچاتا تھا۔ اور اس واقعہ کا بڑا قصہ ہے۔ (سیرۃ ابن ہشام) اس واقعہ سے آپ کا شجاع ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی رہتی تھیں۔ آپ کے صدق و امانت و حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جائیے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ہمراہ رہے گا۔ آپ نے قبول فرمالیا یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے۔ اور کسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ تھا۔ اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ میسرہ نے کہا کہ قریش کے اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں۔ راہب نے کہا اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کبھی کوئی نہیں اترا۔ آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے۔ اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے آپ پر سایہ کرتے تھے۔ جب آپ مکہ پہنچے تو حضرت خدیجہ کو ان کا مال سپرد کیا تو دیکھا کہ دوگنا یا اس کے قریب نفع ہوا۔ (یہ تو آپ کے صدق و امانت کی بین دلیل تھی اور میسرہ نے ان سے اس راہب کا قول اور فرشتوں کے سایہ کرنے کا واقعہ بیان کیا حضرت خدیجہ نے ورقہ بن نوفل سے جو ان کے چچازاد بھائی اور عیسائی مذہب کے بڑے عالم تھے ذکر کیا۔ ورقہ نے کہا، اے خدیجہ! اگر یہ بات صحیح ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے نبی ہیں۔ اور مجھ کو (کتب سماویہ سے) معلوم ہوا کہ اس امت میں ایک نبی ہونے والا ہے اور اس کا یہی زمانہ ہے۔ حضرت خدیجہ بڑی عاقلہ تھیں یہ سب سن کر آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں آپ کی قرابت اور اشرف القوم اور امین و صادق اور صادق القول ہونے کے سبب آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اعمام سے ذکر کیا اور ان کے زیر اہتمام نکاح ہو گیا۔ (سیرۃ ابن ہشام) اس راہب کا نام نسطور تھا۔

(تواریخ حبیب اللہ)

جب آپ پینتیس (35) سال کے ہوئے تو قریش نے خانہ کعبہ کی تعمیر از سر نو

شروع کرنے کا ارادہ کیا جب حجر اسود کے موقع تک تعمیر پہنچی تو ہر قبیلہ اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر میں رکھوں، قریب تھا کہ ان میں جھگڑا ہو آخر اہل الرائے نے یہ مشورہ دیا کہ مسجد حرام کے دروازے میں جو سب سے پہلے آئے اس کے فیصلے پر سب عمل کرو۔ لہٰذا سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے سب دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ محمد ہیں۔ امین ہیں، اور قریش آپ کو نبوت سے پہلے امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اور آپ کی خدمت میں یہ معاملہ پیش کیا آپ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا آپ نے حجر اسود اپنے دست مبارک سے اس کپڑے میں رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا آدمی اس چادر کا ایک ایک پلو تھام لے اور خانہ کعبہ تک لے چلے جب وہاں پتھر پہنچا تو آپ نے خود اس کو اٹھا کر اس کے موقع پر رکھ دیا۔

(سیرۃ ابن ہشام)

اس فیصلہ سے سب راضی ہو گئے۔ اٹھانے کا شرف تو سب کو حاصل ہو گیا۔ اور چونکہ آپ نے فرمایا کہ سب آدمی مجھ کو اس کے موقع پر رکھنے کے لئے اپنا وکیل بنائیں۔ کہ فعل وکیل کا بمنزلہ موکل ہوتا ہے تو اس طرح رکھنے میں بھی سب شریک ہو گئے۔

(تواریخ حبیب اللہ بتغیر الفاظ)

نوٹ:...... یونہی آپ کا نبوت کے بعد تا وصال یہی حال رہا کہ ہر ہر ادا تعلیم بشریت کے لئے تھا۔ آنے والی تفصیل یہی تصور ذہن میں رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے لئے کیا جو کچھ کیا۔

فقیر سب سے پہلے آپ کی ظاہری بشریت کے امتیازات عرض کرتا ہے۔

صورت بشری:

بارہا ہم نے کہا اور کتابوں میں لکھا کہ آپ بشر ہیں لیکن نہ ہمارے جیسے بلکہ آپ کی بشریت بھی نور ہے یہ بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ نور صورت بشری میں ہیں کہ دیکھنے والوں کو اجنبیت محسوس تک نہیں ہوتی ورنہ جیسا کہ تحقیق سے معلوم ہو چکا کہ آپ کی اسی بشریت کا مادہ نور کی طرح چمکتا رہا لیکن جونہی عالم بشریت میں قدم رکھا اس کی کیفیت وہی ہو گئی جیسے عام بشر کی ہوتی ہے۔ اسے یوں سمجھئے کہ حجر اسود نور ہے اور اس کا نور سورج سے بڑھ کر چمکیلا ہے لیکن اسے جونہی زمین پہ لایا گیا تو عام پتھروں جیسا پتھر ہے۔ لاتشبیہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نوری مادہ بشر کے لباس میں ہے تو جیسے حجر اسود کی نوری حقیقت کو پتھر کے لباس میں فرق نہیں آیا تو یہاں بھی مان لیا جائے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشری لباس سے آپ کی حقیقت نوری میں فرق نہیں آیا۔ یا ملائکہ کرام بارہا بشری لباس میں دنیا میں آئے جیسے جبرائیل علیہ السلام بارگاہ انبیاء علیہم السلام میں بشری لباس میں تشریف لائے تو یہی کہا جاتا ہے کہ ان کی صورت بشری ہے لیکن حقیقت نور۔ ایسے ہی حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کہا جائے۔ اس سے کب لازم آتا ہے کہ آپ جنس بشر سے نہیں جنسیت تو ظاہر ہے صرف حقیقت کا انکار ہے تو ضد ہے ورنہ منطقی قاعدہ ہے کہ ایک جنس میں حقائق مختلف ہوتے ہیں لیکن جنس جنس میں فرق ہوتا ہے۔ کیچڑ، گارہ وغیرہ بھی مٹی ہے اور شیشہ وآئینہ بھی لیکن فرق ہے کیچڑ، گارہ کا حال ظاہر ہے اور آئینہ نور کی طرح ہے چمکتا ہے چمکا دیتا ہے۔

حضرت امام زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرمایا:

اعلم ان من تمام الایمان به صلی الله علیه وآله وسلم الایمان التصدیق

بان اللہ تعالیٰ جعل خلق ای التقدیر بدنہ الشریف علی وجہ لے حال وھیئۃ لم یظھر قبلہ ولا بعدہ خلق آدمی مثلہ فیکون مایشاھد من خلق بدنہ ای الصفۃ الظاھرۃ آیات علی ما یتضح لے ینکشف ویظھر۔

(زرقانی شرح مواہب ص 70 ج 4)

﴿ترجمہ﴾......جان لیجئے کہ آپ (یعنی حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ایمان کامل کرنے سے (اس کا) ایمان لانا یعنی تصدیق کرنا (ضروری) ہے کہ باری تعالیٰ جل مجدہٗ نے آپ کے بدن شریف کی تقدیر پیدائش کو ایسی وجہ سے پیدا فرمایا ہے اور (ایسے) حال اور ہیئت پر (واقع ہوا ہے) کہ ان کی مثل کسی آدمی کی ہیئت وخلقت نہ آپ سے پہلے ہوئی اور نہ بعد میں ہوگی۔ پس آپ کے بدن مبارک کی خلق اور صفات ظاہرہ میں ایسے معجزات ہیں جو مشاہدہ کیے جاتے ہیں جیسا کہ واضح یعنی منکشف اور ظاہر ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ ہمیں عشاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کی تعریف میں اس قسم کی تصدیقات ملتی ہیں۔ حضرت علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

فھو الذی تم معناہ وصورتہ
ثم اصطفاہ حبیبا بارئی النسم
منزہ عن شریك فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

﴿ترجمہ﴾......پس یہی وہ ہستی ہے کہ جس کے کمالات ظاہری اور باطنی کو (اللہ جل شانہ نے) پورا کیا۔ پھر ان کو مخلوق کے پیدا کرنے والے نے حبیب بنا کر چن لیا۔ (وہ) محاسن میں شریک ہونے سے منزہ ہیں پس ان میں حسن کا وہ جوہر ہے جو (اور کسی پر) تقسیم نہیں ہوا۔

اور آپ کی نعتِ اعظم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کی بارگاہ میں نعت پیش کی۔

واحسن منك لم ترقط عين
واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرا من كل عيب
كانك قد خلقت كما تشاء

﴿ترجمہ﴾......اور آپ سے زیادہ حسین کسی آنکھ اور آپ سے زیادہ جمیل کسی عورت نے نہیں جنا آپ ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے گویا کہ آپ (ایسے) پیدا کئے گئے جیسا کہ آپ نے خود چاہا۔

مولوی قاسم نانوتوی نے کہا:

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
جو دیکھیں اتنے کمالوں پہ تیری یکتائی
رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار
یہ اجتماع کمالات کا تجھے اعجاز
دیا تھا تا نہ کریں انبیاء کہیں تکرار
تو آئینہ ہے کمالات کبریائی کا
وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار
پہنچ سکا تیرے رتبہ تلک نہ کوئی نبی
ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار

اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سے یہاں تک فرمایا کہ ابھی آپ کا حسن جمال حقیقی جو آپ کو عنایت فرمایا گیا وہ پورا بے حجاب نہ ہوا، ورنہ صحابہ اس طرف نظر کرنے کی بھی طاقت نہ

پاتے اور حضرات صوفیہ کرام سے منقول ہے کہ بہت لوگوں نے معرفت الٰہی کو تو حاصل کیا۔ مگر اللہ کے محبوب اور اپنے خالق کے مقصود اور مالک کے مطلوب حضرت جناب احمد مجتبے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پہچان سکے۔ کیونکہ حجاب بشریت نے آپ کو ان کی بصارتوں سے ڈھانپ لیا ہے۔ جیسا کہ مواہب لدنیہ میں ہے۔

(زرقانی ج4 ص71 لکھا ہے)

و قد حكى القرطبى فى كتاب الصلوٰة عن بعضهم انه قال لم يظهر لنا تمام حسنه صلى الله عليه وآله وسلم (رفقا من الله بنا) لانه لد ظهر لنا تمام حسنه لما اطاقت اعيننا رؤيته صلى الله عليه وآله وسلم وللقد احسن الامام بوصيرى حيث قال ايضا ـ

اعنى الورى فهم معناه فليس يرى للقرب والبعد فيه غير منفخم تظهر للعنين من بعد سغيرة وتكل الطرف من اهم

﴿ترجمہ﴾......اور قرطبی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الصلوٰۃ میں بعض (علماء) سے نقل کیا ہے یہ کہ انہوں نے کہا کہ: حضور علیہ السلام کا تمام حسن (اللہ تعالیٰ نے ہم پر نرمی کرتے ہوئے ظاہر نہیں فرمایا۔ کیونکہ اگر ہمارے لئے تمام حسن ظاہر ہوتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیکھنے کو ہمت نہ کر سکتیں اور کیا اچھا کہا ہے بوصیری رحمتہ اللہ علیہ نے۔ مخلوق آپ کے کمالات کے سمجھنے میں عاجز آئی۔ پس نزدیک و دور سے اس میں نہیں دکھائی دیتا۔ سوا اس کے کہ اس جھگڑے سے چپ رہنا بہتر ہے جس طرح کہ آفتاب کہ دور سے آنکھوں کو چھوٹا محسوس ہوتا ہے اور دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں۔

اور علامہ علی القاری رحمتہ اللہ علیہ جمع الوسائل بشرح الشمائل ص 9 میں فرماتے ہیں:

ولذا قيل من تملم الايمان به اعتقاد انه لم يجمع فى بدن آدمى من

المحاسن الظاھرۃ الدالۃ علی محاسنہ الباطنۃ ما اجتمع فی برنہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و من ثم نقل القرطبی من بمقعم انہ لم یظھر تمام حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و الا لما اطلقت اعین الصحابۃ النظر الیہ اھ واما الکفار فکانوا کما قال تعالیٰ وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون وقال بعض الصوفیۃ اکثر الناس عرفوا اللہ عزو جل وما عرفوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لان حجاب البشریۃ غطی ابصارھم

﴿ترجمہ﴾...... اسی لئے کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مکمل ایمان یوں ہوگا کہ یہ اعتقاد ہو کہ کسی آدمی میں وہ محاسن ظاہرہ وباطنہ جمع نہیں ہوئے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جمع ہوئے اسی لئے امام قرطبی رحمۃ اللہ نے کسی سے نقل فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کامل حسن ظاہر ہی نہیں ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کی طرف نگاہ اٹھانے کی طاقت ہی نہ ہوتی اور کافروں نے تو دیکھا ہی نہ تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ تیری طرف نگاہ ڈالتے ہیں لیکن وہ آپ کو دیکھ نہیں رہے۔ بعض صوفیہ کرام نے فرمایا کہ اکثر لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی معرفت تو حاصل کر لی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ پہچان سکے اس لئے کہ حجاب بشریت نے ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔

سیدنا مجدد الف ثانی قطب ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:

۔ وجود آنسرور علیہ وعلیٰ وآلہٖ والصلوٰۃ والسلام در عالم ممکنات بناشد فوق این عالم باشد ناچار اور اسایہ نبود ونیز در عالم شھادت سایہ شخص از شخص لطیف تر است وچون لطیف تر ازوے در عالم نباشد اور اسایہ چہ صورت دارد علیہ وعلیٰ آلہٖ الصلوات والتسلیمات۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب صدم دفتر سوم)

﴿ترجمہ﴾...... چونکہ جسم حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ممکنات کے عالم کا نہیں بلکہ عالم بالا کا ہے اسی لئے اس کا سایہ نہیں کیونکہ عالم شہادت کا قاعدہ ہے کہ ہر شے کا سایہ شے سے لطیف ہوتا ہے۔ اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عالم شہادت میں کوئی شے لطیف نہیں اسی لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ آپ کا سایہ نہ تھا۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

واضح ہوگا کہ آپ کی بشریت بھی نور تھی اور اسی سے وہ معروف نور ظاہر ہوتا تھا

حوالہ جات ملاحظہ ہوں

﴿۱﴾...... حضرت فاطمہ فرماتی ہیں:

رأیت البیت حسین وقع قدا متلا نوراً۔

(رواہ البیہقی، مواہب الدنیہ ص22 ج1)

﴿۲﴾...... اسی مواہب میں ہے کہ:

لما انتهى الزمان باسم الباطن محمد علیه الصلوٰة والسلام بكلیته جسما وروحاً

(مواہب لدنیہ ص6 ج1)

فائدہ:...... یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے ادراک اور اس کی تفصیل سے عاجز تھے۔

﴿۳﴾...... خالد بن ولید سے منقول ہے کہ:

اما انی افصل فلا (ذکرہ ابن النمیر)

﴿ترجمہ﴾...... ہاں میں آپ کی تفصیل سناؤں یہ نہیں ہو سکتا۔

(مواہب لدنیہ ص249)

دعائے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

بشریت اور نورانیت کا اجتماع کسی کا ذہن قبول نہیں کرتا تو وہ کند مزاج ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اللہ تعالیٰ سے اپنی بشریت کے لئے نور کی دعا یوں عرض کی ہے:

ترمذی شریف میں ہے:

اللھم اجعل لی نورا فی قلبی و نورا فی قبری و نورا من بین یدی و نورا من خلفی و نورا عن یمینی ونورا عن شمالی و نورا من فوقی و نورا من تحتی و نورا فی سمعی و نورا فی بصری و نورا فی شعری و نورا فی بشری و نورا فی لحمی و نورا فی دمی و نورا فی عظامی، اللھم اعظم لی نورا واعطنی نورا واجعل لی نوراً۔

(ترمذی شریف ج2 ص178)

﴿ترجمہ﴾......اے اللہ میرے قلب اور میری قبر میں نور بنا اور میرے آگے پیچھے اور دائیں بائیں اور اوپر نیچے نور بنا اور میری سمع و بصر اور بالوں اور ظاہری جسم اور میرے گوشت اور خون اور ہڈیوں کو نور بنا اور مجھے نور میں بڑا فرما اور مجھے نور اور میرے لئے نور عطا فرما۔

شہادات الصحابہ رضی اللہ عنہم

الحمد للہ اہلسنت کو تو یقین ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاء یقیناً مستجاب ہوئی اسی لئے آپ کی نورانیت بشریت سے ظاہر تھی اس کی شہادات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیجئے۔

شہادت نمبر ا:

حضرت العلامہ الامام المحدث الشیخ عبدالرؤف المناوی المصری المتوفی 1003ھ تحریر فرماتے ہیں:

و فی روایۃ لا بن المبارک وابن الجوزی عن ابن عباس لم یکن لہ ظل ولم یقم مع شمس قط الاغلب ضوؤہ علی ضوئ الشمس ولم یقم مع سراج قط الاغلب ضوؤہ علی ضوئ السراج۔

﴿ترجمہ﴾......ابن مبارک اور ابن جوزی، حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ نہیں تھا اور جس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو سورج کی روشنی پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت غالب ہوتی، اسی طرح جس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چراغ کی روشنی میں تشریف فرما ہوتے تو چراغ کی روشنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کے سامنے ماند پڑ جاتی۔

شہادت نمبر ۲:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم رأی کالنور یخرج من بین ثنایاہ

﴿ترجمہ﴾......ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ آپ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگلے دونوں دانتوں کے درمیان کشادگی تھی، جب حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفتگو فرماتے تو سامنے والے دانتوں سے نور دکھا دیتا۔

فائدہ:......حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ الباری جمع الوسائل جلد اول ص 47 میں تحریر فرماتے ہیں:

فی ان نورہ ظاہر فی الآفاق والانفس مع زیاد الکمالات الصوریۃ المعنویۃ بل فی الحقیقۃ کل نور خلق فی نورہ و کذاقیل فی قولہٖ تعالٰی اللہ نور السمٰوٰۃ والارض مثل نورہ ای نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فنور وجہہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ذاتی لا ینفک عنہ واللیالی

والایام و نور القمر مکتسب مستعار ینقص تارہ و یخسف اخریٰ ۔

﴿ترجمہ﴾...... یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک آفاق و انفس میں کمالات صوریہ و معنویہ کی زیادتی کے ساتھ ظاہر و باہر ہے، بلکہ در حقیقت تو تمام نور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے پیدا ہوئے ہیں اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ اللہ نور السموٰۃ والارض مثل نورہ سے مراد نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے پس حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس کا نور ذاتی ہے دن اور رات میں ایک منٹ بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے الگ نہیں ہوسکتا، اور چاند کی چاندنی اکتسابی عارضی ہے کسی وقت کم ہوجاتی ہے اور کسی وقت گم ہوجاتی ہے۔

حضرت امام قسطلانی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

وقال ابن الحاج فی المدخل فکان بشری الظاهر ملکوتی الباطن وکان لایاتی الیٰ شئی من الاحوال البشریۃ الا تا تیسا الامته و تشریعاله لا انه محتاج الی شئی من ذلك الا تری الیٰ قوله تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن الله ولا اعلم الغیب ولا اقول لکم انی ملك فقال لکم ولم یقل انی ملك فلم ینتف الملکیة عنه الا بالنسبته الیهم اعنی فی معانیه صلی الله علیه وآلهٖ وسلم لا فی ذاته الکریمة اذا نه صلی الله علیه وآلهٖ وسلم یلحق بشریته ما یلحق البشر ولهٰذا قال سیدی ابوالحسن الشاذلی رحمه الله تعالیٰ فی صفته صلی الله علیه وآلهٖ وسلم هو بشر لیس کالا بشار کما ان الیا قوت حجر لیس کالاحجار وهذا منه رحمه الله تعالیٰ علیه سبیل التقریب للمفهوم فدل علی انه صلی الله علیه وآلهٖ وسلم ملکی الباطن و من کان ملکی الباطن ملك نفسه (انتهیٰ)

(المواہب لدنیہ ص478ج2)

﴿ترجمہ﴾...... ابن الحاج نے مدخل میں فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ظاہری طور اور باطنی طور ملکوتی بشری امور اور ان کے احوال کی عملداری محض امت کو مانوس کرنے اور احکام سکھانے کے لئے ہے نہ یہ کہ وہ ان احوال وغیرہ کے محتاج تھے (معاذ اللہ) کیا اللہ تعالیٰ کا قول قل لا اقول لکم۔ الخ کو نہیں دیکھتے ہو کہ اس میں لکم فرمایا اور یہ نہیں فرمایا انی ملک اپنے ملکیت کی نفی بہ نسبت امت کے فرمائی ہے نہ کہ اپنی ذات کے اعتبار سے یعنی ملک کے معنوی امور کی اپنی ذات سے نفی نہیں فرمائی ورنہ آپ کو وہی احوال بشری ویسے ہی لاحق ہوتے تھے جیسے دوسرے بشروں کو لاحق ہوتے اسی لئے سیدی ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے بشروں کی طرح نہیں یوں سمجھئے کہ یاقوت پتھر تو ہے لیکن دوسرے پتھروں جیسا نہیں۔

یہ مثال شاذلی رحمتہ اللہ علیہ نے محض افہام وتفہیم کے لئے دی ہے (ورنہ چہ نسبت عالم خاک عالم پاک) اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملکوتی الباطن ہیں اور جو ملکوتی الباطن ہو اس کی ذات ملکوتی ملک کی متصور ہوگی۔

ثبوت بشریۃ عارضیہ:

حضرت امام واسطی رحمتہ اللہ علیہ آیۃ ہدایہ کے تحت لکھتے ہیں:

(ا) اخبر اللہ لھذہ الآیت ان البشریۃ فی نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاریۃ و اضافیۃ لا حقیقۃ۔

(روح البیان ص 15 ج 4)

﴿ترجمہ﴾......اللہ تعالیٰ نے آیت ہذا میں خبر دی ہے کہ نبی علیہ السلام کی بشریت عارضی واضافی ہے، حقیقی نہیں۔

دلائل وعلامات بشریت اضافیہ وحقیقیہ

نمبر	بشریت عارضیہ	بشریت حقیقیہ
1.	مادہ نوریہ جو پیشانی آدم سے پہلے موجود تھا اسی نے صورت بشریہ اختیار فرمائی	ماء دافق یخرج من الصلب والترائب مادہ منویہ باپ سے نکل کر رحم مادر میں آیا۔
2.	غذا سے بے نیاز (یطعمنی ربی و یسقینی) مجھے میرا رب کھلاتا پلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیٹ پر پتھر اس لئے نہیں باندھا کہ بھوک سے بشریت کو نقصان نہ ہو بلکہ اس لئے ایک کے بجائے دو باندھتے تاکہ بشریت ملکوت کی طرف نہ جائے (روح البیان)	غذا کی سخت ضرورت ورنہ موت ورنہ کوزہ پشت ہو جائے اس لئے پیٹ پر پتھر باندھے گئے (طب کی کتابیں)۔
3.	غذا اور پانی پیٹ میں پہنچ کر نور بن جائے کہ خارج ہو تو خوشبو ہی خوشبو اور طاہر و مطہر مطالعہ رسالہ خوشبوئے رسول	غذا اور پانی وغیرہ پیٹ میں پہنچ کر بدبو ہی بدبو اور سراسر پلید بلکہ پلید گر
4.	متعلقات جسم اقدس پاک اور خوشبو ناک اور شفاء مثلاً پسینہ اور خون اور لعاب دہن اور رینٹھ (رسالہ مذکور)	تمام متعلقات پلید اور پلید گر یا بیماری کا گھر اور نفرت وکراہت طبعی سے بھرپور
5.	عوارض جسم برائے تعلیم نہ کہ بوجہ مجبوری مثلاً بخار، اور بیماریاں اور حوائج زندگی اور سہو خواب وغیرہ	مجبوری اضطرار اور نہ یہ کہ اس کے ہٹانے کا اختیار نہ کسی کی ہمت

.6	معاش و معاشرہ برائے تعلیم امت	من حیث الانسان ضروری و اور لازمی
.7	موت وحیات اختیاری احکام الٰہیہ اختیاری بایں معنی کہ ان پر سزا نہیں۔	موت وحیات اضطراری احکام الٰہیہ کی پابندی کہ عدم ادائیگی پر سزا
.8	احکام الٰہیہ پر عمل برائے تعلیم امت	احکام الٰہیہ ذمہ داری کی حیثیت سے کہ ادائیگی کے بغیر نجات نہ ہو

.9	ہر کام تعلیم یعنی دوسروں کے افہام و تفہیم کے لئے کرنا	بحیثیت تابعداری کے کرنا
.10	کسی شے کا محتاج نہ ہونا سوائے اپنے معبود کریم کے (جل جلالہ)	ہر معاملہ میں غیر کا محتاج پیدائش سے لے کر موت تک بلکہ بعد الموت بھی
.11	ان کے سب پر حقوق اور ان پر سوائے اپنے مالک کے کسی کے حقوق نہیں۔	حقوق کا پابند
.12	موت عارضی	لازمی
.13	قبر حشر دوسروں کی فکر	موت تا دخول جنت اپنی ہی فکر
.14	اپنے معبود کے محبوب اور ماذون بندے	سراپا بندے ہی بندے پھر محبوب یا مغضوب
.15	اس کی رضا کا خدا تعالیٰ طالب	وہ سراپا طالب ہی طالب۔

تین صورتیں

عارفین کاملین حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تین صورتیں بتاتے ہیں چنانچہ تفسیر روح البیان میں پارہ 16 شروع سورۂ مریم کٓھٰیٰعٓصٓ کے ماتحت فرماتے ہیں کہ:۔

حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں۔ایک بشری جس کا ذکر ہے آیت قل انما بشر مثلکم میں دوسری صورت حقی جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ

جس نے مجھ کو دیکھا، اس نے حق کو دیکھا۔

تیسرے ملکی کہ فرماتے ہیں:

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّ لَانَبِیٌّ مُّرْسَلٌ

یعنی بعض اوقات ہم کو رب تعالیٰ سے قرب ہوتا ہے۔

فائدہ:......ان ہر تینوں کے احکام جدا جدا ہیں۔ان تینوں صورتوں کا مکمل طور ظہور شب معراج ہوا۔اس کی تفصیل فقیر کی کتاب معراج المصطفیٰ میں دیکھئے۔حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس صورت میں ہوں اسی صورت کے ہی احکام مرتب ہوں گے جس صورت میں آپ ہیں اسی سے مخالفین یعنی منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غلط فہمی ہوئی اور انہی صورتوں کے انکار پر کمالات کے منکر ہوئے۔

قاعدہ:......نور جس صورت اور جس ملک میں ہو اسے اس کے جملہ عوارض لاحق ہوں گے۔مثلاً عزرائیل علیہ السلام نور ہیں لیکن بشری شکل میں تھے تو موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے آنکھ نکل پڑی۔

﴿۲﴾......جبرائیل علیہ السلام جب بھی حضور علیہ السلام کے حضور حاضر ہوئے۔بشری شکل میں تو کامل بشر ہوئے سر مو بھی بشری صورت میں فرق نہ ہوتا بی بی مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے تو ان کی بشریت کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:

فتمثل لھا بشراً سَوِیًّا (پ16۔سورۃ مریم)

﴿ترجمہ﴾......وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔

فـائدہ:......اس جملہ میں اہلسنت کے دو مسئلے واضح طور پر ثابت ہیں:۔

﴿۱﴾......مثلی بشر جس کی حقیقت نور ہو، قل انما انا بشر مثلکم میں بھی مثلی بشر ہے

﴿۲﴾......مثلی بشر حقیقی بشر کی طرح ہوگا سر مُو بھی فرق نہ ہوگا۔ صرف فرق ہوگا تو حقیقت اور صورت کا۔ اسی طرح بے شمار ملائکہ کے مضامین قرآن واحادیث میں موجود ہیں۔

مثالی صورت میں آنا محض دوسروں کی بھلائی مدنظر ہوتی۔

فقیر بشریت عارضی کے لوازم عرض کرتا ہے کہ وہ عوارض نور بشکل بشر کو صرف اور صرف دوسروں کے لئے لاحق ہوتے ہیں پہلی دلیل وہی جبریل علیہ السلام ہیں اسی آیت کے ماتحت صاحب روح البیان قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

جبریل علیہ السلام بشری لباس میں اس لئے تشریف لائے تاکہ بی بی مریم ان سے مانوس ہوکر ہم کلام ہوسکیں اور وہ حکم جو اللہ تعالیٰ سے لائے اسے پورے طور پر حاصل کر سکیں۔ ورنہ اگر وہ ملکی صورت میں آتے تو بی بی ان سے نفرت کر کے ان سے کلام الٰہی نہ سن سکتیں۔ علاوہ ازیں وہ بی بی مریم کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح پھونکنے آئے تھے۔ اسی لئے بشری لباس میں آئے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام بشری صورت میں دنیا میں تشریف لا سکیں۔ اگر وہ ملکی صورت میں تشریف لاتے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام روحانی سے ہوتے اور حکمت ایزدی پوری نہ ہوسکتی۔

فـائدہ:......نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور بشری لباس میں تشریف لانا یونہی سمجھ لیں کہ اگر آپ بشری لباس میں تشریف نہ لاتے تو آپ سے استفادہ واستفاضہ نہ ہوسکتا اور منشائے ایزدی یونہی ہوا کہ آپ بے ابنائے آدم مستفیض ومستفید ہو تو آپ کو بشری لباس میں مبعوث فرمایا۔ پھر آپ نے اپنے اوپر وہی عوارض لاحق کئے جو عام بشر کو لاحق ہوتے ہیں

اس میں معمولی شائبہ بھی نوری صورت کا ظاہر نہ ہوتا لیکن خلق خدا کو غلط امور سے بچانے کے لئے گاہے گاہے بلکہ اکثر اوقات نوری اطوار کا اظہار بھی فرماتے رہتے جیسا کہ فقیر آگے چل کر مفصل عرض کرے گا یہاں ایک صحیح حدیث سے استدلال کرتا ہوں۔

فرشتے کی کہانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی

مشکوۃ شریف میں ہے:

وعنه انه سمع النبى صلى الله عليه وآله وسلم يقول ان ثلثة من بنى اسرائيل ابرصو اقرع واعمى فارادالله ان يبتليهم فبعث اليهم ملكا فاتى الا برص فقال اى شئى احب اليك قال لون حسن و جلد حسن يذهب عنى الذى قد قذرنى الناس قال فمسحه فذهب عنه قذره واعطى لونا حسنا و جلدا حسنا قال فاى المال احب يا ليك قال الا بل اوقال البقر شك اسحق الا ان الابرص اوا الاقرع قال احدهما الآ بل وقال الآ البقرقال فاعطى ناقة عشراء فقال بارك الله لك فيها قال فاتى الا قرع فقال اى شئى احب اليك قال شعر حسن ويذهب عنى هذاالذى قد قذرنى الناس قال فمسحه فذهب عنه قال فاعطى شعرا حسنا قال فاى المال احب اليك قال البقرفاعطى بقرة حاملا قال بارك الله لك فيها قال فاتى الاعمٰ فقال اى شئى احبُ اليك قال ان يرد الله الى بَصَرى فابصربه الناس قال فسحه فرد الله اليه بصرۂ. قال فاى المال احب اليك قال الغنم فاُعطى شاةً والدا فانتج هذا ن وولد هذا فكان هذا وادٍ من الابل ولهذا واد من البقر لهذا وادٍ من الغنم قال ثم انه آتى الابرصَ فىَ صورته وهيئتهٖ فقال رجلٌ مسكينٌ قد انقُطَعَتْ لى الجبال فى سفرى فلا بلاغَ لىَ اليومَ الا بالله ثم بك اساَلُك بالذىاَعطاك الكون

الحَسَن والجلد الحسن والمالَ بعیراتبلغُ به فی سَفَرِی فقال الحقوق کثیرۃ فقال انه کانی اَعُرفك الم تکُن ابرصَ یقدرك الناسُ فقیرا فاعطاك الله قالًا فقال انما وُرِّثْتُ هذا المال کَابِرًا عَن کابر فقال ان کنتَ کاذباً نصیرك الله الی ما کنتَ قال وَآتی الاَقرعَ فی صورته فقال له مثل ما قال لهٰذا وردَّ علیه مثل ماردَّعلی هَذا فقال ان کنتَ کاذبا فصیَّرك اللهُ الی ماکنتَ قال وآتی الاعمی فی صورته وهیأته فقال رجل مسکین وابن سبیل انقطعت بی الجبال فی سفری فلا بلاغ لی الیومَ الَّا بالله ثم بك اسئلُك بالذی ردَّ علیك بَصَرك شاۃً تَبَلَّغُ بها فی سَفَرِی فقال قد کنتُ اعمی فَرَدَّ اللهُ الیَّ بَصَری فخُذْ ما شِئْتَ ودَعْ ماشِئْتَ فواللهِ لا اَجْهَدُك الیومَ بشئی اَخذتَه لِلّٰهِ فقال اَمسِكْ مالَك فانما ابْتُلِیْتُم فَقَدْرُضِی عنِك وسَخِطَ علی صاحبیك متفق علیه

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی سنا کہ اللہ تعالیٰ نے تین آدمیوں (بنی اسرائیل میں تھے) کا امتحان لینا چاہا تو ان کے پاس فرشتہ آیا وہ تین مرد یہ تھے۔ برص والا، گنجہ، اندھا، پہلے وہ برص (برص والے) کے پاس گیا اس سے پوچھا کیا چاہتا ہے۔ عرض کی رنگ اور جسم حسین، مجھ سے اللہ یہ خرابی مٹادے جس کی وجہ سے مجھ سے لوگ نفرت کرتے ہیں اس پر ہاتھ پھیرا تو اس سے وہ بیاری چلی گئی اور اسے اچھی رنگت اور اچھا چہرہ مل گیا یعنی حسین صورت میں تبدیل ہو گیا۔ پھر فرشتہ دوسرے آدمی کے پاس گیا اور اور اُس کی خواہش کے مطابق اُس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اُسے خوبصورت بال عطا کر دیئے اُس کے بعد تیسرے آدمی کے پاس گئے جس کی بینائی نہ تھی اُس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو اُس کی بینائی لوٹ آئی، ایک عرصہ بعد اللہ پاک نے اُن کا امتحان لینے کیلئے فرشتے کو اُن لوگوں کے پاس بھیجا، تو فرشتہ بالترتیب

پہلے آدمی (برص والے) کے پاس برص کا مریض بن کر پیش ہوا اور فرمایا کہ اے بندے، اللہ تعالیٰ نے تجھے برص کی مرض سے شفا دی ہے اب مجھے اُسی کے نام پر کچھ خیرات دیدے، اُس بندے نے دھکے دیکر باہر نکال دیا کہ مجھے تو یہ مرض تھا ہی نہیں، فرشتے نے کہا کہ پھر میں ویسا کردوں جیسا پہلے تھا بس یہ کہنا ہی تھا اور وہ اُسی مرض میں مبتلا ہوگیا۔ وہی فرشتہ گنجہ بن کر دوسرے آدمی (گنجہ) کے پاس گیا، اور فریاد کی کہ اللہ پاک نے تجھے بھی اس مرض سے نجات دی تھی تو اَب اُسی کے نام پر مجھے کچھ خیرات دیدے، گنجہ نے بھی وہی سلوک کیا اور دھکے دے کر باہر نکال دیا کہ مجھے تو یہ مرض تھی ہی نہیں، اس پر فرشتے نے جواب دیا کہ ویسے کردوں جیسے تُو پہلے تھا، بس کہنا ہی تھا کہ وہ گنجا ہوگیا اور مال متاع سب جاتا رہا۔ اَب وہی فرشتہ تیسرے آدمی (جو نابینا تھا) کے پاس گیا اور نابینا کی شکل بنا کر سوال کرتا ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو بینائی عطا فرمائی ہے اُسی کے نام پر مجھے کچھ دیدے، نابینا نے جب اُس کی یہ بات سُنی تو اُس نے اپنا سارا مال پیش کردیا کہ بے شک اللہ پاک نے مجھ پر کرم کیا ہے، اور کسی آدمی کے وسیلے سے مجھ پر کرم نوازی کی ہے، نیز اُس نے اپنا مال اللہ کے نام پر سوالی کو وقف کردیا، اس پر اُس فرشتے نے اُسے مبارکباد دی کہ تو اپنے امتحان میں کامیاب ہوگیا ہے یہ اپنا سارا مال اپنے پاس رکھ۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

اس حدیث شریف نور بشکل بشر کا عقیدہ آسانی سے سمجھ آسکتا ہے (۱) ملائکہ کی نورانیت میں کسی کو معمولی طور بھی شک نہیں حدیث شریف میں خلقت الملائکۃ من النور (مسلم) ملائکہ نور سے پیدا کیے گئے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے امتحان لینے کے لئے بھیجا تو وہ ابرص، اقرع، (گنجہ) اعمیٰ (اندھا) کے پاس بھیجا تو وہ بشری لباس میں اور

ان کے ملک کی ایک باشی جوان تینوں سے ہمکلام ہوا اور ان کی رنج وغم اور دکھ کا حال سن کر ان کے مدعا ومقاصد پورے کر دیئے۔

فائدہ:.......اس سے ثابت ہوا کہ جسے اللہ تعالیٰ کسی کام کے لئے بھیجتا ہے اسے اپنا نائب بنا کے اور اسے ہر طرح کے اختیار وتصرف کا مالک کر کے بھیجتا ہے کہ جیسے چاہے کر دکھلائے۔

﴿۲﴾.....نور جس ملک (بشری) میں جاتا نہ صرف اسی لباس میں بلکہ جملہ لوازمات سے موصوف ہو کر مثلاً فرشتہ کبھی ابرص ہے تو کبھی اقرع اور کبھی اندھا تو ان عوارض کو اپنے اوپر لاگو کر رہے ہیں۔ بلاتمثیل سمجھئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں بشری لباس میں عالم دنیا میں تشریف لائے اس میں آپ نے جمیع لوازمات ومتعلقات کو اپنایا۔ اور ان عوارض ومتعلقات اپنانے سے نہ آپ کے علم میں کمی آئے گی نہ اختیار وتصرف پہ حرف آئے گا۔ آپ اسی دنیا میں بشر بن کر بشروں جیسا طریقہ کریں گے اس سے آپ کی نورانیت میں بھی فرق نہیں آئے گا اسی لئے آپ نے بار بار فرمایا:

انما انا بشر مثلکم

اللہ تعالیٰ نے بھی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اور الحمدللہ ہم بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت مثلی کے قائل ہیں اور بار بار اعلان کرتے ہیں اور کتابوں، تصنیفوں میں لکھتے ہیں لیکن بہتان تراش برادری اپنی عادت پہ مجبور ہے اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمادیا تھا:

انما یفتر الکذب الذین لا یؤمنون۔ (پ۱۴)

﴿ترجمہ﴾.....بے شک جھوٹ کا افتراء وہی کرتے ہیں جو بے ایمان ہیں۔

خلاصہ یہی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور ہیں بشریت کے لباس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں صورتیں حق ہیں لیکن ضدی نہ مانے تو انکی اپنی بدقسمتی ہے۔

والضد داءٌ لیس لہ دواء ...... انکان المسیح لہ طبیبا

﴿ترجمہ﴾......ضد لاعلاج بیماری ہے اس کا کوئی دواء نہیں اگر چہ ایسے بیمار کے مسیح (عیسیٰ علیہ السلام) بھی معالج ہوں۔

بشریت میں پہلا قدم:

چونکہ یہاں سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے لباس میں تشریف لانے کا آغاز ہے یہاں سے ناظرین یاد رکھ لیں ہم آپ کو بشر مانتے ہیں لیکن نہ اپنے جیسا ہاں صورۃ آپ بشر ہیں حقیقتاً آپ نور ہیں اسی لئے آپ کی بشریت بھی نوری ماننا ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بشریت کے اطوار ولوازمات عام بشروں سے نمایاں رکھے ہیں اسی قاعدہ کو آپ کی بشریت کے ہر موضوع بحث میں یاد رکھنا ضروری ہے۔

شکم مادر میں آمد:

ہر بشر ماں کے شکم میں آیا لیکن کب اور کیسے اور ماں کے شکم میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری شب جمعہ اور ماہ رجب میں کس شان سے ہوئی خلاصہ ملاحظہ ہو:

اس سال قریش میں سخت قحط سالی تھی۔ اس نور کی برکت سے زمین پر جا بجا روئیدگی کی مخملی چادر نظر آنے لگی۔ درختوں نے اپنے پھل جھکا دیئے اور مکہ میں اس قدر فراخ سالی ہوئی کہ اس سال کو سنۃ الفتح والابتہاج کہنے لگے قریش کا ہر ایک چار پایہ فصیح زبان میں حضرت آمنہ کے حمل کی خبر دینے لگا۔ بادشاہوں کے تخت اور بت اوندھے گر پڑے۔ مشرق ومغرب کے وحشی چرند پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ جن پکار اٹھے کہ حضرت کا زمانہ قریب آگیا۔ کہانت کی آبرو جاتی رہی اور رہبانیت پر خوف طاری ہوا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خواب میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے

"تیرے پیٹ میں جہان کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا"۔

نوٹ: یہاں یہ سبق نہ بھولنا کہ تم باپ اور ماں کا وہی پانی ہو جس کی حقیقت کسی سے مخفی نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

...... فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ

...... خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ

...... يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ (سورۃ طارق پ30)

اس پانی کی غلاظت، بدبوئی، نجاست وغیرہ کو نہ بھولنا اور نحوست ایسی کہ جونہی بشریت کے اندر پہلا قدم رکھا تو ماں باپ دونوں کو پلید و نجس بنا دیا اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسا تصور کفر میں دھکیل دے گا۔ اس لئے جملہ علماء متفق ہیں کہ آپ وہی نور منتقل ہوئے جو آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا تھا اور پھر آباء و امہات میں جلوہ گر ہوتا ہوا شکم آمنہ رضی اللہ عنہا میں رونق افروز ہوا۔

دوران حمل:

شکم مادر میں ہر بشر کا قیام اکثر نو، دس ماہ رہتا ہے اور وہ کس حال میں ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔

﴿ترجمہ﴾...... (یعنی غذا) سے بنایا پھر ہم نے اس کو نطفہ سے بنایا جو ایک مدت معینہ تک ایک محفوظ مقام (یعنی رحم) میں رہا پھر ہم نے اس نطفہ کو خون کا لوتھڑا بنا دیا پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو (گوشت کی) بوٹی بنا دیا پھر ہم نے اس بوٹی (کے بعض اجزاء) کو ہڈیاں بنا دیا

پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اس کو ایک دوسری ہی (طرح کی) مخلوق بنا دیا سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر۔

(پ 18 سورۃ المومنون 12 تا 14) ترجمہ تھانوی

دکھی ماں:

ماں کے پیٹ میں انسان کے اطوار کی تبدیلی کی وجہ سے ماں کا حال ہزاروں دکھوں کا مجموعہ ہوتا ہے کسی کو یقین نہ آئے تو اپنی ماں سے پوچھ لے یہی وجہ ہے کہ ہر ماہ ماں کا پیٹ پھولتا جا رہا ہے۔ شکل وصورت میں تغیر و تبدیلی، اٹھنے بیٹھنے میں تکلیف، جی متلانا وغیرہ وغیرہ۔

سکھی ماں:

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا حمل محسوس تک نہیں ہوا سوائے ان نویدات اور مژدہ بہاروں کے جو انہیں انبیاء وملائکہ علیہم السلام سے سنائی دیتی ہیں۔

بے خبر بشر:

6 ماہ تا دو سال ماں کے پیٹ میں مدت حمل ہے۔ ہر بشر کو یقین ہے کہ کیا ہوا کیا نہ ہوا۔ ہاں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسا تصور گمراہی ہے۔ اس لئے کہ آپ ماں کے شکم اطہر میں بھی باخبر ہیں۔ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ میں آپ کے ذکر وتسبیح اپنے کانوں سے سنتی تھی۔

(سیرۃ حلبیہ وتاریخ الخمیس)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں مادر شکم میں قضا وقدر کے ملائکہ کی قلموں کی آواز اپنے کانوں سے سنتا تھا۔ وغیرہ وغیرہ

خون غذا:

ہر بشر کو ماہ اول سے ماں کا ماہواری خون پیٹ میں منتقل کر دیا جاتا ہے اس کی دلیل اس کی ناف کاٹنے سے سمجھائی گئی۔ لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسا تصور گمراہ کر سکتا ہے ورنہ آپ کی غذاء نور تھی اسی لئے آپ ناف بریدہ پیدا ہوئے تا کہ کوئی بدمزاج اپنے اوپر قیاس نہ کرلے کہ آپ بھی ہمارے جیسے بشر ہیں۔ شرح اسباب مع حاشیہ میں ضابطہ کلیہ لکھا کہ ہر انسان پر چیچک کا حملہ ہوتا ہے۔ زیادہ یا تھوڑا صرف اس لئے کہ ماہواری خون کے اثرات سے ایسا ہونا ضروری ہے۔ لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے حملہ چیچک سے محفوظ ہیں اس لئے کہ مادر شکم میں آپ کی غذا ایسی خون نہ تھی۔

رویا اور ماں کو رُلایا:

پیدائش کے وقت جو حالت ماں پر گزرتی ہے وہ اسے خبر ہے اس کی آہ وفغاں کی تفصیل سب کو معلوم ہے اور بچے کا چیخنا چلانا بھی یقینی امر ہے۔ یہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم احسان ہے کہ آپ نے بچے کے کان میں اذان کا حکم فرمایا جس سے اسے سکون ملتا ہے۔ اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارک کی گھڑیاں ہزاروں عیدوں سے بڑھ کر اور زمین وآسماں بلکہ اٹھارہ ہزار عالم کا ذرہ ذرہ یہاں تک کہ کعبہ معظمہ، عرش معلٰی، لوح وقلم وغیرہ غرضیکہ سوائے ابلیس کے عالم کائنات کا ذرہ ذرہ خوشی سے جھوم رہا تھا۔ کتب میلاد میں تفصیل دیکھئے۔

گندگی سے لت پت:

کون نہیں جانتا کہ پیدائش کے وقت بچہ کا کیا حال ہوتا ہے۔ اگر اسے جلدی سے نہ نہلایا جائے تو مکھیاں چپک جائیں یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احسان عظیم

ہے کہ آپ نے تربیت اولاد میں یہ سبق بھی سکھلایا کہ بچے کو فوراً نہلا کر اس کے کان میں اذان پڑھی جائے تا کہ اسے معلوم ہو کہ میں یہاں لاوارث نہیں میرے وارث حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں ہی اس اذان سے اسے بتایا جارہا ہے کہ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

نوٹ:...... یہ ہم تم سب کی بشریت ہے اب اس کی بشریت کا حال ملاحظہ ہو جو نور ہو کر جامہ بشریت میں تشریف لایا۔

ظہور نور:

حضرت علامہ ابن حجر النعمۃ الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ:

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب پیدا ہوئے تو آپ نے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی ہوئی تھی، پھر آپ نے مٹی کی مٹھی بھری اور سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا، مٹی کے قبض کرنے میں اشارہ تھا کہ آپ زمین کے مالک ہوں گے اور دشمنوں کے چہروں پر مٹی پھینک کر انہیں پسپا کر دیں گے، چنانچہ بدر اور حنین کے دن ایسا ہی ہوا، آپ نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور دشمنوں کے چہروں کی طرف اچھال دی، کوئی دشمن ایسا نہ رہا جس کے منہ پر مٹی نہ پڑی ہو، سب خائب وخاسر ہو کر بھاگ گئے۔

فائدہ: یہ ذہن میں رہے کہ بشریت کی تعلیم کے لئے آپ بچوں کی طرح تشریف لا رہے ہیں اور ساتھ ہی فرما رہے ہیں کہ تمہارے جیسا نہیں ہوں۔

پیدائشی عالم:

ایک روایت میں ہے کہ آپ پیدا ہوتے ہی دوزانو ہو کر بیٹھ گئے نگاہیں آسمان کی سمت اٹھی ہوئی تھیں، پھر آپ نے زمین سے مٹی کی مٹھی بھری اور سجدے میں چلے

گئے، عربوں کی عادت تھی کہ بچوں کو پیدا ہوتے ہیں ہنڈیا کے نیچے رکھا جاتا تھا، آپ کو بھی ہنڈیا کے نیچے رکھا گیا تو وہ پگھل کر ٹوٹ گئی، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور آپ انگوٹھا چوس رہے تھے جس سے دودھ نکل رہا تھا، آسمان سے ایک سفید بادل اترا جس نے کچھ دیر آپ کو والدہ ماجدہ کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا انہوں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زمین کے مشرقی اور مغربی خطوں کی سیر کراؤ، تمام سمندروں میں لے جاؤ تا کہ وہاں کے رہنے والے سب لوگ آپ کا نام اور آپ کے اوصاف اور آپ کی برکت سے واقف ہو جائیں، پھر وہ بادل چھٹ گیا، کیا دیکھتی ہیں کہ آپ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں آپ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا ہے اور آپ کے ہاتھ میں سفید اور چمکدار موتیوں کی تین چابیاں ہیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح نصرت ذکر اور نبوت کی چابیاں لے لی ہیں۔

فائدہ:...... کچھ سمجھا اے مسلم جسے اپنے جیسا سمجھ رکھا ہے وہ بوقت ولادت بتا رہا ہے کہ جامہ بشریت بھی حق ہے اور اس کی حقیقت نور بھی حق۔ ورنہ پیدائش کے وقت عام بشر تو بمنزلہ ڈھیلے کے ہے نہ اسے اپنی خبر نہ دوسروں کی لیکن یہ وہ بشر ہے کہ کون ومکان کی خبر بھی دے رہا ہے اور اسے اپنے قبضہ میں بھی لا رہا ہے۔

باب چہارم

کیسا بشر

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل مکمل بشر ہیں لیکن آپ کی بشریت لفظی ہے۔ آپ کے لئے بشریت کے تمام لوازمات حق ہیں لیکن صرف لفظاً ان کی حقیقت پر غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ آپ کی حقیقت نور ہے مثلاً:۔

﴿۱﴾......قد مبارک کا ظاہر بشریت کا مظہر ہے لیکن مخالفین بھی مانتے ہیں کہ آپ کے سامنے کتنا قد آور کھڑا ہو یا بیٹھا ہو آپ کا قد اس سے اونچا ہوتا تھا دیکھنے والے کو اصلی قد مبارک میں کمی بیشی محسوس تک نہ ہوتی۔

﴿۲﴾......آپ کے قد مبارک کا سایہ نہ تھا اگرچہ اس کا منکر ہے لیکن دلائل کی روشنی سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

﴿۳﴾......آپ کے قدم مبارک کے لئے سخت زمین نرم پڑ جاتی اور اس میں قدم کے نشانات مبارک محسوس ہوتے اور نرم (ریتلی) زمین سخت ہو جاتی ایسی کہ چلنے میں دشواری نہ ہو۔

﴿۴﴾......جس گلی کوچے سے گزر ہوتا وہاں عرصہ تک خوشبو مہکتی رہتی تھی۔ اس کی تفصیل آتی ہے۔ اب بھی جس خوش قسمت کو زیارت نصیب ہوتی ہے اس جگہ پر خوشبو محسوس ہوتی ہے اور اب مدینہ پاک کی فضا مہک رہی ہے۔ اور اہل ایمان کو خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دل و دماغ میں محسوس ہوتی ہے۔ الحمد اللہ علیٰ ذلک

جسم معطر:

عام بشر کے جسم میں فطرۃً بدبوئی ہے جسم کی اگر صفائی نہ ہوتو خود انسان اپنے وجود سے بیزار نظر آتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اطہر کے متعلق ایسا تصور کفر ہے۔ آپ کے جسم مبارک کی خوشبو کے متعلق فقیر نے کتاب لکھی ہے "خوشبوئے رسول" اس کا مطالعہ کیجئے اس کتاب میں بھی چند نمونے عرض کروں گا۔ یہاں صرف جسم اطہر کے متعلق ملاحظہ ہو۔

بوقت ولادت خوشبو:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جسم اطہر کا یہ اعجاز تھا کہ بوقت ولادت ہی خوشبو کے حلّے پھوٹ رہے تھے۔ چنانچہ امام ابونعیم اور خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس کائنات میں ظہور ہوا:

نَظَرْتُ اِلَیْہِ فَاِذَا ھُوَ کَالْقَمَرِ لیلۃ الْبَدْرِ ریحہ یسطع کالمسک الاذفر

(زرقانی علی المواہب ص323 ج4)

﴿ترجمہ﴾...... میں نے زیارت کی تو میں نے آپ کے جسم اطہر کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا جس سے تروتازہ کستوری کی خوشبو کے حلّے پھوٹ رہے تھے۔

حلیمہ کے گھر میں خوشبو:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

لما دخلت بہ الی منزل لم یبق منزل من منازل بنی سعد الاشممنا منہ ریح المسک والقیت محبتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قلوب الناس

حتی ان احدھم کان اذا نزل بہ اذی فی جسدہ اخذ کفہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فیضعھا علیٰ موضع الاذی یتبراہ باذن اللہ تعالیٰ سریعًا وکذالک اذا اعتل لھم بعیرًا اوشاۃ فعلوا ذالک

(سبل الہدیٰ صفحہ 472تا475ج1)

﴿ترجمہ﴾...... جب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر اپنے دیہات میں داخل ہوئی (پہنچی) تو قبیلہ بنی سعد کے تمام گھروں میں کستوری کی خوشبو آنے لگی لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبت اس قدر پیدا ہو گئی کہ ان میں سے کوئی بیمار ہوتا تو آپ کے دست اقدس کو پکڑ کر اپنے جسم پر لگاتا اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ فی الفور صحت مند ہو جاتا اسی طرح ان کا اگر کوئی اونٹ بکری وغیرہ بیمار ہو جاتا تو آپ کے دستِ اقدس کو اس کے جسم پر لگاتے جس سے وہ تندرست ہو جاتا۔

ابوطالب اور جسمِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشبو:

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ ابوطالب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے بھائی حضرت عباس کو کہا:

الا اخبرک عن ما رأیت منہ؟

کہ آپ کو میں وہ بات نہ بتاؤں جو میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں دیکھی؟

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں مجھے ضرور بتائیں۔ اس پر ابوطالب نے درج ذیل واقعہ بیان کیا۔

"جب سے حضور علیہ السلام میرے پاس آئے ہیں مجھے آپ سے اتنی محبت ہو گئی ہے کہ میں رات اور دن میں ایک گھڑی بھی ان سے جدا ہونا پسند نہیں کرتا حتیٰ کہ رات کو بھی آپ کو اپنے پاس سلاتا ہوں۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ کپڑے پہن کر سوتے تھے۔

کپڑے اتار کر سونا آپ کو پسند نہ تھا۔

فامرته ليلة ان يخلع ثيابه وينام معى فرأيت الكراهة فى وجهه لكنه كره ان يخالفنى

ایک رات میں نے کہا کہ کپڑے اتار دیں اور پھر سوئیں۔ میں نے آپ کے چہرۂ اقدس سے محسوس کیا کہ یہ بات آپ کو پسند نہیں لیکن چونکہ میری بات کو آپ ٹالنا بھی نہ چاہتے تھے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

يا عماه اصرف بوجهك عنى حتى اخلع ثيابى اذلا ينبغى لاحد ان ينظر الى جسدى

اے چچا میں کپڑے اتارتا ہوں مگر اپنے چہرے کو دوسری طرف کرلے تاکہ میرے ننگے جسم کو تو نہ دیکھ پائے کیونکہ میرے جسم کو (اس میں دیکھنا کسی کے لئے جائز نہیں۔

ابوطالب کہتے ہیں کہ مجھے اس پر تعجب ہوا مگر میں نے اپنا منہ دوسری طرف کرلیا تاکہ یہ کپڑے اتارلیں۔ جب آپ کپڑے اتار کر بستر پر لیٹے:

فلما دخلت معه الفراش اذ بينى وبينه ثوب

میں بھی بستر پر لیٹا لیکن میں نے دیکھا کہ ہمارے درمیان ایک پردہ حائل ہوگیا (جس کی وجہ سے میں آپ کے جسم کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔

دوسری بات میں نے یہ دیکھی:

والله ما ادخلته فراشى فاذاهوفى غاية اللين و طيب الرائحة كانه غمس فى المسك فجهدت لا نظر الى جسده فما كنت ارى شيئًا وكثيرًا ما كنت افتقده من فراشى فاذا قمت لا طلبه نادانى يا عم فارجع ولقد كنت كثيرا ما اسمع منه كلاماً يعجبنى ذلك عند مضى الليل وكنا لا

نسمی علی الطعام والشراب ولا نحمده بعده وكان يقول فی اول الطعام بسم الله الاحد فاذا فرغ من طعامه قال الحمد ثم لم ارمنه كذبة ولا ضحكا ولا جاهلية ولا وقت مع صبيان يلعبون۔

(تفسیر کبیر ص214 ج32)

﴿ترجمہ﴾......کہ آپ کا جسم اطہر نہایت ہی نرم و نازک اور اس طرح خوشبودار تھا جیسے وہ کستوری میں ڈبویا ہے۔ میں نے آپ کے جسم اطہر کو دیکھنے کی کوشش کی مگر میں نہ دیکھ سکا۔ میں بہت دفعہ آپ کو بستر سے گم پاتا تو بستر سے اٹھ کر تلاش کرنے نکلتا اور آواز دیتا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو کہاں ہے۔ آپ فرماتے اے چچا میں یہاں ہی ہوں واپس آجاؤ۔ جب رات ڈھل جاتی تو میں بہت دفعہ آپ سے ایسی گفتگو سنتا جس سے مجھے بہت تعجب ہوتا۔ ہم کھانے پینے سے پہلے اور بعد میں اللہ کا نام نہیں لیتے تھے۔ آپ کھانے سے پہلے بسم اللہ لا حد (اللہ کے نام سے جو ایک ہے) پڑھتے اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو الحمد اللہ کہتے میں نے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا (ہر وقت متفکر رہتے) کبھی کھل کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا اور نہ بچوں کے ساتھ فضول کھیل میں وقت ضائع کرتے ہوئے دیکھا۔

انس صحابی رضی اللہ عنہ کی گواہی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ جسم اقدس کی خوشبو کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم احسن الناس لونًا واطيب الناس ريحاً۔

(تہذیب ابن عساکر ص321 ج1)

﴿ترجمہ﴾......رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا رنگ سب سے حسین تھا اور اس کی خوشبو نفیس تر تھی۔

ایضاً:...... انہی سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

لا شممت مسکًا ولا عطرًا اطیب من ریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(بخاری کتاب المناقب ص273 ج1)

﴿ترجمہ﴾......میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اطہر کی خوشبو سے بڑھ کر کستوری اور عطر کو نہیں پاتا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

وانی شممت العطر کلہ فلم اشم نکھۃ اطیب من نکھۃ علیہ السلام

(ابن عساکر ص338 ج1)

﴿ترجمہ﴾...... میں نے تمام عطروں کو سونگھا ہے مگر رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اطہر کی نکہت سے بڑھ کر کسی کو نفیس نہیں پایا۔

میں نے اس دنیا میں مختلف خوشبوؤں کو استعمال کر کے دیکھا مگر جو مہک اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اقدس میں رکھی تھی اس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔

شہادت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ:

آپ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھے آپ نے مجھے اپنے قریب ہونے کا حکم دیا:

فدنوت منہ فما شممت مسکًا ولا عنبرًا اطیب من ریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(خصائص کبریٰ ص، ج1)

﴿ترجمہ﴾......میں جب قریب ہوا تو میں نے آپ کے جسم اقدس میں ایسی مہک محسوس کی جو کسی بھی کستوری اور عنبر میں نہیں۔

گواہی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ:

آپ بیان کرتے ہیں:

لقد کنت اصافح النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یمس جلدی جلدہ فاتعرفہ بعد فی یدی فانہ لا طیب رائحۃ من المسک

(سبل الہدیٰ ص 201 ج 2)

﴿ترجمہ﴾......میں جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معانقہ کا شرف پاتا یا میرا جسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اطہر سے مس ہوتا تو جدا ہونے کے بعد اپنے ہاتھ میں ایسی خوشبو پاتا جو کسی بھی کستوری میں ہو سکتی ہے۔

گواہی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں فجر کی نماز ادا کر کے مسجد نبوی سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ باہر اہل مدینہ کے بچے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے سروں اور چہروں پر دست شفقت پھیرا۔

مسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خدی فوجدت یدہٗ بردًا وریحًا کانّما اخرج یدہ من جنوۃ عطار۔

(مسلم شریف ص ۲۵۶ ج ۲)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دست شفقت میرے رخسار پر رکھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست اقدس کو نہایت ہی ٹھنڈا اور ایسا خوشبودار پایا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے عطار کی خوشبودانی سے نکالا ہے۔

یزید بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میری طرف بڑھایا وہ برف سے ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

خوشبو سے خبر رسانی:

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم خوشبو سے محسوس کر لیتے تھے کہ اب آقائے دو جہاں تشریف لا رہے ہیں:

كنا نعرف رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اذا قبل بطيب ريح

(خصائص کبریٰ ص ۶۲ ج ۱)

ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک خوشبو سے محسوس کر لیتے تھے۔

ایضاً امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يعرف بالليل بريح الطيب

(الدارمی ص ۳۲۸)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی تاریکی میں جسم اقدس کی خوشبو کی وجہ سے پہچانے جا سکتے تھے۔

کوچے بسا دیئے:

احادیث مبارکہ میں ہے کہ جب کوئی صحابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر پر نہ ہوتے تو راستے کی مہک بتا دیتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں مقام پر تشریف لے گئے ہیں۔ لہٰذا اس صحابی کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی بلکہ جس راستے پر مہک ہوتی وہ اس پر چل کر اپنے محبوب کریم کو پا لیتا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

چوں یکی از اصحاب بقصد ملازمت آں حضرت می آمد و درخانہ نمی یافت به نشان بوئے خوش در راهی که آنحضرت ازاں راه گنشته بود میرفت۔

(مدارج النبوۃ ص۳۲ ج۱)

جب کوئی غلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے ارادے سے حاضر ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے در دولت پر تشریف فرما نہ ہوتے تو وہ اسی راہ پر چل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پالیتا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخصوص مہک کا پتہ دے رہی ہوتی۔

عنبر زمیں، عبیر ہوا، مشکِ تر غبار
ادنیٰ سی یہ شناخت تری رہگزر کی ہے

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

هر که در کوچه از کوچه هائے مدینه طیبه میگذشت بوئے خوش بیافت و میدانست که آنحضرت از ایں راه گذشت است

جب بھی کوئی شخص مدینہ طیبہ کی کسی گلی سے گذرتا اور آپ سے مخصوص مہک کو پالیتا تو جان جاتا کہ ادھر سے حضور کا گذر ہوا ہے۔ ...... ایضاً

امام خفاجی اسی بات کو بیان کرتے ہیں:

کان اذا مرفی بعض ازقة المدینه علم مرورہٗ به برائحته

(نسیم الریاض ص۳۳۶ ج۱)

جب آپ کا مدینہ کی کسی گلی سے گزر ہوتا تو خوشبو سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر ہو جاتی تھی۔

ایک صحابی کا قصہ:

فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے مسجد نبوی میں حاضر

ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نہ ملے تو میں حسب دستور گلیوں کوچوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو کے سہارے پر چل پڑا۔ لیکن یہاں مدینہ پاک میں کہیں پتہ نہ چلا تو میں نے شہر سے باہر نکل کر خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہارا لیا اس طرح مجھے قبا شریف کی طرف خوشبو نبوی محسوس ہوئی۔ میں ادھر چل پڑا۔ مسجد قبا میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات نہ ہوئی۔ ادھر ادھر گھوما تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک کنواں پر بیٹھا پایا۔ اس طرح سے میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔

(آئینہ حرم)

زائرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

جن خوش بخت حضرات کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے ان کی زیارت والی جگہ سے تادیر خوشبو مہکتی رہتی ہے۔ واقعات کی تفصیل کے لئے فقیر کی کتاب ''زائرین مصطفیٰ'' کا مطالعہ کیجئے۔

قبور معطر:

بکثرت درود شریف پڑھنے والوں اور حدیث پاک سے شغف رکھنے والوں کے مزارات سے خوشبو کا ہونا متعدد اولیا مشائخ کے متعلق مشہور ہے۔ حضرت امام بخاری اور صاحب دلائل الخیرات کے مزارات کی خوشبو مشہور عام ہے۔ صدی گزشتہ کے ایک بزرگ مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا مزار ان کے دفنانے کے بعد مہک اٹھا تھا اس لئے کہ آپ ہر شب جمعہ تمام رات بالالتزام درود شریف پڑھتے رہتے تھے۔ (وغیرہ وغیرہ)

مدینہ مہک رہا ہے:

آج بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات حقیقیہ کی بہترین دلیل آپ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سارا مدینہ پاک ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم معطر کی عطر بیزیوں سے سارا شہر مدینہ شریف خوشبو سے مہک رہا ہے۔اسی لئے مدینہ پاک کے اسمأ طیبہ۔ طیبہ، طابہ، طاہر۔مطیبہ ہے۔لیکن یہ خوشبو اسے نصیب ہوتی ہے جس کے ایمان کی ناک ہر گندی الائش سے پاک اور صاف ہے اور جن کے ایمان کی ناک نہیں یا شرک وبدعت کے نزلہ وزکام سے ماؤف ہے اسے خوشبو تو نہ ہے نصیب اس کو مدینہ پاک کی فضا ہی ناخوشگوار ہے۔

رہگور معطر:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اقدس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح خوشبودار بنایا تھا کہ جس جگہ، گلی، راستے سے آپ کا گزر ہو جاتا وہ خوشبو سے مہک اٹھتے، بعد میں گزرنے والا ہر شخص یہ محسوس کر لیتا کہ اس راہ سے اللہ تعالیٰ کے محبوب کا گزر ہوا ہے۔کیونکہ وہ ان راستوں پر ایسی خوشبو پاتا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کے جسم اطہر کا حصہ تھی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کیفیت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

کان رسول اللہ اذا مرفی طریق من طرق المدینۃ وجد منہ رائحۃ الطیب وقالو امر رسول اللہ من ھذا الطریق۔

(خصائص کبریٰ ص ۶۷ ج۱)

محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ طیبہ کے کسی راستے سے گزر جاتے تو لوگ اس راہ میں ایسی پیاری مہک پاتے کہ پکار اٹھتے کہ ادھر سے اس کے پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہی گزر ہوا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تاریخ کبیر میں حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں:

لم یکن النبی یمرفی طریق فیتبعہ احد الاعرف انہ من طیبہ۔

(شفا شریف ص ۸۷ ج۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس راستے سے بھی گزر جاتے بعد میں آنے والا شخص خوشبو سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔

اس کے تحت علامہ علی محمد البجاوی لکھتے ہیں:

ای من طیب الطریق برائحته الطیبة المخصوصة الباقیة فیه

(حاشیہ شفا شریف ص ۸۷ ج ۱)

راستے سے گزرنے والا اس میں پھیلی ہوئی خوشبو کی وجہ سے محسوس کر لیتا کہ ادھر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر ہوا ہے کیونکہ ایسی خوشبو آپ کے ساتھ مخصوص تھی۔

گندے ذہن کا گندا سوال:

جو لوگ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف اور صرف اپنے جیسا بشر مانتے ہیں وہ کہتے ہیں چونکہ حضور علیہ السلام بہت زیادہ خوشبو استعمال فرماتے تھے یہ وہی خوشبو تھی نہ کہ جسم کے اندر سے کوئی خوشبو تھی۔

جواب:......

یہ مہک اور خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی تھی نہ کہ استعمال کردہ خوشبو تھی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خوشبو کے محتاج نہ تھے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو استعمال نہ بھی فرماتے تھے پھر بھی یہی کیفیت رہتی۔ محققین ومحدثین کے ارشادات ملاحظہ ہوں:

﴿۱﴾......حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن خصوصیات سے نوازا ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کا خوشبودار ہونا بھی ہے۔

کانت هذا الریح الطیبة صفتهٗ صلی الله علیه وآله وسلم وان لم یمس طیباً

(نووی علی المسلم ص ۲۵۶ ج ۲)

مہک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی صفات میں سے تھی اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو استعمال نہ فرماتے۔

﴿۲﴾......امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بات کی تصریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

إنَّ هذاه الرائحة طيبة كانت رائحة رسول الله من غير طيب۔

(سبل الہدی ص۱۲۰ ج۲)

یہ پیاری مہک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی تھی نہ کہ اس خوشبو کی جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعمال فرماتے تھے۔

﴿۳﴾......امام خفاجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیت قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ريحها الطيبة طبعيا خلقيا خصه الله به مكرمة و معجزةً له۔

اللہ تعالیٰ نے بطور کرامت ومعجزہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر میں خلقۃً اور طبعًا مہک رکھ دی تھی۔

﴿۴﴾......شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس صفت کا بیان یوں کرتے ہیں۔

یکی از صفاتِ عجیب آنحضرت طیب ریح است کہ ذات وی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود آنکہ استعمال طیب از خارج کند و ہیچ طیب بداں نمیر سید۔

(مدارج ص۲۳ ج۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بغیر خوشبو کے استعمال کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو آتی جس کا مقابلہ کوئی خوشبو نہیں کر سکتی۔

﴿۵﴾......علامہ احمد عبدالجواد الدومی لکھتے ہیں:

کان رسول الله طیباً من غیر طیب ولکنه کان یتطیب و یتعطر توکید الرائحة و زیادتی فی الازکاً۔

(شرح شمائل ص ۲۶۳)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر خوشبو کے استعمال کے بغیر بھی خوشبودار تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے باوجود پاکیزگی ونظافت میں اضافے کے لئے خوشبو استعمال فرما لیتے۔

﴿۶﴾......شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وقد کان صلی الله علیه وآلهٖ وسلم طیب الرائحة وان لم یمس طیبا کما جاء فی الاخبار الصحیحة لکنه کان یستعمل الطیب زیادة فی الطیب الرائحة۔

(مواہب لدنیہ ص ۱۰۹ ج ۱)

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے خوشبو کی دلآویز مہک بغیر خوشبو لگائے آتی رہی ہاں آپ خوشبو کا استعمال فقط اضافہ کے لئے کرتے تھے۔

سوال:......

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر میں خوشبو، واقعہ معراج کے بعد پیدا ہوئی فلہٰذا یہ خوشبو آپ کی بشریت کی نہ ہوئی بلکہ خارجی اسباب سے۔

جواب:......

مذکورہ بالا جتنی روایات ہیں یہ تمام کی تمام اس بات کی دال ہیں کہ خوشبو ہمیشہ سے آپ کا جسم اطہر کا حصہ تھی۔ خصوصاً سیدہ آمنہ، سیدہ حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ابو طالب کی روایات میں تو اس بات کی تصریح ہے کہ ولادت کے وقت ہی سے بدن خیر البشر معطر و خوشبودار تھا جس کا تذکرہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ریحه یسطع کالمسك الازفر (آپ کی خوشبو تر و تازہ کستوری سے بڑھ کر تھی) اور سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہ نے لم یبق منزل من

منازل بنی سعد الاشممنا منه ریح المسك (آپ کی برکت کی وجہ سے بنی سعد کے تمام گھروں میں کستوری سے بڑھ کر خوشبو آتی تھی) کے الفاظ میں کیا ہے:

جواب:۔......

جن لوگوں کو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت سے مغالطہ ہوا ہے اس کی وجہ سے انہوں نے یہ قول کیا ہے کہ خوشبو معراج سے پہلے آپ کے جسم کا حصہ نہ تھی بلکہ واقعہ معراج کے بعد حاصل ہوئی یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ جیسے ان کی عادت ہے کہ احادیث مبارکہ سے اپنی غلط مزاجی سے اپنا مطلب نکالتے ہیں۔ فقیر اصل حدیث پیش کرتا ہے۔

ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم منذا سرى به ريحه ريح عروس واطيب من ريح عروس۔

(سبل الہدیٰ ص ۱۲۱ ج ۲)

جب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو شب اسریٰ کا دولہا بنایا گیا تو اس کے بعد آپ کے جسم اطہر سے دلہن کی خوشبو کی طرح خوشبو آتی تھی بلکہ آپ کی خوشبو دلہن کی خوشبو سے زیادہ نفیس تھی۔

مذکورہ روایت کی تحقیق:

محققین محدثین اور شارحین احادیث فرماتے ہیں کہ اس روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد معراج سے پہلے خوشبو کی نفی نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ معراج کے بعد آپ کی جسمانی خوشبو میں مزید اضافہ ہوا اور پہلے سے بھی زیادہ عجیب مہک کا حامل

ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسے دلہن کی خوشبو سے بڑھ کر قرار دے رہے ہیں۔ چونکہ خوشبو دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو مطلق خوشبو ہے جو ہر کوئی ہر موقعہ پر استعمال کرتا ہے لیکن خوشبو کی ایک دوسری قسم ہے جسے مخصوص اوقات میں استعمال میں لایا جاتا ہے۔ جیسے حجلہ عروسی کے لئے مخصوص خوشبو ہے جسے بالعموم دلہنیں ہی استعمال کیا کرتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی واضح فرمارہے ہیں کہ جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج دولہا بنایا گیا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی خوشبو پہلے سے بھی زیادہ عجیب تھی۔

تصریحات

شارحین کی تصریحات ملاحظہ ہوں:

﴿۱﴾...... امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس بارے میں تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لا دلالة فيه على ان مبدأ طيب ريح جسدهٖ من ليلة الاسراء كما زعم ان ريح عروس اخص من مطلق رائحة طيبة فلا ينافى انه طيب الرائحة من حين ولد۔

(المواہب مع الزرقانی ص ۲۲۳ ج ۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کی دلالت اس بات پر ہرگز نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اقدس معراج کے بعد خوشبودار ہوا بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ اب آپ کے جسم اقدس کی مہک میں اس طرح اضافہ ہوا کہ اب دلہن کی خوشبو سے بڑھ کر خوشبو محسوس ہوئی کیونکہ دلہن کی خوشبو دوسری خوشبوؤں سے ممتاز ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ کا یہ قول ان روایات کے منافی نہیں جن میں یہ موجود ہے کہ آپ کے جسم اقدس میں ولادت کے وقت سے خوشبو تھی۔

﴿۴﴾......علامہ خفاجی بھی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کو اضافہ پر محمول کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انہٗ طیب العنصر لکنه لما اتصل بالملاء الاعلیٰ والجنان وهبت علیه نفحات القدس ازداد وکان صلی الله علیه وآله وسلم طیب لا یشبه طیب الدنیا فله طیب ذاتی وطیب مکتسب من العالم القدس لا یفارقه وهو اطیب الطیب۔

(نسیم الریاض ص ۳۲۸، ج۱)

یہ مسلم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر خوشبودار تھا لیکن معراج کے موقعہ پر جب آپ کا گزر ملاء اعلیٰ، جنان سے ہوا اور تجلیات باری کے انوار کی فضاؤں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کو مس کیا تو اب اس کی جھلک بھی دکھائی دیتی حالانکہ پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم میں ایسی خوشبو تھی جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی خوشبو نہیں کر سکتی تھی گویا یوں کہا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر میں دو طرح کی خوشبوئیں تھیں ایک تو ذاتی جو ولادت سے پہلے ہی موجود تھی اور ایک کسبی جو عالم قدس و انوار کا مظہر تھی اور یہ خوشبو بھی پھر آپ کے جسم اطہر کا حصہ بن گئی اور یہ خوشبو سب خوشبوؤں سے بڑھ کر تھی۔

دائمی خوشبو:

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

اعلم انه صلی الله علیه وآله وسلم کان طیب الریح دائما

(جمع الوسائل ص ۱۱، ج ۲)

اے مسلمان اس بات پر یقین رکھ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم اطہر ہمیشہ سے خوشبودار تھا۔

خوشبو بعد وصال:

یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ انسانی جسم سے جب روح پرواز کر جاتی ہے تو اس کے بعد وہ بے اختیار ہو جاتا ہے اس کے بعد جسم کی تر و تازگی بحال نہیں رہتی۔ جسم مصطفوی ﷺ کا یہ بھی امتیاز ہے کہ وصال کے بعد وہ نہ صرف تر و تازہ رہا بلکہ اس کی وہ مہک بھی اسی طرح قائم رہی جس طرح قبل از وصال تھی۔

شفا شریف میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

غسلت النبی فذهبت انظر مایکون من المیت فلم
اجد شیئًا فقلت طبت حیًا و میتًا

(شفاء قاضی عیاض ص ۸۹ ج ۱)

میں نے رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو غسل دیا۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے خارج ہونے والی ایسی کوئی چیز نہ پائی جو دیگر اموات سے خارج ہوتی ہے تو پکار اٹھا کہ اللہ کے محبوب ظاہری حیات اور بعد از وصال دونوں حالتوں میں پاکیزگی کا منبع ہیں۔

اور پھر اس کے بعد آپ نے فرمایا:

وسطعت منه ریح طیبة لم نجد مثلها قط

(شفاء ص ۸۹ ج ۱)

(غسل کے وقت ہی) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو کے حلے شروع ہوئے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی نہ سنی۔

فائدہ:...... ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب میں نے آپ کے مبارک پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو بس ہاتھ پھیرنے کی دیر تھی۔

فاح ریح المسك فی البیت لما فی بطنه

﴿ترجمہ﴾...... تمام گھر خوشبو سے مہک اٹھا۔

(شرح شفا ملا علی ص ۱۶۱ ج ۱)

فائدہ:...... حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ مبارک پر ہاتھ پھیرا۔

قیل وانتشر فی المدینہ

﴿ترجمہ﴾...... تو تمام مدینہ خوشبو سے مہک اٹھا

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

وضعت یدی علی صدر رسول اللہ یوم مات فمر بی جمع آکل واتوضاء مایذھب ریح المسک من یدی

(رواہ البیہقی، خصائص کبریٰ ص ۲۷۴)

میں نے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا اس کے بعد مدت گزر گئی کھانا بھی کھاتی ہوں، وضو بھی کرتی ہوں (یعنی کام کاج کرتی ہوں) لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو نہیں گئی۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

واہ رے عطر خدا داد مہکنا ترا

خوشبودار مزار:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین سے فارغ ہو چکے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا قبر انور پر حاضر ہوئیں۔

فاخذت قبضۃ من تراب القبر فوضعتہ علیٰ عینھا وبکت وانشأت

تربت مبارک کی خاک اٹھا کر آنکھوں سے لگائی، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے یہ شعر پڑھا

ماذا علی من شم تربۃ احمد
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا

جس شخص نے آپ کی تربت مبارکہ کی خاک کی خوشبو کو سونگھ لیا اسے
اس کے بعد دنیا میں کسی خوشبو کی ضرورت نہیں رہتی

زندہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندہ خوشبو:

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن راستوں سے گزر جاتے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی خوشبو سے مہک اٹھتے تھے اس پر اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے کہ آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود مدینہ طیبہ کی سرزمین اور آب وہوا اسی راحت جاں خوشبو سے معطر ہے اور اب بھی مدینہ منورہ کے سبزہ زار اور درودیوار سے ایسی دل آویز مہک اٹھتی محسوس ہوتی ہے جو عاشقان رسول کے مشام دل وجان کے لئے کیف وسرور کا سامان ہے۔

﴿۱﴾......علامہ یاقوت حموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

ومن خصائص المدینه انها طیبة الریح وللعطر فیها فضل رائحة لاتوجد فی غیرها۔

(معجم البلدان ص ۸۷ ج ۵)

مدینہ پاک کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی آب وہوا خوشبودار ہے اور وہاں کے عطر میں ایسی مہک ہوتی ہے جو اس کے علاوہ کہیں اور نہیں۔

﴿۲﴾......شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

بدانکه هنوز از درود دیوار مدینه طیبه ارواح فائحیست که محباں بشامه محبت آنرامی دریا بند و شاید که استشمام شمئه ازیں بشامه ذوق بعضی از جویای مشتاق نیز رسیده باشد

(مدارج ص ۳۴ ج ۱)

اب بھی مدینہ کے درودیوار خوشبوؤں سے رچے بسے ہوئے ہیں اور اہل محبت اپنے شامہ محبت کے ذریعے ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

خاك طيبه از دو عالم خوشتر است

مدینہ پاک کی خاک اقدس کی خوشبو دونوں جہانوں سے زیادہ خوشبوناک ہے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

﴿۱﴾......حضرت شیخ امام اشبیلی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

كه يكى از علماً صاحب وجدانست ميگويد كه تربتِ مدينه را نفحه خاص است كه در هيچ مشك و عنبر نيست

(مدراج ص ۲۲۳ ج۱)

صاحب وجدان بزرگ فرماتے ہیں کہ خاک مدینہ میں ایک خاص مہک ہے جو کسی کستوری اور عنبر میں نہیں۔

﴿۲﴾......امام عبداللہ عطار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ پاک کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

بطيب رسول الله طاب نسيمها

فما المسك والكافور والصندل الرطب

مدینہ کی آب و ہوا میں حضور علیہ السلام کی خوشبو سے ایسی مہک اٹھتی ہے کہ اب اس کے مقابلے میں کافور اور تروتازہ صندل کی کوئی حیثیت نہیں۔

﴿۳﴾......امام ابن بطال رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ مدینہ منورہ کے درودیوار کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

من سكنها يجد من تربتها وحيطانها رائحة حسنة

(وفاءالوفاللسمہودی ص ۱۷ ج۱)

جس کو بھی مدینہ منورہ کی حاضری نصیب ہوئی وہ اس شہر پاک کی مٹی اور درودیوار سے ایک دلآویز خوشبو پائے گا۔

﴿۴﴾......امام الاشبیلی بیان کرتے ہیں:

لتربته المدينة نفحة ليس طيبها كما عهد من الطيب بل هو عجيب من الاعاجيب. (ایضا)

مدینہ کی مٹی میں ایک خصوصی مہک ہے جو کسی خوشبو میں نہیں بلکہ یہ عجائبات میں سے ہے۔

﴿۵﴾......امام نورالدین سمہودی رحمہ اللہ تعالی مدینہ پاک کے نام طیبہ کی وجہ تسمیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما من الطيب لطيب امورها كلها وطيب رائحتها و جود ريح الطيب بها.

(ایضا ص ۲۰۸، ج ۲)

یہ لفظ طیبہ (خوشبو) سے مشتق ہے اس شہر کے تمام ذرات اور اس کی آب و ہوا میں مہک کی وجہ سے اس کا نام طیبہ رکھ دیا گیا ہے۔

﴿۶﴾......امام محمد بن یوسف الصالحی رحمہ اللہ تعالی بیان کرتے ہیں:

ان من اقلم بها يجد من تربتها وحيطانها رائحة طيبه لاتكاد توجد فى غيرها

(ایضا، ج ۲)

مدینہ میں اقامت پذیر لوگ مدینہ کی مبارک خاک اور دیواروں سے ایسی مہک محسوس کرتے ہیں جو کسی اور خوشبو میں نہیں ہو سکتی۔

﴿۷﴾......شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ جذب القلوب میں لکھتے ہیں:

وگفته اند كه ساكنان ايں بقعه شريف از تربت و در و ديوار او روائح طيبه مے يابند كه در هيچ طيبے نتواں يافت.

شہر مدینہ کے لوگ اس کی مٹی اور در و دیوار سے ایسی خوشبوئیں پاتے ہیں جن کا مقابلہ کوئی اور خوشبو نہیں کر سکتی۔

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است

خنک آں شہرے کہ دروے دلبر است

مدینہ کی خاک دونوں جہانوں سے زیادہ اچھی ہے۔ وہ شہر بہت خوب جس میں (محبوب) دلبر ہے۔ اس بحث کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب محبوب مدینہ میں پڑھئے۔

عوارض بشریہ:

شکل بشر پر ہمارا ایمان ہے لیکن اسے اپنی بشریت جیسا سمجھنا گمراہی ہے۔ لفظی بشریت کی تعبیر وہی ہوگی جو حقیقی بشر کی ہے لیکن ایک (حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہر شے کو نور ماننا پڑے گا۔ فقیر نے سابقاً اجمالاً بہت کچھ لکھا ذیل میں بھی اجمال ہی ہوگا جو انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل کا کام دے گا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی دوسرے بشروں کی طرح عوارض بشریہ تھے۔ ان عوارض کو سمجھنے کے بعد بھی سلیم الفطرت انسان سمجھ جائے گا ہاں ضدی لاعلاج بیمار ہے۔

یاد رہے کہ انسان کے عوارض دو قسم ہیں ظاہری و باطنی۔ ظاہری دو قسم ہیں:......

﴿۱﴾......پاک ﴿۲﴾...... پلید

فقیر پہلے ظاہری عوارض کی پہلی قسم یعنی پاک عوارض بشریہ کی تفصیل عرض کرتا ہے۔

پسینہ مبارک کی خوشبو:

ہر بشر کو پسینہ عارض ہوتا ہے لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ خوشبودار تھا ورنہ عام بشر کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ پسینہ گوشت سے پیدا

ہوتا ہے اسی لئے فقہاء کرام نے فصلہ فرمایا ہے کہ گوشت حلال تو پسینہ پاک اگر گوشت حرام تو پسینہ پلید۔ اگر گوشت مکروہ تو پسینہ بھی۔ اس لئے انہیں بوجہ ضرورت گدھا کے پسینہ کو جواز کا فتویٰ دینا پڑا اور انسان کی شرافت کی وجہ سے اس کے پسینہ کو اس کے گوشت کی وجہ سے جائز کرنا پڑا۔ لیکن اس کی بدبوئی اپنی جگہ مسلم ہے وہ کیوں صرف اسی لئے کہ انسان کے گوشت کی ترکیب چار عناصر مٹی اور پانی وغیرہ سے ہے۔ اور مٹی اور پانی کے اجتماع سے بدبوئی لازمی ہے یہی وجہ ہے کہ نالی میں پاک مٹی اور صاف ستھرا پانی جمع ہو تو وہی پاک مٹی اور صاف ستھرا پانی بدبودار ہو جاتا ہے اور حبیب کبریا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بشریت اور غذا کی ترکیب چونکہ نورانی ہے اسی لئے جو اس سے پسینہ نمودار ہوگا وہ بھی نور اور خوشبودار ہوگا۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک جسم کا پسینہ نہایت ہی خوشبودار تھا۔ چونکہ آپ کا جسم کثیف نہ تھا بلکہ لطیف تھا اس لئے آپ کے بدن مبارک پر پسینہ خوشبوناک تھا۔

﴿۱﴾...... حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كان عرقهٗ فی وجحه مثل اللؤلؤا طیب ریحًا من المسك الاذفر۔

(الوفا ص ۳۰۸ ج ۲، خصائص کبریٰ ص ۶۸ ج ۱)

پسینے کے قطرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر موتیوں کے طرح دکھائی دیتے جو کستوری سے بڑھ کر خوشبودار ہوتے۔

﴿۲﴾...... سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان ریح عرق رسول الله المسك بابی وامی لم ارقبله ولا بعده مثله

(ابن عساکر ص ۳۱۷ ج ۱)

میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا ہوں۔ آپ کے پسینے کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا نہ پہلے گزرا ہے اور نہ بعد میں آئے گا۔

﴿۳﴾...... حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

ولا شممت مسکا قط ولا عطرآ کان اطیب من عرق النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(شمائل ترمذی)

میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پسینے کو ہر عطر اور کستوری سے بڑھ کر خوشبودار پایا۔

﴿۴﴾...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبارک پسینہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کان عرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اطیب من ریح المسک الاذفر۔

(سبل الہدیٰ ص ۱۱۸ ج ۲)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرۂ اقدس پر پسینہ کے قطرے خوبصورت موتیوں کی طرح دکھائی دیتے اور اس کی خوشبو عمدہ کستوری سے بڑھ کر تھی۔

﴿۵﴾...... حضرت حبیب بن ابی مروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے قبیلہ بنی قریش کے ایک شخص نے بیان کیا کہ جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کو سنگسار فرمایا تو میں بھی اپنے والد کے ساتھ وہاں موجود تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زمین سے پتھر اٹھا کر مارا تو مجھ پر خوف طاری ہو گیا۔

فضمنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال من عرق ابطہ مثل ریح المسک

(الوفا ص ۳۰۸)

تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنی بغل مبارک میں لے لیا۔ آپ کی بغل مبارک سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے جھڑے جس کی مہک کستوری جیسی تھی۔

صحابیہ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پسینہ مبارک جمع کر رہی تھیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا انہوں نے جواب دیا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک پسینہ تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار ہوتا ہے اس لئے میں جمع کر رہی ہوں تا کہ ہم اسے اپنی خوشبوؤں میں ملائیں۔

دوسری روایت میں جواب کے الفاظ یہ ہیں:

نرجوا برکتہ لصبیاننا

﴿ترجمہ﴾.....ہم اپنے بچوں کو برکت کے لئے لگائیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر فرمایا: اصبت ...... (مسلم شریف ص ۲۵۷)

تو نے درست کیا۔

بخاری شریف کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔

فاوصی انس ان یجعل منہ فی حنوطہ

حضرت انس نے وصیت کی تھی کہ میرے وصال کے بعد جب میرے کفن اور میت کو خوشبو لگاؤ تو میرے آقا کے مبارک پسینہ کو اس میں ضرور شامل کرنا۔

فائدہ:.....اس سے صحابیوں کا عقیدہ بھی ذہن میں رکھئے کہ وہ اپنی نجات اپنے نبی علیہ السلام کے وسیلہ سے سمجھتے تھے۔

عطریوں کا گھر:

وہ اس لئے عطری نہیں کہلاتے کہ عطر بیچتے تھے بلکہ حضور علیہ السلام کے پسینہ کی خوشبو ان کے گھر میں مہکتی تھی۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔ طبرانی، ابو یعلیٰ اور ابن عدی نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ میری بیٹی کی شادی ہونے والی ہے لیکن میرے پاس اسے دینے کے لئے کوئی خوشبو نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سلسلے میں میری مدد فرمائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ایتنی بقارورۃ واسعۃ الرأس وعود شجرۃ

﴿ترجمہ﴾...... ایک کھلنے منہ والی شیشی اور لکڑی کا کوئی ٹکڑا لے آؤ۔

وہ شخص حسب ارشاد شیشی اور لکڑی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا آپ نے اس لکڑی کی مدد سے اپنی مبارک کلائی کا پسینہ اس شیشی میں جمع فرمایا۔ حتیٰ کہ وہ بھر گئی آپ نے فرمایا۔

خذھا وامر بنتک فتطیب بہ

اسے لے جا اور بیٹی سے کہہ کے اسے بطور خوشبو استعمال کرے۔

(المواہب اللدنیہ ص ۲۴۱ ج ا)

جب وہ شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک پسینہ گھر لے گیا اور اس کے گھر والوں نے اسے بطور خوشبو استعمال کیا تو ان کا گھر خوشبو سے مہک اٹھا۔ اس کی خوشبو صرف اسی گھر تک محدود نہ رہی بلکہ دیگر اہل مدینہ بھی اس خوشبو کو محسوس کرتے۔ اسی وجہ سے اہل مدینہ اس گھر کو بیت المطیبین (خوشبو والوں کے گھر) کا نام سے یاد کرتے تھے۔

کئی پشتوں تک:

بعض ضعیف الاعتقاد لوگوں کے ذہن میں یہ سوال ضرور اٹھے گا کہ کئی پشتوں تک اثرات خوشبو کا رہنا کیسا؟ لیکن یہ تصورات اسے آئیں گے جو نبوت وولایت کی قدر ومنزل سے بے خبر ہے طبی اصول پر موروثی بیماریوں پر یقین ہے تو نبوت کی برکات کا وارثت میں شک کیوں۔ اور یہ قاعدہ اپنی جگہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے سابقین کی برکات کے نمونے اسی لئے باقی رکھے ہیں کہ اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کسی کو وہم وگمان نہ ہو۔ مثلاً سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی آگ بجھانے کی نیت سے پانی چونچ میں لے کر آگ پر

ڈالنے کی وجہ سے تاقیامت اس کی اولاد کو تمام پرندوں پر تعظیم فرض فرمائی۔ یہاں تک کہ باز تمام پرندوں کا شہنشاہ ہے لیکن جب یہ پرندہ سامنے آئے گا تو باز ادب سے سر جھکا دے گا۔ ایسے ہی گرگٹ پر غضب خدا ہے کہ اسے ایک ضرب سے مارنے پر سو نیکی عطا ہوتی ہے۔ (صحیح المسلم) وہ کیوں صرف اس لئے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کی آگ کو گرمانے کی نیت سے پھونکے مارے۔ دیگر مضامین "باادب جانور" تصنیف فقیر کا مطالعہ کریں۔

گھر والوں کو خبر غیروں کو کیا پتہ:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ حسین اور خوبرو تھے آپ کے رنگ میں نورانی کیفیت تھی اسی لئے آپ کا حلیہ بیان کرنے والے آپ کے چہرۂ اقدس کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتے ہیں آپ کے چہرے انور پہ نور اور خوشبو میں مشک ختن جیسا تھا۔

پسینہ کہوں یا نور:

دیلمی نے دو سندوں سے امام محمد بن اسماعیل بخاری (صاحب بخاری شریف رحمۃ اللہ علیہ) سے روایت کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں سوت کات رہی تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جوتا مبارک سی رہے تھے آپ کی پیشانی پر پسینہ آ گیا اور اس سے ایسا نور پیدا ہوا کہ میں حیران ہو گئی۔ حضور علیہ السلام نے میری حیرانی دیکھ کر فرمایا کیوں حیران ہو رہی ہو میں نے عرض کی کہ آپ کے پسینہ اور نوری کیفیت ابو کبیہ ہذلی کے مندرجہ ذیل پر صادق آتی ہے

ومبرا من کل غبر حیضة وفساد مرضعة وداء مغیل واذا نظرت الیٰ اسرة وجهه برقت لبروق العارض المتهلل

﴿ترجمہ﴾......وہ ہر بچے ہوئے حیض اور دودھ پلانے والی کے فساد اور جلد ہلاک کرنے والے مرض سے پاک ہے۔ اور جب تم ان کے چہرے کے شکنوں کو دیکھو گے تو وہ یوں چمکیں گی جیسے برسنے والے بادل کی بجلی چمکتی ہے۔

بی بی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دست مبارک سے جوتا رکھ کر کھڑے ہو گئے اور میرے ہاں تشریف لا کر میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے۔ بی بی نے کہا مجھے یاد نہیں کہ مجھے کبھی ایسی خوشبو ہوئی ہو جیسے اس وقت ہوئی۔

دیگر:

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوتے مبارک کو پیوند لگا رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی اقدس مبارکہ سے پسینہ آ رہا تھا اور نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں یہ دیکھ کر میں حیران رہ گئی اور حیرانی کے عالم میں چرخہ کاتنے سے ٹھہر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا اے عائشہ حیران و پریشان کیوں ہو کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک پیشانی سے پسینہ ٹپکتا ہے جس سے نور پیدا ہوتا ہے۔

(خصائص کبریٰ)

آپ کے پسینے سے خوشبو آنا:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ خوش منظر نورانی رنگت والے تھے آپ کی توصیف کرنے والوں نے سوائے آپ کے کسی کے چہرے کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ نہیں دی اور جب آپ کو پسینہ آتا تو آپ کے چہرہ انور سے موتیوں جیسے قطرے جھڑتے تھے جو مشک اور عنبر اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھے۔

(نزہۃ المجالس)

سوال:.......

یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ بغدادی نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس کے راوی ابو عبیدہ نے ہشام سے کوئی روایت لی ہو۔

جواب:.......

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے کیونکہ امام بخاری نے اس کی روایت کو قبول کیا ہے اور علم حدیث کا قاعدہ ہے کہ جس حدیث کو ایسے آئمہ حدیث قبول کریں وہ حدیث قابل حجت ہوتی ہے۔ صاحب روض الانف نے واقعہ لکھ کر ایک شعر تحریر فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی میں اپنی بیٹی بیاہ رہا ہوں میری مدد فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شیشی اور درخت کی ٹہنی لاؤ وہ لایا تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں کلائیوں سے پسینہ پونچھ کر شیشی بھر دی اور فرمایا یہ شیشی بیٹی کو دو اور اسے کہو کہ یہ لکڑی شیشی میں ڈبو کر خوشبو لگائے چنانچہ لڑکی نے ایسے ہی کیا اسی وجہ سے اس گھر کی شہرت بھی بیت المطیبین (عطر والے) سے ہو گئی۔

یفوح من عرق مثل الجمان له
شذ تظل الغوانی منه تقطر

﴿ترجمہ﴾..... حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک میں جو چاندی کے موتیوں کے مشابہ تھی خوشبوئے مشک مہکتی تھی کہ حسین عورتیں اس کو بجائے عطر کے لگاتی تھیں۔

بغل شریف:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر ماننے والوں کو خصوصاً و دیگر جملہ محبان اسلام کو عموماً دعوت غور وفکر ہے کہ جناب کی بغل کی کیفیت کیسی ہے۔ جناب کو معمولی سا پسینہ آئے تو پھر اپنی بغل میں منہ دبا کر تھوڑی دیر ناک کو نہ ہٹائیں پھر اپنی حالت کا خود اندازہ لگائیں کہ مردار کی بدبو بھی جناب کی بغل کی بدبو سے شرمائے گی۔ پھر کس منہ سے کہتا ہے:

تو بھی بشر وہ بھی بشر:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغل مبارک کی خوشبو پر ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان:...... فرماتے ہیں کوئی شے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر حسین نہیں دیکھی گئی پیشانی انور میں ایسی چمک تھی گویا سورج اس میں گردش کر رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی سے خوشبوئے زعفران وعنبر اور مشک خالص اور گلاب وعطر سے زیادہ مہکتی تھی۔ چنانچہ عورتیں عطر کے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کا عطر لے جا کر اس سے کپڑے معطر کرتیں اور بدن پر ملتیں۔

(حاشیہ دلائل الخیرات مولانا عبدالحق الہ آبادی مہاجر مدنی)

پسینہ کی خوشبو نسل در نسل:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن حضور علیہ السلام استراحت فرما رہے تھے آپ کی جبیں مبارک پر خوبصورت موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے ہویدا تھے۔ میں نے ان میں سے کچھ قطرے ایک شیشی میں جمع کر کے محفوظ کر لئے اتفاقاً انہی دنوں میری ایک ملنے والی خاتون کی بیٹی کی شادی ہوئی۔ میں نے اس شیشی میں سے پسینہ مبارک کے چند قطرے اس خاتون کو بطور تحفہ دیئے اس خاتون نے اسے بطور خوشبو استعمال کرتے ہوئے اپنی بیٹی کو لگایا اس پسینہ معطر کی برکت سے لڑکی کے اس عضو سے ہمیشہ

خوشبو آتی تھی جس پر پسینہ مبارک لگایا گیا یعنی یہ خوشبو ساری عمر باقی رہی اس کے بعد اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اس سے بھی وہی خوشبو آیا کرتی یہاں تک کہ اس لڑکی کی نسل میں جو بچہ بھی پیدا ہوتا اس سے وہی مہک اور خوشبو آتی اس مبارک خاندان اور گھر کو اہل مدینہ بیت العطارین (خوشبو والوں کا گھر) کہہ کر پکارتے تھے۔ ...... ایضاً

حضرت مولانا عبدالحق مہاجر مدنی خلیفہ حاجی امداد اللہ مہاجر رحمہم اللہ تعالیٰ انوار ناصری سے نقل کرتے ہیں کہ علمائے حدیث لکھتے ہیں کہ ایک عورت بہت مفلس تھی یہاں تک کہ بیٹی بیاہنے کے وقت اسے تیل خریدنے کی بھی فرصت نہ تھی۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کی پیشانی اقدس کے پسینہ مبارک کے چند قطرات لے آئی اور دلہن کے بدن پر مل دیا چنانچہ اس بچی کی کئی پشتوں تک بچوں سے خوشبو آتی تھی۔
(دلائل الخیرات از شاہ عبدالحق)

نوٹ:

صرف اسی پسینہ کی خوشبو پر اکتفا کرتا ہوں لیکن یقین کریں آپ کی لب اطہر اور رینٹھ مبارک اور کھکار اقدس اور منہ پاک کی رال وغیرہ سب میں خوشبو تھی اور تمام عطروں سے بڑھ کر جبکہ دوسرے بشروں کی ان اشیاء کا حال واضح ہے۔ یہ صرف بطور نمونہ پسینہ کی تفصیل کر دی ہے تاکہ سنجیدہ سمجھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی نور ہیں بشر کے لباس میں۔

عوارض نمبر ۲:

کوئی کتنا کند مزاج کیوں نہ ہو اگر ان عوارض سے بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نوری بشریت کا قائل نہیں ہوتا پھر وہ اپنی قسمت پر جتنا ماتم کرے کم ہے۔ فقیر ان عوارض میں سب سے پہلے خون کی تفصیل عرض کرتا ہے۔

نبوی خون اقدس میں خوشبو:

حضور علیہ السلام کا جسم اطہر نورٌ علیٰ نور ہونے کی وجہ سے خوشبوؤں کا منبع و مرکز تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم کے ہر حصے سے خوشبو آتی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون مبارک میں بھی عجیب قسم کی مہک تھی۔

امام حاکم، بزار، طبرانی نے بیان کیا ہے کہ ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگوائے ان کی وجہ سے جو خون برتن میں جمع ہوا آپ نے عبداللہ بن زبیر کو حکم دیا کہ اس کو کہیں باہر دفن کرآؤ۔ حضرت عبداللہ بن زبیر جب یہ خون مبارک لے کر باہر آئے تو سوچا کہ اسے کہاں دفن کروں؟ اچانک خیال آیا کہ آج تو اسے بطور تبرک پی ہی لینا چاہئے کیونکہ ایسا موقع شاید دوبارہ نہ آئے۔ آپ نے یہ سوچ کر خون پی لیا۔

فبلغ رسول الله فعله فقال اما انه لا تصبيه النار

(شرح الشفا ص ۱۶۸ ج ۱)

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عبداللہ بن زبیر کے جسم کو جہنم کی آگ نہیں جلا سکتی۔

آپ نے فرمایا:

اما الطعم فطعم العسل و اما الرائحة فرائحة المسك

ذائقہ شہد کی طرح اور اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی۔

وصال کے وقت تک منہ سے خوشبو آتی رہی:

امام قسطلانی کتاب الجوہر المکنون فی ذکر القبائل والبطون کے حوالے سے لکھتے ہیں:

لما شرب عبدالله بن زبير دمه تضوع فمه مسكاو بقيت رائحته موجودة في فمه الى ان صلب۔

(مواہب لدنیہ ص ۲۷۱ ج ۲)

﴿ترجمہ﴾..... جب سے عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون مبارک نوش کیا تھا اسی دن سے ان کے منہ سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو آتی تھی حتیٰ کہ وہ خوشبو ان کے منہ میں اس دن تک رہی جب ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا گیا۔

خون بھی پیا انعام بھی لیا

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خون پی گئے

پچھنے لگوا کر خون ان کو دیا تھا کہ جاؤ کہیں باہر ایسی جگہ چھپا دو جہاں کوئی نہ دیکھے وہ باہر نکل کر پی گئے۔ جب واپس آئے تو فرمایا کہ کیا کر آیا ہے؟ عرض کی ایسی جگہ چھپا کر آیا ہوں جہاں کوئی نہ دیکھے گا۔ فرمایا شاید تو پی کر آیا ہے۔ عرض کی ہاں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جس میں آپ کا خون ہوگا اس کو دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔ ارشاد فرمایا جا تو بھی دوزخ کی آگ سے بچ گیا۔ پھر فرمایا افسوس ان لوگوں پر جو تجھے قتل کریں گے اور افسوس کہ تو ان سے نہ بچے گا"

(مستدرک، کنز العمال شریف، بزاز، ابویعلیٰ بیہقی، خصائص کبریٰ ص ۶۸ ج ا، زرقانی ص ۲۳۰ ج ۴)

خون دافع البلاء والامراض:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ

اما شرب دم نیز مکرر واقع شد است از صحابہ خوردن آن یکے حجامے حجامت کرد آنحضرت راپس بیرون برد خون راوفرو برد اورا در شکم خود پرسد آنحضرت چہ کارکردی خون را گفت بیرون بردم تا پنہاں کنم آنرا نخواستم کہ خون ترا بر زمین بریزم پس پنہاں کردم آنرا درشکم خود فرمود بہ تحقیق حذر کردی ونگاہ داشتی نفس خود را یعنے از امراض و بلا۔

(مدارج النبوۃ)

بہر حال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خون اقدس کا پینا بار بار واقع ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیا ایک حجام نے آپ کا خون مبارک نکالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اسے کہیں باہر چھپا دے اس نے بجائے کہیں چھپانے کے پی لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا تو عرض کی میں اسے چھپانے کے لئے باہر لے گیا لیکن میرے ضمیر نے اجازت نہ دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خون زمین پر ڈال دوں میں نے اسے اپنے پیٹ میں چھپا دیا یعنی پی لیا آپ نے فرمایا تو خود کو امراض وبلیات سے محفوظ کر لیا۔

مالک بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

شفاء شریف میں ہے:

ومنه شرب مالك بن سنان دمه يوم احد و مصد اياه تسويغه صلى الله عليه وسلم وقوله لن يصبه النار

﴿ترجمہ﴾..... اسی سے حضرت مالک سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون مبارک پینا غزوۂ احد میں اور آپ کا اسے جائز قرار دینا بلکہ فرمایا اسے جہنم کی آگ ہرگز نہ پہنچے گی۔

فائدہ:..... تسویغ بمعنی تجویز (جائز قرار دینا)

فائدہ:..... اس واقعہ کی تفصیل حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ بیان فرماتے ہیں کہ:

و آمده است که چوں مجروح شده آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم روز اُحد جراحت اورامالك بن سنان پدر ابو سعید خُدری رضی الله تعالیٰ عنه تا پاك و سفید ساخت آنرا گفتند بیند از خون را از دهن گفت لا والله هرگز نه ریزم خون آنحضرت رابر خاك پس

فرو برد آنرا پس فرمود آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم هر که خواهد که بنگرد مردے از اهل بهشت بنگردم این مرد

(المدارج للشیخ رضی اللہ عنہ)

﴿ترجمہ﴾..... مروی ہے کہ غزوہ احد میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زخم مبارک کے خون پاک کو مالک بن سنان یعنی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما کے والد نے چوس لیا یہاں تک کہ وہ جگہ سفید ہوگئی لوگوں نے کہا یہ خون منہ سے باہر پھینک دے کہا خدا کی قسم میں اسے ہرگز اس مبارک خون کو زمین پر نہ پھینکوں گا یہ کہہ کر اسے پی گئے حضور علیہ السلام نے فرمایا جو کسی بہشتی انسان کو دیکھنا چاہے تو اسے دیکھ لے۔

فائدہ:..... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ السلام کو نور سمجھتے ورنہ عام بشر کا خون نہ صرف نجس بلکہ پلید گر ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیا باوجودیکہ بظاہر اس میں حکم عدولی بھی ہے کہ آپ نے تو فرمایا کچھ لیکن صحابہ نے اسکے برعکس پی لیا پھر حکم عدولی پر حضور علیہ السلام نے سرزنش کے بجائے دارین کی نعمتوں سے نوازا کہ دنیا میں خیر وامان اور آخرت میں باغ جنان یہ بھی یاد رہے کہ جتنا دین کو صحابہ نے سمجھا اس کا عشر عشیر بھی آج کے دین کے ٹھیکیداروں کو تو بجائے مانداًنہیں دین کی خوشبو تک بھی نصیب نہیں۔

اہل نظر سے معروضات:

بشر (کے باشد) کا خون پلید اور پلید گر اور بیماری کا سرچشمہ اوران باتوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے بڑے آئمہ مجتہدین بھی زیادہ جانتے ہیں اور خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو شک وشبہ کی گنجائش تک نہیں لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر پیا اور عمداً پیا اور شفاء باعث نجات سمجھ کر پیا۔ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پی لینے کے بعد بجائے ممانعت کے انعامات سے نوازا مثلاً امراض وبلاؤں سے حفاظت اور مرنے کے بعد جنت کا ٹکٹ وغیرہ وغیرہ

اس کے باوجود کسی کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نوری بشریت پہ شک ہے تو اسے کیا کہہ سکتے ہیں۔ وہ کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضاً

﴿ترجمہ﴾......ان کے دل میں مرض ہے اللہ نے ان کا مرض بڑھا دیا۔

غلیظ و پلید ترین نجاست:

بشر کوئی بھی ہو اس کا پیشاب، پاخانہ غلیظ اور شدید ترین پلید ہیں۔ بلکہ امراض و بلیات کا سرچشمہ اور قبر کے عذاب کا موجب جیسا کہ حدیث شریف میں ہے

استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر

پیشاب سے بچو اس لئے کہ عام قبر کا عذاب پیشاب کی وجہ سے ہے۔

بخاری شریف میں مشہور حدیث ہے کہ دو قبر والوں کے عذاب کا ایک سبب ان کے پیشاب کے قطرات بھی بتایا پھر تخفیف عذاب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کھجور کی ٹہنی دو حصے کر کے قبر پر رکھوائی۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ مزارات پر پھول

لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بول و براز مبارک نہ صرف پاک (طیب وطاہر) بلکہ شفائے امراض، دافع البلاء اور جنت کا ٹکٹ (تفصیل آئے گی)

موازنہ نوری بشر اور عام بشر کے فضلات

نوری بشر	عام بشر
بول و براز پاک طیب وطاہر	پلید بلکہ پلید گر
بول و براز شفائے امراض اور دافع البلاء	بیماریوں اور بلاؤں کا سرچشمہ
بول و براز کے ادب پر جنت کا ٹکٹ اور قبر میں آرام	عذاب قبر سے بھرپور

فضلات رسول طیب وطاہر اور خوشبوناک:

فضلات لغت میں زوائد کو کہتے ہیں اور عرف میں پیشاب پاخانہ اور ہماری مراد ان کے علاوہ تھوک، کھنکار، رینٹھ وغیرہ ہے۔ اہلسنت کے نزدیک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ فضلات مبارکہ طیب وطاہر اور بیماریوں کی شفاء اور موجب نجات اور بہشت کے دستاویز ہیں۔ چنانچہ حضرت امام احمد قسطلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واما طیب ریحہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و عرقہ و فضلاتہ فقد کانت الرائحۃ الطیبہ صفتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(مواہب لدنیہ)

بہر حال آپ کی خوشبو اور پسینہ وفضلات مبارک خوشبو والے تھے۔ اور خوشبو مہکتی ہوئی آپ کی جنت سے تھی۔

اس کے بعد یہی امام لکھتے ہیں:

یروی انہ کان یتبرک ببولہ و دمہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول مبارک اور خون مبارک سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

وھیچکس اثر فضلہ ایشاں رابروئے زمین ندیدہ زمیں می شگافت و فرومی زود و ازاں مکان بوئے مشک شمیدند۔

(تفسیر عزیزی ص۲۰۹ پ۳۰)

کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلہ پاک کا نشان زمین پر نہ دیکھا بلکہ زمین نگل لیتی اس سے مشک کی خوشبو سونگھتے تھے۔

فائدہ:......اس مسئلہ میں فقیر کی کتاب "الدلائل القاہرہ" عرف فضلات رسول" خوب ہے قارئین کے لئے یہاں چند حوالہ جات حاضر ہیں۔

فہرست حوالہ جات تصنیفات اسلاف در طہارۃ فضلات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نمبر	نام کتاب اسم مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	صفحہ
۱	بخاری شریف امام البخاری رحمہ اللہ الباری	۳۷۰ج۱
۲	عمدۃ القاری للامام بدرالدین العینی رحمہ اللہ	۱۰ج۱
۳	الخصائص الکبریٰ للامام السیوطی رحمہ اللہ	۲۵۲ج۲، ۹ج۱
۴	کشف الغمہ للامام الشعرانی رحمہ اللہ	۵۰ج۲
۵	مواہب لدنیہ للامام القسطلانی مع شرح الامام الزرقانی رحمہ اللہ	۲۳۳ج۴ ۱۷۰ج۱
۶	مدارج للشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ	۲۵/۲۳ج۱
۷	اشعۃ اللمعات عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ	۲۳۳ج۱
۸	ردالمحتار للامام ابن العابدین شامی رحمہ اللہ	۲۳۳ج۱
۹	مرقات شرح مشکوٰۃ للامام علی القاری رحمہ اللہ	۲۳۰ج۱
۱۰	جمع الوسائل شرح الشمائل للامام علی القاری رحمہ اللہ	۳/۱۳ج۱
۱۱	شرح الشفاء علی الخفاجی للامام علی القاری رحمہ اللہ	۳۵۴/۳۵۳ج۱
۱۲	شفا شریف للقاضی عیاض احمد رحمہ اللہ تعالیٰ	۵۴/۵۳ج۱
۱۳	تہذیب الاسماء واللغات للامام النووی شارح مسلم رحمہ اللہ	

۱۴	تفسیر عزیزی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ	پ ۲۸ ص ۲۱۰ سورۃ انشقاق
۱۵	دلائل النبوۃ للامام ابی نعیم رحمہ اللہ	ص ۲۸۰۔۱۸۳
۱۶	زرقانی علی المواہب للامام عبدالباقی الزرقانی رحمہ اللہ شرح الاشباہ للبیری رحمہ اللہ	۲۲۷/۲۲۸، ۲۲۸/ ۲۳۳ج ۴
۱۷	کبیری شرح منیہ للا امام الحلبی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۸۰
۱۸	فتح الباری شرح بخاری للا امام ابن حجر رحمہ اللہ	۲۱۸ج ۱
۱۹	فتح الباری شرح بخاری لاامام ابن حجر رحمہ اللہ	۲۵۰/۲۵۱ج ۱
۲۰	انوار الباری شرح بخاری احمد رضا بجنوری دیوبندی	
۲۱	جواہر البحار الامام نبھانی رحمہ اللہ جلد اول کے صفحات	۲۰۴تا۲۷۸
۲۲	نشر الطیب (اشرف علی تھانوی)	
۲۳	جمال با کمال (مفتی جامعہ عباسیہ) بہاول پور	

حقیقت فضلات:

ہماری غذا کے اثرات پلید اور غلیظ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی غذا مبارک کے فضلات شریفہ طیب وطاہر بلکہ دارین کی نجات کے ضامن۔لیکن بے سمجھ کے بارے میں ظاہر ہے کہ اسے دفتر بھی بے کار پھر بے سمجھی کے ساتھ ضدی بھی ہو تو ......

بہشتی انسان:

مسلمات میں سے ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے وہ کیفیت دینوی کیفیت کے برعکس ہوگی۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

جنت میں داخل ہونے والے پہلے گروہ کی صورتیں چودھویں کے چاند جیسی ہوں گی ان سے نزدیک والے (دوسرے گروہ) اس چمکتے ہوئے تارے سے زیادہ روشن ہوں گے جو آسمان پر چمکتا ہے۔ وہاں کے لوگوں (اہل جنت) کے دل ایک ہی آدمی کے دل جیسے ہوں گے نہ ان میں اختلاف ہوگا نہ دشمنی نہ بیمار ہوں گے نہ انہیں قضائے حاجات کی ضرورت پیش آئے گی نہ وہ تھوکیں گے نہ کھانسیں گے ان کا پسینہ کستوری کی طرح خوشبودار ہوگا۔ ان کی آنکھیں سرگیں، چہرے بے ریش، اور بدن بالوں کے بغیر ہوں گے۔

"جو جنت میں داخل ہوگا وہ ناز و نعمت میں رہے گا فکر مند نہیں ہوگا۔ نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے نہ اس کی جوانی ختم ہوگی۔

ہم دلائل سے ثابت کر چکے کہ انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے اجزاء جنت کے ہیں اسی لئے حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان خوش قسمت صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کو بھی بہشتی فرمایا جسے آپ کا خون اقدس اور پیشاب اطہر پینا نصیب ہوا۔

انتباہ:...... جب عام بہشتیوں کے متعلق یہی ایمان ہے تو پھر بہشت بانٹنے والے بلکہ جن کے صدقے بہشتیوں کی یہ قدر و منزلت ہے ان کے لئے کہنا کہ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے وہ بھی بشر اور ہم بھی۔

بشریت محمدیہ کی تخلیق:

عارف ربانی عبداللہ بن ابی حمزہ الفصوص میں اور ابن السبع نے شفاء الصدور میں کعب الاحبار سے ذکر کیا کہ حضور علیہ السلام کی تخلیق بشریت محمدیہ رفیع اعلیٰ کے ملائکہ لے کر زمین پر اترے مدینہ منورہ سے روضہ اطہر سے خاک اٹھائی جو روشن منور تھی اسے جنت کی نہروں میں سے تسنیم کے پاک وصاف پانی سے گوندھا گیا یہاں تک کہ وہ روشن موتی کی طرح ہوگئی اور اسے عظیم شعاعیں نکلتی تھیں۔

قبلہ اصل:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل طنیت اس ناف ارض سے ہے یعنی وہ جگہ جہاں کعبہ معظمہ کا کمرہ ہے اس معنی پر آپ اصل کائنات ہیں اسی لئے آپ کا لقب امی بھی ہے۔

بول اقدس:

صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول اقدس پینا نصیب ہوا انہوں نے عمداً بول سمجھ کر پیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا علم ہوتا تو بجائے اظہار ناراضگی کے دارین کے انعامات کی نوید سے نوازتے چند خوش قسمت صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم کے واقعات میں سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا:

بی بی ام ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رات اٹھ کر ایک جانب برتن میں پیشاب فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہی خادمہ جن کا نام ام ایمن یا برکہ ہے وہ فرماتی ہیں مجھے پیاس لگی تو میں نے پانی سمجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب مبارک پی لیا۔ صبح کو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دریافت فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ حضور وہ میں نے پی لیا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ تجھے کبھی پیٹ کی بیماری نہ ہوگی۔

(نسیم الریاض جلد نمبر ا ص ۳۲۸/۳۲۹)

فائدہ:...... محدثین کرام ملا علی قاری، علامہ شہاب الدین خفاجی نے فرمایا کہ یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور اسی لئے دار قطنی محدث نے امام بخاری اور امام مسلم پر الزام

عائد کیا کہ جب یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرط کے موافق صحیح تھی تو انہوں نے اس کو اپنی صحیحین میں کیوں درج نہ کیا اگر چہ یہ الزام صحیح نہیں اس لئے کہ شیخین نے کبھی اس بات کا التزام نہیں کیا کہ جو حدیث ہماری مقرر کی ہوئی شرط پر صحیح ہوگی ہم ضرور اس کو صحیحین میں لائیں گے لیکن دار قطنی کے اس الزام سے یہ بات ضرور ثابت ہوگئی کہ یہ حدیث علی شرط الشیخین صحیح ہے۔

(نسیم الریاض جلد نمبر ا ص ۳۴۸ اور شرح شفا ملا علی قاری ص ۱۶۳ ج ا)

طہارۃ بول اقدس:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول (پیشاب) مقدس کی طہارت اور ان میں شفاء اور داخلہ بہشت کے متعلق اسلاف صالحین میں اختلاف نہیں یہاں تک کہ فضلائے دیوبند نے بھی اس مسئلہ میں اہلسنت سے اتفاق کیا۔ صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

رسالہ شیم الحبیب قلمی ص ۵ مصنفہ مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی خاتم مثنوی (جس کو مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے مستند اور متبرک سمجھ کر نشر الطیب میں بتمامہا نقل کیا ہے) در اصل وہ چند احادیث کا خلاصہ ہے۔ وہ احادیث یہ ہیں:

اور تھانوی صاحب نے یہی نقل کر کے ہماری تائید کی ہے۔

قال انس ما شممت عنبرًا قط و مسکًا اطیب من ریح محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وکان یصافح فیظل یومہ یجد ریحہا فیضع یدہ علی راس الصبی فیعرف من بین الصبیان بریحہا و نام فی دار انس فعرق فجاءَتْ اُمُّہٗ بِقَارُوْرَۃٍ تجمع فیہا عرقہ فَسَاَلَہَا رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عن ذلک فقالت نجعلہ فی طیبنا وھو اطیب الطیب و ذکر الامام البخاری فی التاریخ الکبیر عن جابر لَمْ یکن یمر النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فی طریق فیتبعہ احد الاعرف انہ سلک من طیبہ قال اسحٰق بن راھویہ ان تلک کانت رائحۃ بلا طیب و

روی ابراهیم بن اسماعیل المزنی عن جابر انه اردفنی رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم فالتقمت خاتم النبوة بفی فکان ینم عَلَیَّ مسکًا وروی اِنَّهٗ اذا تغوّط انشقت الارض فابتعلت غائطه و بوله وفاحت لذلك رائحة طیبة کذا روت عائشةؓ ولذا قیل بطهارة الحدثین منه حکاه ابوبکر بن سابق المالکی و ابو نصر و شرب مالك بن سنان دمه یوم احد و مصه فقال لن یصیبه النار و شرب عبدالله بن زبیر دم حجامته و شربت برکة بوله و ام ایمن خادمة رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم فلم تجداه الاکملٍ عذب طیب

﴿ترجمہ﴾..... حضرت انس کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اطہر کی کوشبو کو مشک اور عنبر وغیرہ کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ پایا، اور آپ کسی سے مصافحہ فرماتے ہاتھ ملاتے تو سارا دن اس کے ہاتھوں میں خوشبو پائی جاتی آپ کسی بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیتے تو وہ اور بچوں میں خوشبو کی وجہ سے ممتاز ہوتا۔ آپ حضرت انس کے گھر میں سونے لگے تو ان کی ماں ایک شیشی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پاک پسینہ جمع کرنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا یہ کیوں؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اسے خوشبو کے طور پر استعمال کریں گے اور یہ بہترین خوشبو ہے اور امام بخاری نے تاریخ کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ آپ جس کوچہ سے گزر جاتے راستہ چلنے والوں کو کوچہ کے معطر ہونے کی وجہ سے پتہ چل جاتا کہ آپ اس راستہ سے گزرے ہیں۔ حضرت اسحٰق بن راہویہ کہتے ہیں کہ آپ کی یہ خوشبو کسی خوشبو کے استعمال کی وجہ سے نہ تھی۔ حضرت ابراہیم بن اسماعیل مزنی نے فرمایا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مہر نبوت کو منہ میں لے لیا تو مشک کی لپیٹیں آنے لگیں اور روایت کیا گیا ہے کہ آپ جب قضائے حاجت فرماتے تو زمین پھٹ جاتی اور آپ کے فضلات کو نگل جاتی اور اس جگہ سے

پاکیزہ خوشبو آتی رہتی جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں حدیثوں سے پاکی کا قول کیا گیا ہے اسے ابوبکر بن سابق مالکی اور ابونصر نے بیان کیا ہے اور مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جنگ اُحد کے روز آپ کے زخم کو چوسا اور خون پی لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو آگ نہیں پہنچے گی۔ اور عبداللہ بن زبیر نے آپ کے پچھنے کا خون پی لیا اور برکۃ اور ام ایمن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باندی نے بے خبری میں آپ کا پیشاب پی لیا اور انہیں ایسا معلوم ہوا کہ پاکیزہ خوشبودار اور آب شیریں ہے۔

فائدہ:...... بول اقدس کا خوشبودار ہونا آئمہ اور مخالفین کی تصریح سے ثابت ہو گیا بلکہ پینے والوں نے اس کے خوشبودار ہونے کی تصدیق و تائید فرمائی۔ اس کے باوجود کوئی نہ مانے تو..........

فضلات خوشبودار:

اس حدیث سے اور اسی مضمون کی دیگر احادیث صحیحہ سے جلیل القدر آئمہ دین اور اعلام امت محدثین کرام اور فقہاء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول مبارک بلکہ جمیع فضلات شریفہ کی خوشبو اور طہارت کا قول کیا جیسا کہ بالتفصیل عبارات نقل کی گئیں۔ بلکہ بعض روایات حضرات محدثین وشارحین کرام نے اس مضمون میں فرمائی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول و براز مبارک مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار تھا۔

کئی پشتوں تک خوشبو:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول مبارک پینے والے صحابہ وصحابیات کے ذکر میں ایک روایت بیان فرمائی۔

در بعضے روایات آمدہ است کہ مردے بول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را خوردہ بود پس بوئے خوش می دمید از او لادے و تا چند پشت۔

مدارج النبوۃ:

بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک صحابی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیشاب مبارک پیا تو اس سے خوشبو مہکتی تھی بلکہ کئی پشتوں تک خوشبو مہکتی رہی۔

ازالہ وہم:

پشتوں تک کسی اثر کا باقی رہنا عقلاً مخالفین بھی مانتے ہیں مثلاً موروثی بیماریاں و دیگر عادات اطباء کو مسلم ہیں اور معجزات میں تو عقل کو کوئی دخل نہیں آنکھیں بند کر کے ماننا ایمان بالغیب کا خاصہ ہے اور مذکورہ بالا معجزہ ہے۔ اور اس طرح کا معجزہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو پشتوں تک مسلم اور صحاح کی احادیث سے ثابت بلکہ مشاہدہ ہے۔

حکایت:

حضرت امام قسطلانی شارح بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس بچی کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ نصیب ہوا اس کی اولاد کو میں نے اپنے دور میں دیکھا کہ ان سے عطر سے بڑھ کر خوشبو مہکتی تھی۔

(شرح دلائل الخیرات)

فائدہ: ...... امام مذکور کا دور دسویں صدی کا ہے تو جب پسینہ کی خوشبو صدیوں تک ماننے میں کسی کو اشکال نہیں تو پیشاب مبارک میں بھی نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ بھی فضلہ وہ بھی فضلہ اور اپنے اوپر قیاس کرنا بھی غلط اس لئے کہ تمہارے فضلات غلیظ پلید اور بدبودار اور حضور علیہ السلام کے فضلات مبارک طیب طاہر نفیس لطیف اور خوشبودار۔

بول نوش صحابہ رضی اللہ عنہم

اسی مدارج میں ہے:۔

بار دیگر زنے بود که نام وے برکة بود نیز خدمت می کرد آنحضرت را پس بخور بول راو فرمود آنحضرت صلی الله علیه وآلہٖ وسلم اصححت یا ام یُوسف بیمار نشوی هرگز پس بیمار نمے شد آن زن هرگز مگر بهمان بیماری که دراں روز از عالم رفت۔

نیز دوسری بار ایک اور بی بی جس کا نام برکت تھا رضی اللہ عنہا جو حضور علیہ السلام کی خدمت کرتی تھی اس نے بھی آپ کا بول مبارک پیا آپ نے اسے فرمایا اے ام یوسف (اس کی کنیت تھی) تو تندرست رہے گی وہ بیمار نہ ہوئی بس آخری بیماری سے وفات پائی۔

یہی شیخ قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

ودربعضے روایات آمده است که مردے بول آنحضرت صلی الله علیه وآلہٖ وسلم را خورده بود پس بوئے خوش می دمید از وے و اولاد وے تا چند پشت انتهیٰ۔

(مدراج النبوۃ)

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ کسی ایک مرد (صحابی) نے حضور علیہ السلام کا پیشاب وغیرہ پیا تو اس کے منہ سے خوشبو مہکتی تھی بلکہ چند پشتوں تک اس کی اولاد سے بھی۔

پھر یہی شیخ لکھتے ہیں:

در روایت است که مردم تبرک میکردند ببول آنحضرت صلی الله علیه وآلہٖ وسلم اما بول مذکور شد احادیث آن۔

﴿ترجمہ﴾......اور مروی ہے کہ عوام (صحابہ کرام) حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیشاب کو تبرک سمجھتے تھے۔ چند روایات ہم نے بیان کردی ہیں۔

فائدہ:......جس ذات مبارک ومطہر کا بول وخون تبرک ہو اس کا موجب برکت نہ ہونا اس کے کوئی معنی نہیں اور جب صحابہ کرام بول اور خون سے برکت حاصل کریں اور خون و پیشاب کو تبرک گردانیں تو ہم امتی بدرجہ اولیٰ تبرک مانیں لیکن امتی وفادار ہوں ورنہ غدار امتی تو اسے بجائے متبرک ماننے کے اسے شرک بتا رہا ہے۔ ایسے غدار امتی کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مَرَدَةُ الجِنِّ وَالإِنسِ میں شامل فرمایا یعنی اعلان فرمایا کہ مجھے ہر شے جانتی اور مانتی ہے کہ میں کس شان کا مالک ہوں سوائے چند بدبخت انسانوں اور جنوں کے ایسے غداروں سے حضور علیہ السلام نے فاحذروھم ان سے بچ کر رہنا اور فرمایا اِيَّاكُمْ وَاِيَّاهُمْ (خود کو ان سے دور رکھنا اور انہیں اپنے سے) فقیر نے ان کی علامات اپنی تصنیف "الاحادیث المنبویہ فی علامات الوہابیہ والدیوبندیہ" میں لکھی ہیں۔

براز مقدس:

انسان کے پیشاب میں بدبو ہوتی ہے تو معمولی اور غیر محسوس لیکن قضا حاجت کی بدبو تو جملہ حیوانات سے زیادہ بدبو ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان اپنی قضائے حاجت سے خود بھی نہ صرف بیزار ہوتا ہے بلکہ ناک پر کپڑا رکھتا ہے لیکن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ تصور جہنم میں لے جائے گا بلکہ احادیث صحیحہ کی تصریح ہے بشریت کی رٹ لگانے والوں کے منہ پر طمانچہ چند روایات پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے کہ براز مبارک میں وہ خوشبو تھی کہ دنیا کے تمام عطریات شرمائیں۔

﴿۱﴾......ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرض کی کہ:

رأيت يا رسول الله انك تدخل الخلاء فاذا خرجت دخلت في اثرك فما ارئ شيئا الا اني اجد رائحة المسك

﴿ترجمہ﴾......یا رسول اللہ میں آپ کو بیت الخلا داخل ہوتے دیکھتی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فراغت کے بعد اس میں کچھ نہیں ہوتا سوائے اس کے میں اس سے مشک کی سی خوشبو پاتی ہوں۔

اس کے جواب میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

انا معاشر الانبیاء تنبت اجسادنا علی ارواح اهل الجنة فما خرج منها شی ابتعلته الارض۔

(رواہ ابو نعیم وشفاء، خصائص ص ۷۰ ج ا، زرقانی ص ۲۲۹ ج ۴)

﴿ترجمہ﴾......ہم انبیاء علیہم السلام وہ ہیں جن کے اجسام اہل جنت کی ارواح پر ہوتے ہیں۔ اس سے جو کچھ خارج ہوتا ہے اسے زمین نگل جاتی ہے۔

انه صلی الله علیه وآله وسلم اذا ارادان یتغوط انشقت الارض وابتلعت بوله و غائطه وفلحت لذلك رائحة طيبة

(جمع الوسائل، وشفاء)

﴿ترجمہ﴾......حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب قضا حاجت کا ارادہ فرماتے تو زمین پھٹ جاتی وہ آپ کے بول وغائط شریف کو نگل جاتی اسی لئے وہاں سے خوشبو مہکتی رہتی تھی۔

کمال عقید جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ حضور سرور عالم نے قضا حاجت فرمائی فراغت کے بعد تشریف لائے میں اس ارادہ پر گیا کہ آپ سے جو کچھ خارج ہوا کھاؤں گا لیکن وہاں تو کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ اس جگہ مشک کی خوشبو آ رہی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ شریف جلد اول)

فائدہ:......کتنا کمال عقیدت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلہ مبارک کھانے کے لئے بیت الخلاء گئے کیا وہ نہیں سمجھتے تھے

کہ بشر کا فضلہ پلید اور نجس بلکہ بدبودار ہوتا ہے لیکن وہ صحابی تھے وہابی نہ تھے۔ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر نہیں بلکہ نور الٰہ سمجھتے تھے۔

اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی تفصیل فقیر کی تصنیف الاحادیث السنیہ فی الفتاوی الرضویہ میں پڑھیے۔

مسئلہ:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات مبارکہ پیشاب اقدس اور براز مقدس وغیرہما ہمارے لئے نہ صرف دنیا بلکہ بہشت کی ہر نفیس سے نفیس تر غذا سے بڑھ کر ہے لیکن شان نبوت اتنا بلند قدر ہے کہ آپ کے لئے فضلات مبارکہ اسی طرح ہیں جیسے ہمارے لئے اپنے فضلات۔ مزید فتاویٰ رضویہ شریف جلد اول میں یا فقیر کی کتاب "الدلائل القاہرہ فی فضلات الرسول طیبہ وطاہرہ" کا مطالعہ کیجئے۔

استنجے کے ڈھیلے کی خوشبو:

قضائے حاجت سے فراغت کے بعد مٹی کے تین ڈھیلوں سے استنجا سنت ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم امت کے لئے ڈھیلے استعمال فرمائے لیکن عام بشر کے صفائی کے ڈھیلوں کا وہی حال ہے جو اس کی قضا حاجت کا بدبو ہی بدبو لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن ڈھیلوں کو استعمال فرمایا اولاً تو وہ بھی بعد فراغت غائب ہو جاتے اگر کچھ بچ گیا تو اس کی خوشبو کا حال صحابی سے سنیے۔

حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ الباری فرماتے ہیں کہ:

روی ان رجلا قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد فی الذھب فلما خرج نظرت فلم ارشیا ورآیت فی ذلک الموضع ثلثۃ احجار اللاتی استنجی بھن فاخذ تھن فاذا بھن یفوح منھن روائح المسک فکنت

اذا جئت یوم الجمعة المسجد اخذتهن فی جیبی فتغلب روائتحن روائح من تطیب وتعطر۔

(شرح شفا شریف، ملا علی القاری جلد ۱ص ۱۶۲ اور مواہب لدنیہ)

﴿ترجمہ﴾......(صحابہ کرام میں سے) ایک مرد سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرورت رفع فرمانے کے لئے بہت دور تشریف لے گئے جب واپس تشریف لائے تو میں نے اس جگہ نظر کی کچھ نہ پایا۔ البتہ ڈھیلے پڑے تھے جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استنجا فرمایا تھا میں نے انہیں اٹھالیا ان ڈھیلوں سے مشک کی خوشبوئیں مہک رہی تھیں جمعہ کے دن جب میں مسجد آتا تو وہ ڈھیلے آستین میں ڈال کر آتا ان کی خوشبو ایسی مہکتی کہ تمام عطر اور خوشبو لگانے والوں کی خوشبو پر غالب ہو جاتی۔

تعجب بالائے تعجب:

ایسی روایات سے وہابی دیوبندی کو اگر شک وشبہ ہو تو وہ مجبور ہے اس لئے کہ وہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتا ہے لیکن مجھے تعجب ہے ان بعض اہلسنت پر جو آپ کے نوری بشر ہونے کے قائل ہیں تو پھر ایسی روایات پر شک وشبہ کیوں اور پھر روایات نقل کرنے والے بھی معمولی شخصیات نہیں وہ پایہ کے محدث اور چوٹی کے فقیہ بلکہ بقول مخالفین مجدد یعنی ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ جو احناف میں ناقد الحدیث اور تحقیق علمی میں عدیم المثال ہیں اور صاحب مواہب بخاری کے شارح اور شوافع میں بلند قدر محقق انہوں نے حدیث شریف مذکور کے علاوہ فضلات مبارکہ کی طہارت اور خوشبودار ہونے کی متعدد روایت واحادیث نقل فرمائی ہیں۔ اس لئے علمی طور تو شک وشبہ نہیں اور مذہب عشق میں ایسا شک کفر سے کم نہیں۔

معاش ومعاشرہ:

ہر بشرکوان دونوں کے بغیر چارہ نہیں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عالم دنیا میں اس طرح زندگی بسر فرمائی جیسے بشر کو گزارنی چاہیے۔ عام بشراور حضور علیہ السلام میں یہاں بھی فرق ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ عام بشر مجبور ہو کر زندگی بسر کر رہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم الامۃ کے لئے وقت گزار رہے ہیں۔

معاش میں فقر وفاقہ:

بشریت کا لباس تعلیم امت کے لئے تھا تبھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشریت کے جمیع لوازمات کو بطریق اتم ظاہر فرمایا اسی لئے تو ہم کہتے ہیں کہ

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری بشریت بھی حق ہے اور باطنی حقیقت محمدیہ بھی حق۔ ہمارا دونوں پر ایمان ہے لیکن افسوس کہ ایک قوم صرف ظاہری بشریت کو نشانہ بنا کر اعتراض کر دیتے ہیں حالانکہ قرآنی فیصلہ ہے کہ آپ تعلیم کے لئے تشریف لائے اور معلم کو وہی کرنا ہوتا ہے جو تعلیمی تقاضے ہوتے ہیں وہ اپنی اصلی استعداد کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت تعلیمی تقاضوں پر تھی مثلاً فقر و فاقہ کو دیکھ لیجئے چند روایات

﴿۱﴾...... حضرت ابوہریرہ ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے آگے بکری کا بھنا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کو شریک طعام ہونے کو بلایا۔ مگر آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر نہ کھائی۔

(بخاری شریف)

﴿۲﴾......حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت کبھی لگاتار دو روز جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔

(بخاری)

﴿۳﴾......حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی خوان پر کھانا نہ کھایا اور نہ باریک روٹی تناول فرمائی۔

(بخاری)

﴿۴﴾......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دولت خانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوا کرتی تھی۔ اور صرف پانی اور چھواروں پر گزارا ہوتا تھا۔

(بخاری)

﴿۵﴾......بعض اوقات آپ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ انصاری بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر دکھایا۔ پس آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر دو پتھر بندھے دکھائے۔

(بخاری)

فائدہ:......شکم اطہر پر پتھر باندھنے کی غرض وغایت اور اس کے اسرار ورموز انشاء اللہ تعالیٰ ہم آگے چل کر عرض کریں گے۔

﴿۶﴾......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو میرے گھر کے طاق میں سوائے آدھ پیمانے جو کے کچھ کھانے کو نہ تھا۔ اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے عوض گروی تھی جو آپ نے اپنے اہل وعیال کے نفقہ کے لئے رکھی تھی۔ بخاری

﴿۷﴾......ایلاء کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مشربہ (بالا خانہ) میں

تشریف رکھتے تھے۔ جہاں کھانے پینے کا اسباب رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ایلاء کی خبر لگی۔ تو گھبرائے ہوئے اس مشربہ میں حاضر خدمت ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔ جو برگ خرما سے بنی ہوئی ہے اور جس پر کوئی توشک وغیرہ نہیں۔ بوریائے خرما کے نشان آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور بدن مبارک پر ایک تہ بند کے سواء کچھ نہیں۔ سرہانے ایک تکیہ ہے جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی ہے۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خزانے کو دیکھا ایک کونے میں مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے۔ پاؤں مبارک کے قریب درخت سلم کے کچھ پتے (جو دباغت میں کام آتے ہیں) پڑے ہوئے تھے۔ اور سر مبارک کے پاس ایک کھونٹی پر تین کھالیں لٹک رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا۔ ابن خطاب کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہ روؤں۔ بوریائے خرما کے نشان آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خزانہ ہے اس میں جو کچھ ہے وہ نظر آرہا ہے۔ قیصر و کسریٰ تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے رسول و برگزیدہ کے خزانہ کا یہ حال ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ ابن خطاب! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ آخرت ہمارے لئے اور دنیا ان کے لئے ہو۔

(بخاری)

﴿۸﴾...... حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بوریائے خرما پر سوئے ہوئے تھے تو اٹھے تو اس کے نشان آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو مبارک پر پڑے ہوئے تھے۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم ہم آپ کے لئے گدا بنوا دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا غرض دنیا میں میرا حال اس سوار کی مانند ہے۔ جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے۔ ترمذی

حضرت عبدالرحمان بن عوف کے سامنے ایک مرتبہ گوشت اور روٹی پر مشتمل کھانا رکھا گیا تو وہ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ حضور علیہ السلام دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ آپ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل وعیال نے کبھی بھی جو کی روکھی روٹی سے سیر ہو کر کھانا نہ کھایا تھا۔ بخاری

﴿۹﴾......حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے:

اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بسا اوقات ایک ایک مہینہ گزر جاتا مگر حضور علیہ السلام کے گھروں میں سے کسی ایک گھر میں بھی دھواں اٹھتا دکھائی نہ دیتا تھا۔

ترمذی میں اسی حالت کا تذکرہ ایک اور حدیث میں اس طرح ملتا ہے:

﴿۱۰﴾......امام یوسف بن اسماعیل نبھانی نقل فرماتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ نے جب عروہ سے اشارہ فرمایا۔ اے بھتیجے! خدا کی قسم ہم ایک چاند دیکھتے ہیں پھر مہینہ ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا چاند دیکھتے ہیں وہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ پھر تیسرے مہینے کا چاند دیکھتے ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کی ازواج کے گھروں میں چولہا نہیں جلتا۔ تو عروہ نے عرض کیا۔ خالہ جان پھر آپ لوگوں کا گزر کیسے ہوتا ہے؟ اس پر حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا۔ کھجور اور پانی سے۔ ہمارے دو انصاری ہمسایہ ہیں جو صاحب وسعت ہیں وہ کبھی کبھی دودھ وغیرہ بھیج دیتے ہیں۔ تو ہم حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش کر دیتے ہیں۔

﴿۱۱﴾......امام ترمذی رحمہ اللہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور

علیہ السلام اپنے گھر میں کبھی بھی کوئی چیز صبح کے لئے بچا کر نہ رکھتے تھے۔ حضور علیہ السلام جب رات کا کھانا تناول فرمالیتے تو صبح کے لئے کچھ نہ ہوتا۔

﴿۱۲﴾......ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں:

حضور علیہ السلام اور آپ کی ازواج نے تادم وفات کبھی بھی تین وقت کا کھانا پے در پے نہیں کھایا۔

(ترمذی)

﴿۱۳﴾......عبداللہ بن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اہل وعیال کئی کئی راتیں اور دن مسلسل بغیر کھائے اس طرح گزار دیتے کہ ان کے پاس رات کا کھانا بھی نہ ہوتا، ویسے ان کا کھانا اکثر جو کی روٹی ہوتا تھا۔

(ترمذی)

﴿۱۴﴾......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ:

مجھے حضور علیہ السلام کی وہ حالت زندگی یاد آرہی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ خدا کی قسم آپ نے عمر بھر کبھی بھی ایک دن میں گوشت اور روٹی پر مشتمل کھانا دومرتبہ نہ کھایا تھا۔ ترمذی

﴿۱۵﴾......حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

ایک روز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبرائیل امین صفا پہاڑ پر کھڑے تھے۔ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے تمہیں حق دے کر بھیجا۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں شام اسی حالت میں آتی ہے کہ ان کے پاس ایک چٹکی آٹا بھی نہیں ہوتا۔ آپ کا یہ کلام ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ آسمان سے ایک زور دار آواز آئی، اس سے بھی زیادہ صاف سنائی دیا۔ جیسے آسمان سے کسی کی آواز سنی جاتی ہے۔

﴿۱۶﴾......حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں ایک صاع کھانے نے بھی کبھی شام نہیں گزاری۔

﴿۱۷﴾......حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔قسم ہے اللہ کے راستے میں جتنا میں ڈرایا گیا ہوں۔اتنا کسی کو بھی نہیں ڈرایا گیا۔اور قسم ہے اللہ کے راستے میں جتنا مجھے دکھ دیا گیا ہے۔اتنا کسی کو نہیں دیا گیا اور قسم ہے مجھ پر تیس تیس دن رات ایسے گزر جاتے تھے کہ میرے اور بلال کے لئے اتنا کھانا بھی نہ ہوتا تھا جو کسی بھی جاندار کے کھانے کے لئے ہو۔بجز اس کے جو کچھ بلال کی بغل میں کبھی کبھی چھپا ہوتا۔

(شمائل ترمذی)

مذکورہ بالا احادیث واقوال صحابہ سے اس امر کا بخوبی علم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نجی اور عائلی زندگی کا عالم شاہانہ نہیں فقیرانہ تھا۔

سوال:......

حضور علیہ السلام کی فقر وفاقہ پرمبنی زندگی کا نقشہ حضور علیہ السلام کی حالت اضطراری تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجبور و بے بس تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے کھانے کو کچھ میسر ہی نہ آتا تھا۔لہٰذا نہ پاتے ہوئے زندگی اس فقر سے عبارت ہو گئی تھی۔

جواب:......

﴿۱﴾......یہ تصور شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نا آشنائی کی بناء پر ہی پیدا ہو سکتا ہے۔اگر اضطراری حالت میں بامر مجبوری فاقہ آئے اور زندگی اس حال میں بسر ہو تو یہ کوئی ایسا کمال نہیں جو انسانیت کے لئے ابدالآباد تک نمونہ قرار پا سکے۔انسان کچھ ہوتے ہوئے خاموشی سے وقت گزار لے تو یہ "مقام صبر" ہے جو اپنی جگہ فضیلت ہے۔

لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو مقام صبر کے بجائے "مقام شکر" کی بھی ان بلندیوں پر فائز تھے جہاں سروحق کے لئے "صبر" ایک ادنیٰ درجہ رہ جاتا ہے۔

﴿۲﴾...... کچھ نہ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا اتنی عظمت کی بات نہیں جتنی یہ کہ سب کچھ ہوتے ہوئے فاقہ کرنا ہے۔ جیسا کہ کمزوری وناتوانی کے سبب کسی زیادتی کرنے والے کو معاف کر دینا اتنی بڑی فضیلت نہیں جتنی کہ طاقت ور اور مضبوط استعداد کا مالک ہوتے ہوئے کسی کو معاف کرنا ہے۔

لہٰذا فقر اضطراری میں وہ کمال مضمر نہیں جو فقر اختیاری میں ہے۔ حضور علیہ السلام کی وہ عظمت جو ہمیشہ کے لئے انسانیت کے سامنے نمونہ کمال کے طور پر موجود رہے گی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب کچھ ہوتے ہوئے اپنے اور اپنے گھر کے لئے فقر وفاقہ کو منتخب فرمالیا۔ باری تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دنیا وآخرت کی تمام نعمتوں کا تقسیم کرنے والا بنایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دنیوی خزانوں کی دولت سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا جیسا کہ حضور علیہ السلام کے اپنے ارشاد سے ثابت ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام کلاموں کی جامعیت کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔ میری مدد رعب اور دبدبہ وجلال سے کی گئی ہے اور میں نے حالت خواب میں دیکھا کہ میرے پاس زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دے دی۔ (متفق علیہ)

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء علیہ السلام کے خواب وحی الٰہی اور زندہ حقیقت ہوتے ہیں۔ اس لئے آپ کو دنیا کے تمام خزانوں اور نعمتوں کے تملک وتقسیم کا شرف فی الحقیقت عطا کیا گیا تھا نہ کہ محض بشارت یہی وجہ تھی کہ آپ کو بلا تخصیص یہ حکم بھی دیا گیا

(۳)......وَأَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ اور جو کوئی سائل آپ کی خدمت میں آئے اسے خالی نہ موڑیئے۔ یعنی جو کچھ بھی مانگے اسے عطا کیجئے۔ ...... (الضحیٰ)

فائدہ:......اسی قرآنی حکم کی تعمیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیوی مال و دولت کے تمام ذرائع اور وسائل خلق خدا کی بہتری اور فلاح و بہبود پر خرچ کر دیئے اور خود ساری زندگی اپنے لئے حالت فقر کو منتخب کئے رکھا۔ جو کچھ بھی مختلف وسائل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میسر آتا بجائے اپنے اوپر خرچ کرنے کے معاشرے کے لوگوں پر خرچ فرما دیئے۔

تجزیہ:......جو لوگ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر اضطراری سمجھتے ہیں انہیں ادھر اسی قرآنی آیت کی طرف دھیان نہ گیا کہ اللہ تعالیٰ مجبور محض کو کیوں فرماتا ہے کہ سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹانا بھلا جو خود خالی ہو وہ دوسروں کو کیا دے گا۔ اسی لئے ماننا پڑے گا کہ ؎

دونوں جہان کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

جود وسخا:

مذکورہ بالا روایات میں زندگی مبارکہ کا نمونہ دکھایا ادھر یہ حال ہے کہ جود وسخا کے سمندر بہہ رہے ہیں جو بھی آیا خالی ہاتھ نہ لوٹا جو مانگا جتنا مانگا اس کے سوا پایا۔ کبھی کسی سائل کے سوال پر نہیں نہیں فرمایا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے یوں ترجمانی فرمائی:

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا

تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ذرہ تیرا
اغیار پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں جس پر وہ ہے رستہ تیرا
آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان
صاحب خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

فقر عین مراد:

نہ صرف آپ خود بلکہ سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے اہل وعیال کے لئے بھی زہد کی زندگی پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ:

﴿۱﴾...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ازواج مطہرات کے حجرے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے جن کی چھت کھجور کی چھال کی ہوتی تھی اور وہ قد آدم سے کچھ ہی اونچے تھے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے پہننے کے لئے ان میں سے ہر ایک کے پاس صرف ایک ایک جوڑا کپڑا تھا۔

﴿۲﴾...... حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سفر کا قصد فرماتے تو اپنے اہل میں سے سب سے اخیر میں حضرت فاطمہ زہراء سے مل کر جاتے اور واپس آ کر سب سے پہلے حضرت زہراء سے ملتے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی غزوہ سے تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے دروازہ پر پردہ لٹکایا ہوا تھا۔ اور امام حسن اور امام حسین کو چاندی کے کنگن پہنائے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حسب معمول حضرت فاطمہ کے یہاں آئے تو اندر داخل نہ ہوئے اور تشریف لے گئے۔ حضرت زہراء نے خیال کیا کہ زینت وزیوری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اندر آنے سے روکا ہے۔ اس لئے پردے کو پھاڑ ڈالا۔ اور بچوں کے ہاتھ سے

کنگن نکال دیئے۔ حضرت حسنین روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ حضور نے کنگن ان سے لے لئے اور فرمایا۔ ثوبان! یہ زیور فلاں شخص کی آل کے ہاں لے جا۔ کیونکہ یہ میرے اہل بیت ہیں میں پسند نہیں کرتا کہ یہ اپنی دنیوی زندگی میں لذائذ سے حظ اٹھائیں۔ ثوبان! فاطمہ کے لئے ایک عصب کا ہار عاج دبحری کچھوے کی پشت کے دو کنگن خرید لاؤ۔

﴿۳﴾......ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پر تشریف لے گئے مگر اندر داخل نہ ہوئے۔ حضرت علی آئے۔ تو حضرت زہراء نے ان سے یہ ذکر کر دیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ کے دروازے پر منقش پردہ لٹک رہا تھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا غرض۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بی بی زہرا سے یہ بیان کیا تو وہ بولیں کہ حضور انور اس بارے میں جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں حاجتمند اہل بیت کو دیدیں اسی طرح حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلہ سیراء (منقش یا ریشمی) بطور ہدیہ عطا فرمایا۔ میں نے اسے پہن لیا یہ دیکھ کر حضور انور کا چہرہ مبارک پر غضب کے آثار نمودار ہوئے میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

(بخاری)

﴿۴﴾......ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی ابن طالب کی دعوت کی اور کھانا بنا کر ان کے گھر بھیج دیا۔ حضرت فاطمہ زہراء نے کہا کیا خوب ہوا اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی شریک طعام کرلیں۔ چنانچہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے دروازے کے بازوؤں

پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔اور گھر کے ایک طرف پردہ لٹکتا دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔حضرت زہراء نے حضرت علی سے کہا کہ جایئے اور دیکھئے کہ آپ کس واسطے واپس ہو گئے۔حضرت علی نے آپ سے واپسی کا سبب دریافت کیا۔تو فرمایا کہ یہ پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ زیب و زینت والے گھر میں داخل ہو۔بخاری

﴿۵﴾......حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھی۔ہمارے ہاں ایک رنگین فرش تھا میں نے اسے چھت کی ایک شہتیر پر لپیٹ دیا۔جب آپ تشریف لائے۔تو میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا السلام علیك یا رسول الله ورحمته الله وبرکاته سب ستائش خدا کے لئے ہے جس نے آپ کو شرف و بزرگی بخشی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر میں بساط رنگین دیکھ کر میرے سلام کا جواب نہ دیا۔میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کراہت کے آثار دیکھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرش کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے۔اس کے بارے میں ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ اینٹ پتھر کو پہنا دیں۔بس میں نے اس سے دو تکیے بنا لئے جن میں کھجور کی چھال بھر دی آپ نے اس پر اعتراض نہ فرمایا۔بخاری

لطیفہ:

قرب الٰہی کا ایک کیمیائی نسخہ یہی فقر و فاقہ بھی ہے کہ جو اس میں مبتلا ہو کر صابر و شاکر ہوا وہ مقرب درگاہ ہوا۔یہاں تک کہ صحابہ کرام کے علاوہ ازواج مطہرات واہلبیت تک یہ نسخہ استعمال ہوا یہی وجہ ہے کہ آیت تطہیر کے نزول کے فاطمہ نامی فقر نبوی سے اعراض کیا تو مصیبت میں مبتلا ہوئی اس کی تفصیل آتی ہے۔

وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ

جو کچھ مذکور ہوا تھا وہ تعلیمی نظام جو کہ عملی نمونہ امت کو پیش، فرمایا اس سے تجی المواج اور حماقت کا مارا سمجھ لے کہ حضور علیہ السلام تو مجبور محض تھے ورنہ وہ پیٹ بھر کھانے کے محتاج نہ ہوتے اور نہ ہی ایسے سخت فقر و فاقہ میں مبتلا رہتے۔ لیکن دین و اسلام کے اس فقرے سے واقف ایسا تصور ہرگز نہیں رکھ سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں مگر ہماری بشریت اور آپ کی بشریت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کہاں وہ ذات ستودہ صفات جو خلیفہ حق ہے اور مقام قوسین تک جس کی رسائی ہے۔ حریم خلوت گاہ قدس میں پہنچ کر جو عین ذات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور کہاں ہم مولانا فرماتے ہیں:

اے ہزاراں جبرائیل اندر بشر ...... بہر حق سوئے غریباں یک نظر

اے وہ ذات مقدس جس کے اندر ہزاروں جبرائیل چھپے ہوئے ہیں خدا کے لئے ہم پر بھی کرم فرمایئے۔

عارف رومی کے اس ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ ہزاروں جبریل بھی حضور کی بشریت کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور حضور کی بشریت ہزار ہا جبریل سے افضل و اعلیٰ ہے۔

لیکن اس راز کو وہ سمجھے جس کے دل میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق و محبت اور عزت و عظمت ہے۔ یاد رہے کہ حضور نبی پاک شہ لولاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت لطیف تھی اور ہماری بشریت کثیف ہے۔ اور لطافت و کثافت میں جو فرق ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشریت مبارکہ کی لطافت کا یہ عالم ہے کہ جبریل علیہ السلام جیسے لاکھوں بلکہ ہر لطیف سے لطیف تر کی انتہا ہوتی ہے۔ تو آپ کی

لطافت (بشریت) کی ابتداء جیسے شب معراج یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ کل کائنات کی لطافتیں حضور علیہ السلام کی لطافت بشریت کے سامنے کثیف بن گئیں۔ اسی نکتہ کو سیدنا مجدد الف ثانی حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ نے سامنے رکھ کر فرمایا کہ آپ کا سایہ نہ تھا اس لئے کہ ہر شے کا سایہ اس سے لطیف ہوتا ہے۔ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی شے بھی لطیف نہیں ہو سکتی اس لئے آپ کا سایہ نہ ہونا لازمی ہے۔

معجزہ:

اسی حقیقت نوریہ کی وجہ سے آپ کی نوری غذا منجانب اللہ عطا ہوتی تھی۔ تو آپ کا خاکی غذا (جو سراسر) مٹی ہے نہ صرف ایک معجزہ کہ نور ہو کر بشری غذا استعمال فرمائی بلکہ دوسرا معجزہ یہ بھی کہ خاکی غذا کو شرف فرما کر اسے بھی نور بنا دیتے جیسے اہل حق کی تحقیق ہے کہ آپ کے جسم اطہر سے جسے بھی اختلاط کا شرف ملا وہ بھی نور ہو گیا حضرت مولانا رومی قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا اکل نور و شرب نور و خواب نور۔

رفع اشکال:

اس سے وہ وہم رفع ہوا کہ آپ کی حقیقت نور ہوتی تو آپ نے کھایا پیا کیوں جیسے جبریل علیہ السلام کی حقیقت نور تھی لیکن وہ بشر بن کر آئے تو ان کا کھانا پینا ثابت نہیں اس کا جواب ہو گیا کہ جبریل علیہ السلام صاحب معجزہ نہیں اور حضور علیہ السلام صاحب معجزہ ہیں۔

شکم اطہر پر پتھر باندھنا:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکم اطہر پر پتھر باندھنا ہو یا اپنا کام خود سرانجام دینا۔ سادی غذا استعمال کرنا۔ کاشانہ نبوت سے سات سات دن تک دھوئیں کا نہ اٹھنا اس لئے نہ تھا کہ معاذ اللہ آپ غریب و محتاج تھے بلکہ یہ سب تعلیم امت کے لئے تھا اور اس میں اس طرف اشارہ

تھا کہ جس طرح میں مرضی الٰہی پر راضی ہوں اسی طرح اگر تم پر بھی آفتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں اور دین کی راہ میں بھوکا رہنا پڑے تو صبر و شکر کا دامن تھامے رکھنا اور زبان پر ناشکری کے الفاظ نہ لانا۔

اظہار رموز و اسرار:

دراصل بات یہ تھی کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو زہد و فقر کی تعلیم دی اور امت کو سبق پڑھانے کے لئے سب کچھ خود کیا مگر باغیوں نے ہمسری کا دعویٰ کر دیا اور آپ کو اپنے جیسا بشر کہنے لگ گئے انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر و فاقہ اور شکم اطہر پر پتھر باندھنا تو دیکھا لیکن دوسری طرف سے اندھے ہو گئے کہ فقر و فاقہ اور بھوکے رہنے والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ اعلان کر رکھا تھا۔

یا عائشه لو شئت صارت معی الجبال ذهبًا

(بخاری)

اے عائشہ اگر میں چاہوں تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

قدموں پر ڈھیر اشرفیوں کا پڑا ہوا
اور سات دن سے پیٹ پہ پتھر بندھا ہوا

مہمان خداوند تعالیٰ:

ظاہر بشریت دیکھ کر اپنے جیسا سمجھ کر کہہ دیا جو کہہ دیا لیکن یہ نہ دیکھا کہ ہم خورد و نوش میں محتاج ہیں کہ کھائے پیے بغیر ہمارا جینا ناممکن اور حضور علیہ السلام نہ کھانے کے محتاج نہ پینے کے۔ اس لئے کہ آپ اپنے رب تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ خود فرماتے ہیں:

انا ابيت عند ربی يطعمنی و يسقينی

(بخاری و مسلم)

فائدہ:..... اس حدیث شریف کا تقاضا تو یہ ہے کہ آپ زندگی میں کچھ نہ کھاتے نہ پیتے

لیکن کھایا پیا تا کہ امت کو تعلیم ہو کہ کھانے پینے کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ پیو بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ وغیرہ وغیرہ۔

مزید تفصیل فقیر کے رسالہ الفقر فخری میں پڑھیے۔

عوارض معنویہ وظاہریہ:

اس سے میری مراد وہ امراض ہیں جو من وجہ محسوسات سے ہیں جیسے بخار وغیرہ اس قسم کے عوارض حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لاحق ہوئے لیکن عام انسان کو مصیبت سی محسوس ہوتی ہے لیکن اسے یہ نہیں معلوم کہ اس میں من حیث البشر مبتلا ہو کر کس طرح ملکوتی اطوار حاصل کرتا ہے وہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے عوارض سے دوچار ہو کر دکھایا کہ بیماریوں ہوتا ہے جیسے میں بیمار ہوں اور اس عارضہ کو دفع کرنے کے یہ اسباب ہونے چاہئیں۔ اس طرح سے ہم جیسے بشروں کو ایک طرف بشریت کی معراج نصیب ہوگی تو دوسری طرف اعمال نامہ اجر وثواب سے پر ہوگا۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیمار ہونا

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ظاہری زندگی میں درجنوں بار مختلف بیماریوں کو مشرف فرمایا سب کو یہاں لکھنا بلاوجہ طوالت ہوگی صرف نمونہ کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوصال کے بخار کی کیفیت اجمالاً وتفصیلاً بیان کی جاتی ہے۔

بخار میں مبتلا ہونے کا اجمالی بیان:

مرض الوصال کی کیفیت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ بیان فرماتی ہیں کہ

مارأیت احد اکان اشد الوجع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(بخاری ص ۸۴۳ ج ۲)

﴿ترجمہ﴾......حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت بخار میں تھے میں نے عرض کی

یا رسول اللہ انک توعک وعکا شدیدا قال اجل انی اوعک کما یوعک رجلان منکم

(بخاری ص ۸۴۳ ج ۲)

میں نے عرض کی:

ذلک ان لک اجرین قال اجل ذلک کذلک ما من مسلم یصیبہ شوکۃ فما فوقہا الا کفر اللہ بہ سیآتہ کما تحط الشجرۃ ورقہا

(بخاری ص ۸۴۳ ج ۲)

﴿ترجمہ﴾......یہ اس لئے کہ آپ کو دوہرا اجر ملے آپ نے فرمایا ہاں ایسے ہی ہے جس مسلمان کو کانٹا چبھے یا اس سے بڑھ کر اور کوئی تکلیف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ایسے گراتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو۔

تعلیم الامۃ:

یہ بھی آپ نے اپنی امت کے لئے اختیار فرمایا ورنہ اللہ کے اذن واختیار سے آپ کو طاقت وقوت حاصل تھی کہ آپ بخار کو اپنے قریب نہ رکنے دیتے جبکہ آپ نے بخار کو مدینہ پاک سے بھگا دیا اس لحاظ سے بخار کو اپنے قریب نہ آنے دینا بھی کوئی مشکل نہ تھا۔

یثرب سے مدینہ طیبہ بنا:

مدینہ دارالہجرۃ بننے سے پہلے یَثْرِبْ کہلاتا تھا۔ یثرب کا ماخذ ثَرْبٌ ہے یا تَثْرِیْبٌ ۔ ثرب کے معنے ہیں فساد وہاں کی ہر چیز فاسد تھی جو وہاں آتا زہریلے بخار اور شدید امراض میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ اگر اتفاقاً کوئی وہاں پہنچ جاتا تو لوگ اسے ملامت کرتے

کہ تو یہاں بیماریوں اور زہریلے بخاروں میں مبتلا ہونے آیا ہے۔ صحابہ کرام جب وہاں ہجرت کرکے پہنچے۔ انہیں شدید ترین بخار لاحق ہوا۔ وہ بیماری کی حالت میں مکے کو یاد کر کے روتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے اور حضور نے صحابہ کرام کا یہ حال دیکھا تو حضور نے دعا فرمائی اور حضور کے مبارک قدموں کی برکت سے مدینہ کی نہ صرف بیماریاں دور ہوئیں بلکہ مدینہ پاک کی خاک پاک بھی ہر درد دل کی دوا اور ہر مرض کی شفاء بن گئی۔

﴿۱﴾...... حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

غبار المدینہ شفاء من الجذام

مدینے کا غبار جذام سے شفاء ہے۔

(الوفاء لابن الجوزی ص ۳ ج۱، وفاء الوفاص ۶۷ ج۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مدینے کی مٹی جذام کے لئے شفاء ہوگئی بلکہ مدینے کی خاک پاک ہر درد کی دوا میں بدل گئی۔

بخار کا فرار:

فقیر اویسی غفرلہٗ نے محبوب مدینہ میں بکثرت روایات سے ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ پاک جو پہلے یثرب اور وبا بلاد اللہ کے نام سے شہرت رکھتا تھا اس میں رہائشی بخار کو مخاطب کرکے فرمایا

یا حمی یثرب اخرجی من المدینہ

﴿ترجمہ﴾...... اے بخار یثرب مدینہ سے نکل جا۔

(خلاصۃ الوفاء)

ایک اور روایت میں ہے آپ نے دعا مانگی:

اللھم انقل حملھا الی الجحفہ

﴿ترجمہ﴾......اے اللہ بخار کو مدینہ سے منتقل فرمادے۔

(خلاصۃ الوفاء)

جحفہ میں (یہاں یہودیوں کی وادی تھی اس کا نام لے کر بھی فرمایا۔

بخار بھاگتا نظر آیا:

ایک دن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ یثرب سے آیا ہے آپ نے اس سے پوچھا کہ تجھے راستے میں کوئی ملا تھا عرض کی ایک سیاہ فام بکھرے بالوں والی عورت دیکھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

تلك الحمی ولن تعود الیوم ابدا

﴿ترجمہ﴾......یہ بخار تھا جو آج کے بعد ہمیشہ تک مدینہ میں نہ آئے گا۔

(خلاصۃ الوفاء ص ۲۵)

مذکورہ بالا دلائل بخار کے متعلق اس لئے لکھے کہ آپ نے مرض الموت میں بخار کو شرف بخشا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ کل امراض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اشارۂ ابروئے اقدس کی منتظر ہوتے تھے چند مثالیں آگے عرض کروں گا۔ بلکہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسم پاک بھی شفائے امراض وحلال المشکلات ہے۔ تفصیل دیکھئے ”شہد سے میٹھا نام محمد“ اور آپ پر درود وسلام تو ہے ہی حل المشکلات چند نمونے فقیر نے درود و سلام دافع درد و آلام“ میں لکھے ہیں۔

نوٹ......اس سے وبائی امراض مراد ہیں کہ جن کے علاج سے ڈاکٹر اطبا عاجز ہوں ورنہ چھوٹے چھوٹے بخار تو مدینہ پاک میں اب بھی ہیں لیکن رحمت بن کر وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اجازت سے تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ”محبوب مدینہ“ میں

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے آپ کی امت کے اولیاء بھی امراض کی شفاء میں بطور کرامات مشہور ومعروف ہیں اور آج بھی ان کے نام سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔

جن بھگاؤ:

فقیر کا تجربہ ہے اور فوائد الجواہر شریف میں بھی ہے کہ جس گھر میں جنات کا بسیرہ ہو وہاں بعد مغرب تین دفعہ ذرا تھوڑی سی اونچی آواز سے کہا جائے

اللہ لوگو ہمیں نہ ستاؤ (یہاں سے چلے جاؤ) ورنہ شیخ عبدالقادر جیلانی کو درخواست کردیں گے ہم ان کے مرید ہیں۔ سات دن مسلسل۔

مرگی کا علاج:

حضرت شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید ثانی لاثانی چاچڑانی قدس سرہٗ نے فرمایا:

دائیں کان میں کہو تجھے شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں اس شخص کو چھوڑ دو ورنہ تجھے جلادوں گا۔

(مقابیس المجالس ص ۱۷)

مرض الموت کی تفصیل:

یہ قاعدہ ہر جگہ رکھنا ضروری ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بشریت کے لوازمات مع اسماء وہی ہیں جو عام بشروں میں ہیں لیکن حقیقتاً ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے غور کرنے کے بعد یقین ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وہ صرف الفاظ ہیں حقیقت ان کی اور ہے اسی لئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عارضی بشریت کا قول کرتے چلے آرہے ہیں مثلاً اسی مرض الموت کو دیکھئے کہ ہم اس جملہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اطلاق سے بھی جھجکتے ہیں لیکن مجبوری ہے کہ ان الفاظ کا اطلاق کرنا پڑجاتا ہے لیکن حقیقت کھلنے پر ثابت ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت کچھ اور ہے تفصیل ملاحظہ ہو۔

فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) الوداع:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشتد اد مرض کے وقت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئیں تو فرمایا مرحبا یا ابنتی اور اپنے پہلو میں بٹھایا۔ صحت کی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے اور متوجہ و مستقبل ہو کر ان کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے تھے۔ لیکن اس وقت جب وہ آئیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کان میں کچھ فرمایا، وہ رونے لگیں۔ اس کے بعد پھر کچھ کان میں فرمایا تو وہ خوش ہو کر ہنسنے لگیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے کہا "میں نے کسی رونے والے کو ہنستا ہوا اور کسی غم کو خوشی کے ساتھ معاون و متصل نہیں دیکھا جیسا کہ میں نے آج دیکھا ہے اس کا سبب کیا ہے؟" سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"یہ میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز کی بات ہے میں اسے ظاہر نہیں کر سکتی"۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس راز کو ظاہر نہیں فرمایا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا سے کوچ فرما گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے ان سے پھر دریافت کیا کہ وہ بات کیا تھی۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جبریل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ آ کر میرے ساتھ قرآن کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ میری اجل قریب آ گئی ہے جس کی بناء پر جبریل علیہ السلام نے قرآن کریم کے

پڑھنے میں اتنا اہتمام کیا۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ دوسری مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میری اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی اس پر میں رونے لگی۔ پھر فرمایا کیا تمہیں پسند نہیں کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔

تعلیم امت:

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں۔ کا قاعدہ عام بشر کے لئے ہے۔ نوری بشر کے قواعد اور ہیں ورنہ کسی کو کیا خبر کہ کل کیا ہوگا اور کون کب مرے گا۔

تصدیق اور مشاہدہ:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد مشہور تر قول کے بموجب چھ ماہ، تیسری رمضان المبارک ہے اور بعض تین ماہ کہتے ہیں۔

(مدراج النبوۃ)

تعلیم امت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ایام مرض میں چالیس غلاموں کو آزاد فرمایا۔

فائدہ:...... اس میں امت کو سبق ہے کہ بیماری کے دوران زیادہ سے زیادہ صدقات و خیرات ہوں۔

درد میں درس:

عجیب و غریب واقعہ جو ابتدائے مرض میں واقع ہوا یہ ہے کہ جب سینہ کا درد شدید ہوا تو کبھی آپ بے ہوش ہو جاتے اور کبھی ہوش میں آجاتے تھے۔ اور اگر چلنے کا قصد فرماتے تو ضعف کی وجہ سے پائے اقدس درست حرکت نہ کرسکتے تھے اور زمین پر خط کھینچتے تھے لوگوں نے یہ

گمان کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ درد "ذات الجنب" ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے اور عورتوں میں ام سلمہ اور اسماء بنت عمیس بھی تھیں۔ ذات الجنب کا علاج ان شہروں میں عام لوگ جانتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے "ارود" تیار کیا (یہ ایک دوا کا نام ہے) اور چاہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دہن اقدس میں ڈالیں۔ ہر چند کہ اشارہ فرماتے کہ یہ دوا نہ ڈالیں مگر وہ باز نہ آئے اور گمان کیا یہ انکار دوا سے مریض کی ناگواری کی بناء پر ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو افاقہ ہوا تو فرمایا کہ یہ کام کس نے میرے ساتھ کیا ہے؟ غالباً ان عورتوں نے کیا ہے جو حبشہ سے آئی ہوئی ہیں۔ پھر ام سلمہ اور اسماء بنت عمیس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "اے عورتو! تم نے میرے ساتھ ایسا عمل کیوں کیا باوجودیکہ میں تم کو اس سے منع کرتا رہا۔ انہوں نے عرض کیا ہمارا خیال ہے کہ آپ کو ذات الجنب ہے اور آپ کا منع فرمانا مریضوں کی عادت کی بناء پر ہے کہ وہ دوا کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد ان عورتوں نے عذر خواہی میں کہا کہ حضرت بھی موجود تھے۔ پھر فرمایا۔ کس چیز سے دوا تیار کی؟ انہوں نے کہا کہ عود ہندی اور کچھ ورس، اور چند قطرے زیتون کے تیل سے دوا تیار کی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "ذات الجنب" شیطان سے ہے اور حق تعالیٰ نے شیطان کو قدرت نہیں دی کہ وہ مجھ پر غالب آسکے۔ اس کے بعد حکم فرمایا کہ گھر میں کوئی باقی نہ رہے مگر یہ کہ اس کے منہ میں یہ دوا ٹپکائی جائے۔ بجز میرے چچا عباس (۱) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ وہ اس میں شریک نہیں تھے۔ اس کے بعد ان سب کے منہ میں وہ دوا ٹپکائی گئی حتیٰ کہ میمونہ کے بھی باوجودیکہ وہ روزہ سے تھیں۔

(۱)۔ آپ کو اعزازاً مستثنیٰ کیا گیا۔

تعلیم امت واظہار حقیقت:

جو بھی ظاہری بشریت پر اپنے اوپر قیاس کرے گا اسے سزا ملے گی جیسے عورتوں کے منہ میں اس دوا کا ٹپکانا از قبیل قصاص سزا کا سا ہوا تھا جو احکام شریعت میں سے ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ امت کو آخر وقت میں بھی دائرہ سیاست سے باہر نہ کریں اور احکام شریعت جاری فرمائیں اور جو کوئی کسی کی رضامندی کے بغیر، غلط گمان سے اس کے ساتھ عمل کرے خصوصاً ناواقفی سے کوئی علاج کرے اس پر اس کا قصاص واجب ہے اور یہ اختیار ہے کہ چاہے تو قصاص لے یا معاف کر دے۔

فائدہ:...... اس مرض میں قاعدہ اسلامیہ مندرج ذیل کا اجراء فرمانا مطلوب تھا یہ ہے بشریت لتعلیم الامۃ.

قانون تا قیامت:

شریعت مطہرہ میں حکم ہے کہ اگر کوئی طب نہیں جانتا اور اس میں مہارت نہیں رکھتا اور وہ جاہل ہے اور جہالت کے ساتھ دوسروں کا علاج کرتا ہے اور اس سے نقصان پہنچتا ہو تو اس پر قصاص لازم ہے اور حدیث میں مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من تطبب ولم یعلم منہ الطب قبل ذالك فهو ضامن

﴿ترجمہ﴾ جو علاج و معالجہ کرتا ہے اور وہ پہلے سے طب نہیں جانتا تو وہ ضامن ہے۔

ازالہ وہم:

اگرچہ یہ تمام عورتیں اس فعل میں شریک و ہم مشورہ نہ تھیں لیکن سب کو اس بناء پر سزا دی کہ وہ اس عمل میں رضامند تھیں۔ یہاں تک کہ منع کرنے کے باوجود وہ باز نہ آئیں۔

نکتہ: بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے پسند نہ فرمایا کہ کل قیامت میں یہ عورتیں اس حال میں آئیں کہ ان پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا رسانی کا جرم عظیم ہو۔ اور بے ادبی وجرأت پر ان سے مواخذہ ہو۔ اس بناء پر ان کو قصاص لے کر پاک وصاف فرمایا۔ اگرچہ معاف فرمادینے کی بھی گنجائش تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ اپنے لئے قصاص نہیں لیتے تھے لیکن مقصود ادب سکھانا تھا نہ کہ انتقام لینا۔ اور علاج کرنا اگرچہ مشروع ہے اور جس دوا سے ان عورتوں نے علاج کیا ذات الجنب کا علاج تھا۔ جیسا کہ طب نبوی اور احادیث میں آیا ہے۔ لیکن اس مرض میں مرضی مبارک نے یہ طے کیا تھا کہ علاج نہ کیا جائے جیسا کہ گزرا۔ اور واقعی آپ کو ذات الجنب نہ تھا۔

اظہار بشریت:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرض میں خود کو ظاہراً نور ذات الجنب کا طریقہ دکھایا حالانکہ آپ کو ذات الجنب کا مرض نہ تھا ثابت ہوا کہ ظاہری اطوار پر از خود کوئی قیاس نہ کیا جائے۔ اگرچہ ظاہری صورت اسی طور پر ہوں جسے عام بشر کے متعلق سمجھا جائے۔

مرض الموت اور نماز:

حدیث شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو مدت مرض الموت میں تین دن نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حکم فرمایا کہ ابوبکر سے کہیں کہ نماز پڑھائیں اور بعض سترہ نمازیں پڑھانا بیان کرتے ہیں۔ اور جب عشاء کی اذان کہی گئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "ابوبکر سے کہیں کہ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور ان کی امامت کریں۔ زہری سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن ربیعہ سے فرمایا کہ جاؤ اور کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عبداللہ بن ربیعہ باہر آئے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

انہیں ملے ان سے کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ چونکہ حضرت فاروق جہر الصوت تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی تو فرمایا کیا یہ عمر کی آواز ہے؟" عرض کیا گیا" یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہاں"۔ فرمایا اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ ابوبکر سے کہیں کہ نماز پڑھائیں" (کیونکہ اس طریق سے خلافت بلا فصل پر مہر ثبت فرمانا مد نظر تھا"

روایت بلال رضی اللہ عنہ:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ علالت میں نماز کے لئے اذان دی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ربیعہ سے فرمایا" باہر جاؤ اور ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر عبداللہ باہر آئے تو دروازہ پر بجز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی کو نہ پایا اور ایک جماعت تھی جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ" حق تعالیٰ منع فرماتا ہے اور مسلمان بھی بجز ابوبکر کے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلمہ تین مرتبہ فرمایا۔ حضرت عمر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن ربیعہ سے فرمایا" تم نے میرے ساتھ برا کیا۔ میں نے خیال کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں مجھ سے کہنے کا حکم فرمایا ہے"۔ حضرت عبداللہ نے کہا" خدا کی قسم! مجھے حکم نہ فرمایا کہ میں کس سے کہوں۔

دوسری روایت (۱) میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر کھڑے ہو کر عرض کیا۔ السلام علیک یارسول اللہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے" اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سر پیٹتے اور فریاد کرتے باہر آئے۔چونکہ امید ٹوٹ چکی تھی۔اور کمر شکستہ رہ گئی تھی کہنے لگے کاش کہ میری ماں مجھے نہ جنتی۔اور اگر مجھے جنا تھا تو اس دن کے دیکھنے سے پہلے مجھے موت آجاتی۔اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں نہ دیکھتا۔پھر حضرت بلال مسجد میں آئے اور کہا کہ "اے ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم فرماتے ہیں کہ آگے بڑھیئے اور لوگوں کو نماز پڑھایئے۔پھر جب حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ مسجد شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خالی ہے چونکہ حضرت صدیق بہت زیادہ رقیق القلب تھے از حد غمگین ہوئے اور خود کو سنبھال نہ سکے اور منہ کے بل گر پڑے بے ہوش ہو گئے۔تمام صحابہ رونے لگے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش مبارک میں یہ آواز پہنچی تو فرمایا "اے فاطمہ! یہ رونے اور فریاد کرنے کی کیسی آوازیں آرہی ہیں؟" فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یہ آوازیں مسلمانوں کے رونے اور فریاد کرنے کی ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں نہیں دیکھتے۔اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا۔اور ان سے سہارا لے کر باہر تشریف لائے اور مسجد مبارک میں آکر نماز پڑھائی۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیل ہوئے اور مسجد میں آنے کی طاقت نہ رہی عشاء کی نماز کا وقت تھا مسجد میں لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟" عرض کیا گیا "نہیں یا رسول اللہ! لوگ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔" فرمایا "برتن میں میرے لئے پانی لاؤ" پانی آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) یہ ثبوت ہے اذان کے بعد صلوٰۃ والسلام کا"تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ روایت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے پانی کو خود پر بہایا اور اٹھنے کا ارادہ فرمایا'' لیکن بے ہوش ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد ہوش آیا۔ فرمایا'' کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟'' میں نے عرض کیا لوگ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔'' فرمایا'' میرے لئے برتن میں پانی لاؤ آپ نے غسل فرمایا اور بے ہوش ہو گئے تین مرتبہ ایسا ہی ہوا کہ اٹھے غسل کیا اور بے ہوش ہو گئے۔ تیسری مرتبہ کسی کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سات مشکیزے پانی بہایا گیا اور مشکیزے کے منہ کو کھلا چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کی اطلاع دیں جیسی کہ ان کی عادت تھی کہ اذان دینے کے بعد در شریف پر آتے اور نماز اور مسجد میں صحابہ کے آجانے کی اطلاع دیا کرتے تھے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ'' ابو بکر صدیق سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا'' یا رسول اللہ! میرے والد رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کے مصلے پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ اگر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمائیں تو ہو سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ ابو بکر نرم دل ہیں مصلے پر کھڑے ہوں گے تو قرآن نہ سنا سکیں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عورتو تم یوسف کی صواحب ہو۔ مطلب زبان سے کچھ کہتی ہو اور دل میں کچھ اور۔ ابو بکر صدیق سے کہو نماز پڑھائیں پھر جب ابو بکر نے نماز شروع فرمائی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو افاقہ محسوس فرمایا اٹھے اور اس حال میں تشریف لے گئے کہ دو آدمیوں کا سہارا لئے ہوئے تھے اور آپ کا قدم اقدس زمین پر نقش کھینچتا تھا یہاں تک کہ مسجد میں تشریف لائے جب ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے محسوس کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں تو چاہا کہ پیچھے ہٹ آئیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ کے بائیں جانب آکر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر کھڑے رہے۔ حضرت ابوبکر نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرتے رہے اور لوگ ابوبکر کی۔

بعض رواتیوں میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ امام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقتدی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازے کے پردے ہٹا کر مسجد میں لوگوں کی جانب نظر مبارک ڈالی اور ملاحظہ فرمایا کہ فجر کی نماز ہے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں۔ پھر دروازے پر اس طرح کھڑے ہوئے کہ آپ کی نظر مبارک ان کی طرف جمی رہی گویا کہ آپ کا روئے انور ورق مصحف ہے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تھے تو صحابہ نے خیال کیا کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لا رہے ہیں۔ اس پر وہ سب بہت خوش ہوئے اور انہوں نے چاہا کہ آپ نماز کے لئے تشریف لے آئیں شاعر نے خوب کہا ہے۔

نماز را بگذارم تر اسلام کنم

﴿ترجمہ﴾...... نماز ادا کر رہا ہوں لیکن اس میں یہ سلام کرنا مطلوب ہے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اپنی جگہ سے پیچھے آجائیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہیں اور اپنی نماز پوری کریں۔ پھر دروازہ چھوڑ دیا اور اسی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

(مدارج النبوۃ ص ۷۰۹ تا ص ۷۱۷ ج ۲)

کیسا نمازی اور کیسا بیمار:

کاندھے کے سہارے اور زمین کو قدم چھو رہے ہیں اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالکل مجبور بے محض بے بس ہو گئے تھے (معاذ اللہ) فقیر نے اس سے قبل حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جسمانی قوت وطاقت تفصیل سے لکھی ہے ایسا باقوت اور طاقتور انسان معمولی بخار سے اتنا نڈھال کہ اب کاندھوں پر سوار ہو کر مسجد کو جا رہا ہے کیوں ماننا پڑے گا کہ صرف تعلیم امت مدنظر ہے کہ انسان کتنا ہی سخت علیل کیوں نہ ہو اگرچہ اژدہ سکرات ستا رہا ہو تب بھی نماز باجماعت کا اہتمام ضروری ہے۔ خواہ کاندھوں پر سوار ہو کر جانا پڑے یہی بشریت کی معراج ہے۔ جنہوں نے اسوۂ حسنہ کو عزیمت سے اپنایا وہ اولیاء کہلائے اور ہمارے جیسوں کو معمولی سی تکلیف محسوس ہوئی تو مسجد تک جانا تو درکنار فرائض کو بھی رخصت کر دیا۔ اس کے باوجود بھی کوئی یہ کہے:۔

وہ بھی بشر میں بھی بشر

مرض الموت کی شب گھر میں چراغ نہ تھا:

قبل وصال حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کاشانہ اقدس میں سات دینار تھے ظاہر ہے یہ دینار کہیں سے لائے گئے ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سب کو فقراء میں تقسیم کر دیا۔ بجز چھ سات درہم کے جو گھر میں باقی رہے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا سے اس وقت تک تشریف نہ لے گئے جب تک کہ ان سب کو خرچ نہ فرما دیا۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس سات دینار تھے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھے تھے۔ جب علیل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ان سونے کے پتروں کو بھیج دو تا کہ خرچ ہو جائیں اس

کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیہوش ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت گزاری کی مشغولیت نے اس سے باز رکھا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا اور ہر بار بے ہوشی عارض ہوتی رہی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عمل نہ کر سکیں۔ اس کے بعد ان کو حضرت علی مرتضیٰ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں صدقہ کر دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے فرمایا "اے عائشہ وہ دنانیر کہاں ہیں؟" عرض کیا "میرے پاس ہیں" فرمایا "ان کو خرچ کر دو" اور بیہوش ہو گئے جب ہوش آیا تو فرمایا "کیا تم نے ان کو خرچ کر دیا"۔ عرض کیا میں ابھی نہیں کر سکی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب فرمایا اور دنیانیر کو اپنے دست مبارک میں رکھ کر فرمایا "اے دنیانیر! کیا تیرا خیال یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے اس حال میں ملے گا کہ تو میرے پاس موجود ہو" اسے بیہقی نے روایت کیا)

جب دوشنبہ (پیر) کی شام ہوئی تو سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کسی انصاری عورت کے یہاں چراغ لے کر بھیجا اگر تمہارے گھر تیل ہو تو اس میں چند قطرے ڈال دیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزع کے عالم میں ہیں سبحان اللہ! ابھی ابھی سات دینار صدقہ فرمائے گئے ہیں اور گھر میں چراغ کے اندر تیل تک موجود نہیں ہے۔ اس میں مدعیان طریقہ اتباع کے لئے نصیحت ہے کہ دیکھیں کہ گھر میں کچھ نہیں رکھتے اور جو مال ہوتا بھی ہے اسے خرچ کر دیتے ہیں جو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور اتباع کا دعویٰ رکھتے ہیں وہ اس کی پیروی کریں۔

سکرات الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

جس کیفیت کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سکرات کا کا ذکر احادیث مبارکہ میں ہے۔ عام اذہان آپ کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

روایات سکرات:

﴿۱﴾...... سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

ما رأیت الوجع علی احدا شد منه علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم

﴿ترجمہ﴾...... سکرات میں سختی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اور کسی میں نہیں دیکھی۔

اور فرماتی ہیں کہ:

وکان عنده قدح من ماء فید خل یده ... فی القدح ثم یمسح وجهه بالماء ویقول اللهم اعنی علی سکرات الموت و فی روایته فجعل یقول لا اله الا الله إن للموت سکرات

(رواہ البخاری)

﴿ترجمہ﴾...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پانی کا پیالہ تھا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرۂ اقدس پر ملتے اور فرماتے اے اللہ مجھ پر سکرات کے بارے میں مدد فرما ایک روایت میں ہے کہ آپ لا إلہ الا اللہ کہہ کر فرماتے کہ موت کی سخت سختیاں ہیں۔

جوابات:

بعض علماء کرام نے تو ظاہری سکرات کی ظاہری شدۃ کو مان کر لکھا کہ یہ رفع درجات کے لئے تھا لیکن صاحب مواہب لدنیہ شیخ ابو محمد المرجانی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ شدۃ سکرات دراصل وصل وصال الٰہی کی خوشی جیسا کہ عشاق کا طریقہ ہے

مثلاً سیدنا بلال نے بوقت وفات فرمایا:

واطرباه غدا القى الا حبة محمد او صحبه

﴿ترجمہ﴾......خوب خوشی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے یاروں سے ملاقات کروں گا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکرات کی سختی کے وقت اپنے اہل کے جواب میں مذکورہ بالا جملہ فرمایا جب آپ کے اہل وعیال آپ کی سکرات کی سختی دیکھ کر کہہ رہے تھے واکربلاہ یہ حوالہ نقل کر کے امام مرجانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اذا كان هذا طربه وهو فى هذا الحال بلقاء محبوبه وهو النبى صلى الله عليه وآله وسلم وحزبه فما بالك بلقاء النبى صلى الله عليه وآله وسلم لربه تعالىٰ فلا تعلم نفس ما اخفى لهم من قرة اعين ، وهذا موضع لقصر العبارة عن وصف بعضه۔

(مواہب لدنیہ ص۵۲۸/۵۲۹ ج۳)

جبکہ بلال کو یہ خوشی اسی حال میں ہے کہ وہ نبی پاک اور آپ کے صحابہ کو ملیں گے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنا فرحت ہوگی کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے جس نے اپنے محبوب کے لئے وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کوئی نہیں جانتا کہ جن نعمتوں سے اس کے محبوب کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ یہی وہ مقام ہے کہ جس کے بیان سے زبان کند ہے۔

امام مرجانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریر کی تائید حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے

مواہب لدنیہ میں اسی مقام میں ہے کہ:

و فى صحيح ابن حبان عن (عائشه) رضى الله تعالىٰ عنها قالت اغمى على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ورأسه فى حجرى فجعلت امسحه وادعوله ما لشفاء فلما افاق قال اسأل الله الرفيق الاعلىٰ مع جبريل و ميكائيل و اسرافيل ۔

﴿ترجمہ﴾......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وفات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا اور آپ پر بیہوشی طاری ہوئی میں آپ کو مسلتی اور شفاء کی دعا مانگتی جب آپ کو افاقہ ہوتا تو فرماتے میں اللہ تعالیٰ سے جبریل و میکائیل و اسرافیل کے ساتھ ملاء الاعلیٰ کا سوال کرتا ہوں۔

فائدہ: رفیق اعلیٰ تو سکرات کی ہر روایت میں ہے اور شدت سکرات کو گرمی سے تعبیر کیا جائے جیسا کہ شعر مشہور ہے۔

چوں وعدۂ وصل شود نزدیک آتش عشق تیز تر گردد

جب وصال کا وعدہ قریب ہوتا ہے تو عشق کی آگ اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔

صاحب روح البیان کے جوابات:

آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سکرات کی تفصیل لکھ کر سوال کے جوابات لکھتے ہیں:

جواب ۱:

اجیب بان مزاجہ شریف کان اعدل الامزجۃ فاحسن بالالم اکثر من غیرہ اذا الخفیف علی الاخف ثقیل۔

﴿ترجمہ﴾......آپ کا مزاج شریف اعدل الامزجہ تھا اسی لئے درد کو غیروں سے زیادہ محسوس فرمایا کیونکہ خفیف اخف پر ثقیل ہوتا ہے۔

جواب ۲:

ان یبتلیہ اللہ تعالیٰ بذلک لیدعوا اللہ ان یجعل لا متہ سھلا یسیرا۔

﴿ترجمہ﴾......اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس درد میں مبتلا کیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لئے سہولت کی دعا مانگیں۔

جواب۳:

قدروی انہ طلب من اللہ ان یحمل علیہ بعض سعوبۃ الموت تخفیفا علیٰ امتہ فانہ بالمؤمنین رؤف رحیم۔

روایت کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دعا مانگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بوجھ ڈالا جائے تا کہ امت پر تخفیف ہو کیونکہ آپ اہل ایمان کے لئے رؤف ورحیم تھے۔

جواب۴:

و ایضاً فیہ تسلیۃ امتہ اذا وقع لاحد منھم شئی من ذلک الکرب عند الموت

اس میں امت کو تسلی ہے کہ اگر موت کے وقت تکلیف ہو تو آپ کی تکلیف یاد کرے۔

جواب۵:

و ایضاً لکی یحصل من شاھد من اھلہ و من غیرھم من المسلمین الثواب لما یلحقھم علیہ من المشقۃ کما قیل بمثل ذلک فی حکمۃ ما یشاھد من حال الاطفال عند الموت من الکرب الشدید۔

تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل میں سے مشاہدہ والوں اور دوسرے مسلمانوں کو ثواب ملے وہ آپ کا درد دیکھ کر پریشان ہوں جیسے بچوں کی تکلیف عند الموت سے اوپر والوں کو پریشانی ہوتی ہے۔

جواب۶:

وایضاً راحۃ الکاملین فی الشدۃ لانھا من باب الترقی فی العلوم و الدرجات واقل الامر للناقصین کفارۃ الذنوب فلعل الحقیقۃ لا شدۃ علیھم فی الحقیقۃ لا استغراقھم فی بحر الشھود وانما الشدۃ لظواھرھم

والحاصل کما ان النار لا ترفع عن الدنیا قائم فکذا الشدۃ لا ترفع عن الظواہر فی ھذا المواطن

نوٹ: کاملین کو شدۃ میں راحت ہوتی ہے کیونکہ یہ علوم و درجات میں ترقی کے بارے سے ہے اور دوسروں کو اس سے کفارہ ذنوب ہوتا ہے در حقیقت اہل حقیقت کو تکلیف ہوتی ہی نہیں کیونکہ وہ بحر شہود میں مستغرق ہوتے ہیں ہاں ان کے ظواہر کو شدت ہوتی ہے جیسے دنیا سے نہیں اٹھ جائے گی دنیا قائم تو شدۃ بھی قائم ہے وہ ظواہر سے اس دنیا میں نہ اٹھے گی۔

تعلیم الامۃ:

یہ بحث خاصی طویل ہے فقیر اپنے موضوع کے مطابق عرض کرتا ہے کہ حضور سرورعالم پر سکرات طاری ہوئی اور کہیں گے بھی سکرات تاکہ بشریت پر مہر ثبت ہو لیکن اس کی حقیقت اور ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت حق ہے لیکن لفظاً اور اس کی حقیقت اور ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اوپر سکرات طاری کرکے دکھائی تاکہ امت کو تعلیم ہو کہ بشریت کی معراج یوں ہے جیسے حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر دکھلایا۔

جنازہ و تجہیز و تکفین:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسے الفاظ کے اطلاق سے ڈر لگتا ہے لیکن مجبوری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس بشر میں ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح کے الفاظ کا اطلاق آئے گا۔ اگرچہ اس کی حقیقت میں فرق ہوگا۔ چنانچہ تفصیل سے معلوم ہوگا۔

۔ میری تقریر کا تعلق اگرچہ تمام جوابات سے ہے لیکن آسان اور عام فہم جواب ٦ کے فاعل الحقیقۃ الخ میں ہے اگرچہ صاحب روح البیان کا یہ جواب مجمل ہے۔ تفصیل ہماری کتاب "سیرۃ حبیب کبریا" میں ملاحظہ ہو۔ اویسی غفرلہ

حضرت شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوت میں لکھا کہ:

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ علالت میں فرمایا تھا کہ مجھے میری اہل بیت کے مرد حضرات غسل دیں۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا کہ غسل اور تجہیز و تکفین کا کام ان سے متعلق ہے۔ لامحالہ اہل بیت اطہار، حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کام میں مشغول ہوئے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ "حجرہ مبارک کا دروازہ غیر اہل بیت پر بند کر دیا گیا ہے۔ منقول ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح غسل دیا گیا تھا"۔

فرمایا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ نے کلہ پر بردیمانی باندھا، اسی بناء پر غسل کے لئے کلہ باندھنا ہمارے لئے سنت ہوا۔ (کلہ، چاروں طرف چادر تاننے کو کہتے ہیں) اس کے بعد کلہ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فضل وقثم کو جو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزندان تھے) بلایا ایک روایت میں ہے کہ بجائے قثم کے حضرت ابوسفیان بن الحارث کو بلایا۔ اور اسامہ بن زید جو محبوب رسول اللہ تھے اور اہل بیت کا حکم رکھتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام حضرت صالح حبشی جن کا لقب شقران ہے جمع ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کلہ میں لائے تاکہ غسل دیں۔ اس کے بعد ان سب پر اور دیگر تمام لوگوں پر جو گھر کے اندر تھے اور کلہ کے باہر تھے) اونگھ طاری ہوئی۔ کسی منادی نے اطلاع کی کہ غسل نہ دو کیونکہ خدا کے نبی اس سے پاک ہیں اور انہیں غسل کی حاجت نہیں ہے۔ ہر چند کہنے والے کو تلاش کیا گیا مگر معلوم نہ ہو سکا اور سب نے چاہا بھی کہ ایسا ہی کریں اور غسل نہ دیں۔ مگر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "ایسی آواز کی بناء پر جس کی حقیقت کو ہم نہیں

جانتے کہ کہاں سے آئی ہے سنت کو ترک نہیں کر سکتے۔ پھر ان سب پر دوسری مرتبہ اونگھ طاری ہوئی۔ اور ندا آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دو کیونکہ پہلی ندا کا بولنے والا ابلیس تھا۔ اور میں خضر (علیہ السلام) ہوں۔ بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آواز غسل نہ دینے کی کلمہ باندھنے سے پہلے تھی اور جب غسل دینا طے پا گیا تو کلمہ باندھا گیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کلمہ میں لے گئے۔ اس وقت ان اصحاب میں ایک اور اختلاف واقع ہوا کہ آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس میں ہی غسل دیں یا جس طرح دیگر اموات کو برہنہ کرتے اور غسل دیتے ہیں ویسا کریں۔ اس وقت پھر ان پر اونگھ طاری کی گئی اور وہ اس طرح اونگھے کہ جھک کر ان کی تھوڑیاں ان کے سینہ پر آگئیں۔ اچانک کسی نے گھر کے گوشہ سے آواز دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برہنہ نہ کرو اور پیرہن مبارک میں ہی غسل دو۔ مروی ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ غسل دیں تو چار زانو ہو کر بیٹھے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی چار زانو بٹھایا۔ یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آغوش پر بٹھالیا۔ اس وقت پھر ندا آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی کمر شریف پر لٹا دو اور غسل دو۔ اس پر حضرت عباس و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح لٹایا کہ آپ کا سر مبارک جانب مشرق اور قدمہائے اقدس جانب مغرب تھے حضرت علی المرتضیٰ غسل دینے میں مشغول ہو گئے۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینہ پر لیا اور ہاتھوں میں دستانے پہن کر ہاتھوں کو پیرہن مبارک کے اندر داخل کیا۔ اسامہ اور شقران، قمیص مبارک کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقثم ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر لے جانے پر حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعانت وامداد کرتے تھے۔ اور غیب سے بھی غسل میں اعانت واقع ہوئی۔ چنانچہ انہیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اور ہاتھ اپنے ہاتھ سے ملاقی ہوتا ہے۔ ان سب کی آنکھوں پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ غیب سے اور پردہ کے پیچھے سے ایک آواز آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نرمی برتو۔" حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت تھی کہ تمہارے سواہ کوئی اور غسل نہ دے اور نہ کوئی میرا ستر دیکھے، اگر خلاف ورزی ہوئی تو اس کی بینائی جاتی رہے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اقدس سے کوئی شے برآمد نہ ہوئی۔ جس طرح کہ دوسرے لوگوں کے شکم وغیرہ سے خارج ہوتی ہے۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا "یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کتنی صفائی اور کتنی خوشبو ہے حیات میں بھی اور ممات میں بھی"۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تین (۳) مرتبہ پاک وصاف پانی بیری کے پتے اور کافور کے پانی سے غسل دیا گیا۔ ابن ماجہ نے بسند جید حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب مجھے غسل دو تو بیر غرس کے پانی کے سات مشکیزے سے دینا۔ بیر غرس (بفتح غین وسکون را) یہ ایک کنواں ہے جو مدینہ طیبہ سے شمال کی جانب نصف میل کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ بہت بڑا کنواں ہے اور اس میں دہ دردہ سے زیادہ پانی ہے۔ یہ مدینہ طیبہ کے ان سات کنوؤں میں سے ایک کنواں ہے جو زمانہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آج تک باقی ہیں۔ اس کے پانی پر سبزی غالب ہے۔ اس میں سیڑھیاں ہیں جس کے ذریعہ کنویں میں داخل ہوتے ہیں۔ اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کنویں کا پانی پیا تھا۔ اور اس سے وضو کیا تھا۔ اور وضو کے بقیہ پانی کو اسی میں ڈالا گیا تھا۔ ابن حبان نے ثقہ راویوں سے نقل کیا ہے کہ انس بن مالک بیر غرس سے پانی کھینچ رہے تھے۔ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس کا پانی پیا اور وضو فرمایا۔ ابن سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ آج کی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے بہشت کے ایک کنویں پر صبح کی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیر غرس پر صبح کی اور وضو فرما کر اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا۔ اس وقت بطور ہدیہ کہیں سے شہد آیا۔ اسے بھی اس کنویں میں ڈال دیا۔ ابن ماجہ بسند جید روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ بعد از وفات مجھے میرے کنویں کے پانی سے یعنی بیر غرس کے سات مشکیزوں سے غسل دینا۔ نیز مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا جب میں اس عالم سے سفر کروں تو بیر غرس کے سات مشکیزے پانی سے جن کا دہانہ کھلا ہوا ہو غسل دینا (انتہی) اور یہ زمانہ علالت میں بھی مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سات مشکیزے پانی سے غسل فرما کر باہر مسجد میں تشریف لائے۔ اور یہ پانی بھی اسی کنویں کا ہوگا۔ (واللہ اعلم)

بعض شارحین حدیث کہتے ہیں کہ یہ اس بناء پر تھا کہ دفع سحر میں سات کی گنتی کی خاص تاثیر ہے۔ جس طرح کہ زہر اور سحر کے علاج میں آیا ہے کہ مدینہ طیبہ کی عجوہ کھجور کے سات دانے کھائے۔

مروی ہے کہ غسل کے وقت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پلکوں کے نیچے اور ناف کے گوشہ میں پانی جمع ہو گیا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پانی کو اپنی زبان سے چوسا اور اٹھایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے مجھ میں علم کی کثرت اور حافظہ کی قوت زیادہ ہے۔

جب غسل مکمل ہو گیا تو مقام سجدہ اور مفاصل شریف کو خوشبو سے معطر کیا گیا اور تین مرتبہ اگر کی دھونی دی گئی۔ اس کے بعد اٹھا کر سریر پر لٹا دیا گیا۔ مروی ہے کہ حضرت علی

المرتضیٰ نے کسی قدر مشک اور عطر اپنے فرزندوں کے سپرد کیا اور وصیت کی کہ اس کو میرے کفن میں لگانا کیونکہ یہ خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حنوط سے بچائی ہوئی ہے۔

تکفین کی کیفیت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سفید سحولی کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ سحولی منسوب بہ سحول بمعنی قصار ہے۔ اور یہ روایت کپڑے کے سفید اور دھلے ہونے میں زیادہ مشہور و معروف ہے۔ سحل سفید دھلے ہوئے کپڑے کو کہتے ہیں۔

ابن سیر کہتے ہیں کہ سحل، سحول کی طرف منسوب ہے جو یمن کے ایک قریہ کا نام ہے۔ نیز منسوب بہ سحول جمع سحل بمعنہ جامعہ سفید بھی مروی ہے۔ یہ کپڑا روئی کا ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث میں "من کرسف" آیا ہے۔ کرسف پنبہ یعنی روئی کو کہتے ہیں اور ایک قریہ کا نام بھی بتاتے ہیں۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ دو سفید کپڑے تھے اور اور ایک یمنی چادر۔ ترمذی نے کہا کہ "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن میں مختلف روایتیں مروی ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث، اصح احادیث ہے اور اکثر اہل علم صحابہ کرام وغیرہ کا اس پر عمل ہے۔

بیہقی نے حاکم سے نقل کر کے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے حدیثیں حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن میں تین کپڑے تھے۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہیں ہے۔ اور "قمیص عمامہ کے ان میں نہ ہونے کے قول کے مفہوم میں اختلاف کیا ہے اس عبارت کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کفن میں قمیص اور عمامہ سرے سے تھے

ہی نہیں۔ اور دوسرا مفہوم یہ لیتے ہیں کہ تین کپڑوں میں کفن دیا گیا اور قمیص وعمامہ ان تین کپڑوں ان تین کپڑوں سے زیادہ تھا۔ یہ مفہوم عبارت کے صریح خلاف واقع ہے۔ اس لئے کہ یہ ثابت شدہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کفن میں قمیص اور عمامہ بھی شامل تھا۔ اور اسی بنا پر کفن میں قمیص وعمامہ شامل ہونے کے بارے میں آئمہ کا اختلاف مترتب ہے کہ آیا یہ مستحب ہے یا نہیں، لہٰذا امام مالک وامام احمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ تین کپڑے ہونے چاہئیں ان میں قمیص اور عمامہ نہ ہو۔ چنانچہ وہ قمیص وعمامہ وغیرہ کی زیادتی کو جو کہ تین لفافوں کے سواہ مکروہ کہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جائز اور غیر مستحب ہے۔ اور احناف کہتے ہیں کہ تین کپڑے ہیں ازار، قمیص اور لفافہ اور متاخرین علماء احناف علماء اہل سنت کے لئے عمامہ جائز رکھتے ہیں۔ اور کفن ہمارے مذہب میں تین کپڑے ہیں اور دو بھی کافی ہیں اور ضرورت کے وقت جو بھی میسر ہو۔

جس قدر بیان کیا گیا ہے اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اقدس پر قمیص تھی اور اس میں ہی غسل دیا گیا تھا وہ کفن میں داخل نہ تھا لہٰذا وہ حدیث جو سنن ابو داؤد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تین کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ دو کپڑے اور ایک وہ قمیص مبارک جو وقت وفات آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم اقدس پر تھی۔ اس روایت میں ضعف صحیح نہیں ہے۔ صحیح وہی ہے جو مذکور ہوئی۔ اس لئے یزید بن زید اس حدیث میں ایک راوی ہے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔ خصوصاً اس حدیث میں جہاں اس کے برخلاف ثقہ راویوں سے حدیث موجود ہو۔ البتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اپنے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرض وفات میں گئی تو میں نے ان کے لباس پر نظر ڈالی جس میں وہ علیل ہوئے تھے تو وہ زعفران سے رنگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا ”اس لباس کو دھو دینا اور دو کپڑے اور

بڑھا کر ان تین کپڑوں میں مجھے کفن دے دینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کیا یہ کپڑا جو آپ زیب تن کیئے ہوئے ہیں پرانا ہے۔ فرمایا "زندہ زیادہ لائق وسزاوار ہے نئے کپڑے کا بہ نسبت مردے کے۔

(رواہ البخاری)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز ادا کرنا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نماز ادا کرنا جماعت کے ساتھ نہ تھا بلکہ ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب آتی اور بغیر جماعت کے نماز پڑھتی اور نکل جاتی پھر دوسری جماعت آتی اور پڑھتی تھی۔ اور آپ کا جسدِ اقدس اسی حجرۂ مبارک میں تھا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو غسل دیا گیا۔ سب سے پہلے مرد داخل ہوئے۔ جب مرد فارغ ہو گئے تو عورتیں داخل ہوئیں اور عورتوں کے بعد بچے آئے۔ جماعت میں صفوں کی ترتیب ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نماز جنازہ کی کسی نے امامت نہ کی۔

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جنازہ شریف پر کسی نے امامت نہ کی اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایام حیات وممات میں تمہارے امام ہیں اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیات سے ہے کہ متعدد نمازیں ہوئیں اور تنہا تنہا لوگوں نے پڑھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے جنازہ شریف کی نماز پڑھی وہ اہل بیت نبوت تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس، اور بنو ہاشم رضی اللہ عنہم اس کے بعد مہاجرین اور ان کے بعد انصار آئے۔ پھر اور لوگ جماعت کی جماعت داخل ہوتی اور نماز ادا کرتی جاتی تھی۔

رواتیوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی علالت سے پہلے لوگوں کو اپنی وفات کی خبر دیدی تھی لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو کون غسل دے گا فرمایا:......

"میرے اہل بیت میں سے ہو جو مجھ سے زیادہ نزدیکی رکھتا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا کن کپڑوں میں ہم تکفین کریں۔ فرمایا ان کپڑوں میں جو میں زیب تن کئے ہوئے ہوں۔ یا مصری کپڑوں میں یا یمانی چادروں میں یا سفید کپڑوں میں۔ مطلب یہ کہ جو بھی میسر ہو۔ پھر لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کون نماز پڑھے یہ کہہ کر سب رونے لگے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی گریہ طاری ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "صبر کرو۔ جزع وفزع نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرمائے اور تمہارے گناہوں کو بخشے اور میری جانب سے تمہیں جزائے خیر دے" اور فرمایا "جب تم مجھے غسل دے چکو اور کفن پہنا دو تو مجھے میری قبر کے پاس اس حجرے میں چھوڑ دینا اور کچھ عرصہ کے لئے میرے پاس سے باہر چلے جانا۔ سب سے پہلے جو میری نماز جنازہ پڑھے گا وہ میرے دوست جبریل علیہ السلام ہوں گے۔ پھر میکائیل، پھر اسرافیل پھر ملکوالموت گروہ ملائکہ کے ساتھ علیہم السلام۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سب سے پہلے جو مجھ پر صلوٰۃ بھیجے گا میرا رب ہے۔ اس کے بعد یہ فرشتے جن کا ذکر ہوا۔ اس کے بعد فوج در فوج آئیں اور نماز پڑھیں اور مجھ پر فریاد و نوحہ نہ کریں۔ اور نماز کی ابتداء میری اہلبیت کرے۔ بعد ازاں اہل بیت کی عورتیں اس کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم۔ لوگوں نے پوچھا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! قبر شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کون اتارے گا" فرمایا "میرے اہل بیت فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جو ان کو دیکھتے ہوں گے اور وہ انہیں نہیں دیکھ سکیں گے۔

علامہ ابن ماجشون رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے لوگوں نے پوچھا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتنی نمازیں پڑھی گئیں۔ انہوں نے فرمایا ستر (۷۰)"۔ لوگوں نے پوچھا "آپ کو یہ کہاں سے پتہ چلا"۔ فرمایا "اس صندوق سے جو امام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے

اپنی تحریر سے چھوڑا اور وہ نافع سے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ اس سے فرشتوں کے سوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی نمازیں ہوں گی"۔

اور تدفین میں تاخیر کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات روز دو شنبہ (پیر کے دن) ہوئی تھی اور روز سہ شنبہ پورا ہو گیا اور آپ کا تخت شریف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں رہا اور لوگ نماز پڑھتے رہے۔ آپ کو شب چہار شنبہ میں دفن کیا گیا۔

منقول ہے کہ جس وقت اہل بیت نے نماز پڑھ لی تو لوگوں کو معلوم نہ ہوا کہ کیا پڑھیں اور کیا دعا کریں۔ پھر لوگوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا "ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بتایا کہ تم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے پوچھو۔ پھر انہوں نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے پوچھا آپ نے فرمایا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کی دعا:

ان الله وملائكة يصلون على النبي يا ايها الذين
آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما، اللهم ربنا لبيك
وسعديك صلوات الله الرحيم، و الملائكة المقربين
والنبيين والصديقين والشهداء والصالحين واسبح
لك من شيئي يا رب العلمين على محمد بن عبدالله،
خاتم النبيين و سيد المرسلين و امام المتقين و
رسول رب العلمين الشاهد، البشير، الداعي، باذنك
السراج المنير وعليه السلام

اس دعا کو شیخ زین الدین مراغی نے اپنی کتاب تحقیق النصرہ میں بیان کیا ہے اور روایت

کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جنازہ کی جانب کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

"اے نبی گرامی آپ پر حق تعالیٰ کی رحمت و برکت نازل ہو۔ اے خدا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے وہ سب کچھ پہنچایا جو آپ پر نازل ہوا۔ اور اپنی امت کے ساتھ نصیحت کے تمام حقوق ادا فرمائے اور راہ خدا میں جہاد کیا۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب فرمایا" اے خدا ہمیں ان لوگوں میں بنا کہ ہم اس کی پیروی کریں جو آپ پر نازل ہوا۔ اور ہم کو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قیامت کے دن جمع فرما۔ لوگوں نے آمین کہی۔

تدفین کی کیفیت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہاں دفن کریں۔ اس میں بھی اختلاف واقع ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کہاں دفن کریں۔ ایک جماعت نے کہا کہ اس حجرے میں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقبوض ہوئے ہیں۔ ایک جماعت نے کہا مسجد شریف میں، ایک گروہ نے کہا بقیع کے مقبرہ میں اور کچھ لوگوں نے کہا "قدس" میں کیونکہ تمام نبیوں کی قبریں وہاں ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے کہ فرمایا کوئی نبی علیہ السلام دفن نہیں کیا گیا مگر اسی جگہ جہاں کہ ان کی روح قبض کی گئی، ایک روایت میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ فرمایا روئے زمین پر کوئی خطہ خدا کے نزدیک اس خطہ سے گرامی تر نہیں ہے جس میں نبی علیہ السلام کی روح کو قبض کیا گیا۔ اس کے بعد آپ کے بستر مبارک کو اٹھایا گیا۔ اور اسی خاص جگہ قبر کھودنا طے پایا۔

مدینہ طیبہ میں دو شخص قبر کھودنے والے تھے۔ ایک حضرت عبیدہ بن الجراح جو

بطریق شق جسے شامی بھی کہتے ہیں قبر کھودتے تھے اور دوسرے حضرت ابوطلحہ انصاری جو بطریق لحد قبر کھودتے تھے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا" اے خدا اپنے حبیب کے لئے وہ چیز اختیار فرما جو محبوب ومختار ہو۔ اور دو آدمی بھیجے ایک کو حضرت ابوعبیدہ کو بلانے کے لئے اور دوسرے کو حضرت ابوطلحہ کو بلانے کے لئے اور فرمایا جو پہلے آجائے وہی اپنے طریقہ پر کام کرے۔ حضرت ابوعبیدہ اس شخص کو نہ ملے جو انہیں بلانے گیا تھا اور حضرت ابوطلحہ آگئے اس کے بعد بطریق لحد قبر تیار کی گئی۔

حدیث شریف میں مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:......

اللحدلنا والشق لغیرنا

ہمارے لئے لحد ہے اور دوسروں کے لئے شق ہے۔ "لنا" سے مراد مدینہ طیبہ والے ہیں اور "غیرنا" سے مراد غیر اہل مدینہ ہیں۔ یعنی مکہ مکرمہ وغیرہ کے لوگ۔ اس کی توجیہہ میں علماء فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کی زمین سخت ہے اور وہ لحد کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بلکہ اپنی اپنی پسند اور رواج کا معاملہ ہے اور مسنون بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود اس میں شک نہیں کہ جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے کیا گیا افضل ہوگا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر زمین سخت ہو تو لحد افضل ہے اور اگر زمین نرم وکمزور ہو تو شق افضل ہے۔ اور بعض علماء "لنا" سے ملتِ اسلامیہ کے لوگ اور "لغیرنا" سے اہل کتاب مراد لیتے ہیں۔ اور شق قبر کے درمیان میں کھودنے کو کہتے ہیں۔ اور اس وقت ہمارے شہروں میں قبر کے درمیان میں دیواریں نکالتے ہیں۔ مگر حکم وسط قبر میں کھودنے کا دیتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

شب چہار شنبہ سحر کا وقت تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو قدم اقدس کی جانب سے قبر انور میں داخل کیا۔ اور اصح یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عباس، حضرت فضل اور قثم رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر میں داخل ہوئے۔

حضرت قثم آخری شخص تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور سے باہر آئے۔ انہوں نے فرمایا کہ آخری شخص جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روئے انور قبر اطہر میں دیکھا میں تھا۔ میں نے قبر میں دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لبہائے مبارک کو جنبش فرمار ہے تھے میں نے کانوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک کے قریب کیا میں نے سنا کہ آپ فرماتے تھے "رب امتی امتی" بحرین کی سرخ مخملی چادر جو خیبر کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تھی اور اسے آپ اوڑھتے تھے۔ اسے بچھایا گیا۔ کہتے ہیں کہ اس کا بچھانے والا شقران تھا۔ اس نے کہا میں نہیں پسند کرتا کہ آپ کے بعد اسے کوئی دوسرا اوڑھے۔ امام نووی، شافعی اور تمام اصحاب شوافع اور دیگر علماء رحمہم اللہ بطور اعزاز قبر میں میت کے نیچے کپڑا یا بچھونا بچھانے کے مکروہ ہونے پر تنصیص کرتے ہیں اور امام بغوی شافعی فرماتے ہیں کہ لا بأس بہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ اس حدیث سے ثابت ہے۔ اور درست کراہت ہی ہے۔ چنانچہ جمہور کا مذہب یہی ہے اور جواب دیتے ہیں کہ یہ فعل شقران کا تھا اور وہ اپنے فعل میں منفرد ہیں۔ اور کوئی صحابی ان سے متفق تھا۔ وہ اس کام کے عالم نہ تھے۔ شقران نے یہ کام اپنی طرف سے کیا تھا۔ اور اس نے اس کو مکروہ جانا کہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سواہ کوئی اور اوڑھے یا بچھائے۔ ابن عبدالبر نے کہا کہ آخر میں اسے قبر شریف سے باہر نکالا، اس روایت کو ابن زیاد نے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ سیرت مغلطائی میں مذکور ہے۔ اگر یہ بات ہو بھی تو یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے ہے یہ دوسروں کے لئے مکروہ ہے کہ ایسا نہ کریں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف کو خشت خام سے بنایا گیا۔ اس کے بعد لحد مبارک پر مٹی ڈالی گئی۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ، نے قبر شریف پر ایک مشکیزہ پانی چھڑکا اور سرہانے کی طرف سے چھڑکنا شروع کیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر

شریف زمین سے ایک بالشت جتنی اونچی کی گئی۔ ایک روایت میں چار انگل آیا ہے۔ اور قبر انور پر سرخ و سفید سنگریزے جمائے گئے۔

دفن کے بعد جب صحابہ کرام سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے فرمایا "تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مٹی ڈالو۔" صحابہ نے عرض کیا ٹھیک فرمایا اے بنت رسول اللہ! اے زہراء ہم نے بھی یہی خیال کیا تھا اور اسی غم میں جلاتے لیکن کیا کر سکتے حکم شرع سے چارہ نہیں ہے۔ اس کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا والد ماجد کی قبر کے سرہانے آئیں۔ اور قبر انور سے مٹی اٹھا کر اپنی دونوں چشم گریاں پہ ڈالی اور کہنے لگیں۔ شعر۔

مـاذا علـیٰ من شم تـربـت احمد	ان لا یشم مدی الـزمـان غوالیا
صبت عـلـی مـصـائب لوانها	صبت علی الایام صرن لیا لیا

مختلف رواتیوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف مسنم یعنی مرتفع و بلند (کوہان نما) ہے یا مسطح یعنی ہموار و برابر، اکثر کا مذہب یہی ہے کہ مسنم و مرتفع ہے۔

صحیح بخاری میں ابوبکر بن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے قبر شریف کو مسنم دیکھا۔ اور ابو نعیم نے مستخرج میں اتنا زیادہ کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں بھی مسنم یعنی مرتفع ہیں۔ اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے کہ قبروں کو مسنم رکھنا مستحب ہے۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد، مزنی اور بکثرت شوافع رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول یہی ہے۔ اور قاضی حسین نے اصحاب شوافع کا اس پر اتفاق کا دعا کیا ہے۔ لیکن قدماء شوافع کی ایک جماعت تسطیح یعنی ہمواری کو مستحب قرار دیتی ہے۔ اور اسی پر ماوردی اور دیگر جماعت ہے۔

حاکم نے بروایت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا

کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا اور عرض کیا" اے میری والدہ محترمہ! میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر سے چادر شریف اٹھایئے۔ انہوں نے اٹھایا۔ میں نے دیکھا کہ قبر شریف زمین سے نہ بہت بلند تھی اور نہ ہموار تھی اس کے فرش پر سنگریزے جے ہوئے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تسنیم و تسطیح دونوں جائز ہیں۔ اختلاف اس میں ہے کہ ان میں سے کونسا افضل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور مسطح تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں مسنم و مرتفع کردی گئی۔ اور وہ جو سفیان انمار کی حدیث میں آیا ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کو دیکھا تو وہ مسنم و مرتفع تھی وہ اسی پر محمول ہے۔ اور ہمارے شہروں میں ایسا طریقہ رائج ہے جو تسطیح و تسنیم دونوں کا جامع ہے۔ معلوم نہیں کہ اس کی ایجاد کہاں سے ہے۔ (واللہ اعلم)

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ حجرہ شریف میں حضرات شیخین کے مدفون ہونے کے بعد ایک جگہ اور باقی ہے۔ اور خبروں میں آیا ہے کہ اس جگہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام مدفون ہوں گے۔ اور جب امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ، شہید ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے التماس کیا گیا کہ یہ حجرہ چونکہ آپ کا ہے اگر آپ اجازت دیں تو امام حسن کو نانا کے پہلو میں دفن کردیا جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قبول فرمایا اور کہا مرحبا بہت عمدہ بات ہے۔ لیکن اس زمانہ میں حضرت امیر معاوہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے مدینہ طیبہ میں مروان حاکم تھا اس نے مہلت نہ دی کہ امام حسن مجتبیٰ اس جگہ مدفون ہوتے۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اجازت دے دی کہ وہ مدفون ہو جائیں یہ بھی میسر نہ ہوا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نزول فرمائیں گے اور نکاح کریں گے۔ ان کی اولاد ہوگی وہ روئے زمین پر پینتالیس سال قیام فرمائیں گے پھر ان کا انتقال ہوگا اور وہ میری قبر کے پاس دفن کیے جائیں گے۔ پھر میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر سے اور ابو بکر و عمر ایک قبر سے اٹھیں گے۔ اس جگہ قبر سے مراد مقبرہ ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن سے جب فارغ ہوئے تو صحابہ کرام خاک حسرت و ندامت اپنے وقت وحال کے سر پر ڈالنے لگے اور اپنے محبوب دو جہاں کے آتش فراق میں جلنے لگے اور گریہ وزاری کرنے لگے۔ خصوصاً حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو سب سے زیادہ مصیبت زدہ، بیکس تر اور زار و نالاں تر تھیں سیدنا (امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے چہروں کی طرف دیکھتیں اور اپنی یتیمی اور ان فرزندوں کی نامرادی پر روتی تھیں۔ دوسرے گوشہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسی حجرہ میں جس میں سرور کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات نے وفات پائی تھی مصروف آہ و بکا تھیں یہ گھر بیت الحزن والفراق بنا بے خانما شدہ رات و دن آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سرائے فانی سے عالم جاودانی میں انتقال فرمایا روز روشن، شب دیجور کی مانند ہو گیا تھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ کوئی دن مدینہ طیبہ میں اس دن سے زیادہ بہتر و نورانی نہ تھا جس دن کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائے تھے اور کوئی دن بدتر و تاریک تر اس دن سے زیادہ نہیں جس دن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جہان سے پردہ فرمایا۔ ابھی ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ ہمارے دل متغیر ہو گئے ہم پر پردہ پڑ گیا ایسا کہ ہمارے دل ہمارے قابو میں نہ رہے۔

ره ندیدیم چوبر وقت از نظرم صورت دوست
همچو چشمے که چراغش زمقابل برد

اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار میں سے ہر ایک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حزن وملال میں منظم کر کے اشعار پڑھ رہا تھا۔ان میں سے سب سے پہلے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا تھیں جو بعد از دفن، قبر شریف کی زیارت کو گئیں اور اس جگہ کی مٹی اٹھا کر غمزدہ آنکھوں پر رکھا اور روتے ہوئے یہ شعر منظوم فرمایا۔شعر

ماذا علی من شم تربت احمد ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
صبت علی مصائب لوانها صبت علی الایام صرن لیالیا

بعض کہتے ہیں کہ یہ اشعار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نظم کردہ ہیں جسے سیدہ فاطمۃ الزہراء نے پڑھا۔نیز وقت زیارت اور بھی اشعار سیدہ کے ہیں۔

اذا اشتد شقی زرتُ قبرك بالكيا و ذكرك واشكوما اراك مجاديا
یا ساكن الغيراء علمنى البكاء ونكرك انسانى جميع المصائبا
فلن كنت عن عينى فى التراب فعيبا فما كنت على قلبى الحزين بغائبا

موت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لفظ موت کے اطلاق سے اہل ایمان کا دل گھبراتا ہے۔اور اسی سے ہی منکرین کمالات مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جیسا بشر سمجھ کر استدلال بھی کرتے ہیں لیکن یہاں وہی بات ہوگی کہ بشریت کے جمیع لوازمات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لاحق ہونے ضروری ہیں لیکن لفظاً باقی رہی حقیقت وہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ موت العوام وموت الانبیاء علیہم السلام میں فرق ہے۔اسی لئے اللہ تعالٰی نے

قرآن مجید میں انك میت وانهم میتون (پ۲۳ زمر نمبر۳۰) بے شک تمہیں انتقال فرمانا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے

(کنز الایمان)

نکتہ:...... قرآن مجید کا ہر جملہ فصاحت و بلاغت کا سرچشمہ ہے۔ فصاحت و بلاغت کا قاعدہ ہے کہ کوئی لفظ بلاضرورت زائد نہ ہو۔ یہاں میت نبوت کے لئے اور میتون عوام کے لئے۔ فرق بتانے کے لئے لفظ میت کا اضافہ ہے ورنہ اگر نبی علیہ السلام اور عوام کی موت ایک جیسی ہوتی تو انك وانهم میتون کافی تھا۔

لفظ میت کا اضافہ بتاتا ہے کہ نبی اور غیر نبی کی موت میں فرق ہے وہ وہی ہے جو امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے انبیاء علیہم السلام کے لئے فرمایا۔

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط آنی ہے
اس کے بعد ان کے لئے حیات جاودانی ہے

اس کی تحقیق و تفصیل فقیر کی شرح حدائق غزل حذا پڑھئے۔ الحمدللہ خوب ہے۔ بقدر ضرورت یہاں عرض کردوں

امتیاز موت العوام وموت الانبیاء علیہم السلام:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں سے تعدد صلوٰۃ ترک جماعت، دفن در بیت خود وغیرہ کے ماسوا عدم میراث ہے اور اس حکم میں مخصوص ہونا سنت باقی ہے اور جملہ انبیاء کرام صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اس حکم میں شریک ہیں جیسا کہ حدیث پاک میں مروی ہے:

انا معشر الانبیاء لانورث ولا نورث ماتر کناہ صدقۃ

﴿ترجمہ﴾..... ہم گروہ انبیاء وہ ہیں جو نہ کسی کی میراث لیتے ہیں اور نہ ہماری میراث کوئی لیتا ہے۔ جو کچھ ہم ترکہ چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔

اس کے بعد لکھا کہ:

بعض علماء فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی عدم میراث کا مبنیٰ و مدار، ان کی حیات ہے۔ خصوصاً سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ ابدیہ۔ اور میراث مردوں کی ہوتی ہے نہ کہ زندوں کی۔ چونکہ سلسلہ کلام، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کی طرف چل پڑا تو اب ہم اس کتاب کو اس سے مزین و آراستہ کرتے ہیں کیونکہ وفات اور دیگر احکام، غسل و دفن وغیرہ کی بحث گزر چکی ہے اور ان الفاظ کی نسبت سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے کی گئی حالانکہ آپ حقیقت باطنیہ میں سراپا اصل و مبداء حیات و بقائے بنی آدم بلکہ تمام اجزائے عالم ہیں مگر کیا کریں وقت کی ضرورت نے ان الفاظ کی نسبت کرنے پر مجبور کیا کیونکہ مقصد و مفہوم کی تعبیر و بیان میں بغیر ان الفاظ کے استعمال کئے چارہ ہی نہیں۔ ہاں واقعہ یہ ہے کہ حسب ارشاد باری تعالیٰ:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

﴿ترجمہ﴾..... ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

اور بحکم اجرائے سنت الٰہی جل وعلیٰ، آپ کی ذات کے ساتھ موت کا مزہ چکھنا کہہ سکتے ہیں۔ لیکن بعد از ذائقہ موت واقعیت طریقہ عبودیت حیات ابدی ہے اور اب بغیر اس حالت کے ذکر کئے کتابوں میں عام طور سے پڑھا اور دیکھا جاتا ہے کہ لفظ میت کا اطلاق و اسناد حضو[illegible] یہ وآلہ وسلم سے کرتے ہیں گراں ہے۔ [illegible] کے سوا کسی اور طرح پر تعبیر دیا [illegible] یہ سا تو بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ امام مالک رحمہ اللہ پر رحمت فرمائے جو درگاہ محمدی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص ہمسایوں میں سے ہیں۔ وہ مکروہ جانتے ہیں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبر انور کی زیارت کی ہے۔ بلکہ وہ اس طرح کہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

(مدارج النبوۃ ص۷۶۱/۲/۷۷ ج ۲)

اسی طرح ازواج مکرمات کے ساتھ نکاح کی حرمت کو بھی حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کی دلیل کے طور کہا جاتا ہے۔

چونکہ حیاۃ الانبیاء متفق علیہ فیصلہ ہے متقدمین ومتاخرین کی بے شمار تصانیف اس موضوع پر ہیں۔

(حیاۃ الانبیاء بیہقی رحمہ اللہ مع حواشی اویسی، عربی)

انباء الاذکیاء للسیوطی رحمہ اللہ (عربی)

اردو میں، غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کی حیاۃ النبی خوب ہے ان بزرگوں کے فیض وبرکت سے فقیر کی دو تصنیف حیوۃ الانبیاء اور اردو ترجمہ مع حواشی انباء الاذکیا شرح حدائق بخشش کی غزل انبیاء کو اجل آنی ہے۔

دلائل حیاۃ الانبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام:

صرف اتماماً للحجۃ اور اپنے موضوع کو مزید تقویت پہنچانے کے لئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لفظی بشریت مبارکہ حق ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو تعلیم دی کہ جینا یوں ہوتا ہے تو مرنا یوں

اور موت کے وقت وہی انوار اپنے اوپر طاری فرمائے جیسے عام بشروں کا ہوتا ہے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت طاری ہوئی اس کے بعد بدستور حیاۃ حقیقی حسی سے زندہ تھے لیکن نہ تو سانس کی آمد و رفت

ہوئی نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کروٹ بدلی نہ رونے دھونے والوں کو روکا اور نہ ہی اختلاف صحابہ میں دخل دیا وغیرہ وغیرہ تا کہ معلوم ہو کہ مرنا یوں ہوتا ہے اور دفن یوں ہوتا ہے اور قبر میں جانا یوں۔ لیکن افسوس کہ کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہری اطوار سے عوام کو دھوکہ دیتے ہیں کہ نبی علیہ السلام اگر زندہ تھے تو زندہ کو نہلانا، کفنانا قبر میں زندہ در گور کرنا وغیرہ وغیرہ کیوں۔ ان بیوقوفوں کو کون سمجھائے کہ امت کی تعلیم مقصود تھی اسی کی تکمیل کے لئے یہ سوانگ رچائے تھے ورنہ ہم تو ببانگ دہل کہتے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

حیات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

از شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

عقیدہ:

انبیاء علیہم السلام کی حیات، علماء ملت کے درمیان متفق علیہ ہے اس میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں ہے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات کا وجود، شہداء و مقاتلین فی سبیل اللہ کی حیات سے کامل تر ہے اس لئے شہداء کی حیات کا وجود، عند اللہ معنوی واخروی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات طیبہ، حیات حسی دنیاوی ہے اس میں بکثرت احادیث وآثار واقع ہوئے ہیں جیسا کہ بیان ہو رہا ہے۔

احادیث وآثار:

﴿۱﴾......ابو یعلی ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الانبیاء احیاء فی قبورھم (الحدیث)

﴿ترجمہ﴾......تمام نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں

﴿۲﴾......حدیث صحیح میں ہے:

ما من مسلم یسلم علی الاردلله علی روخ حتی ارد علیه السلام

﴿ترجمہ﴾......جو مسلمان بھی مجھ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے اللہ تعالیٰ مجھ پر میری توجہ ادھر کراتا ہے یہاں تک کہ میں اسے سلام کا جواب عنایت فرماتا ہوں۔

فائدہ:......علماء اختلاف کرتے ہیں کہ یہ فضیلت ہر اس شخص کے لئے عام ہے جو سید کائنات علیہ افضل التسلیمات پر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے شرف سے مشرف ہے۔ خواہ روضہ انور پر حاضر ہو کر زیارت سے مشرف ہو یا اس بارگاہ کبریٰ سے غائب جہاں کہیں بھی ہو اور ظاہر حدیث عموم پر متدل ہے۔ ہر ہر تقدیر مفید مدعا ہے کہ حیات ہے۔

﴿۳﴾......نسائی نے باسناد صحیح حضرت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حق سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے فرشتوں کو پیدا فرمایا ہے جو زمین میں گشت کرتے رہتے ہیں۔ میری امت کا جو بھی فرد مجھ پر صلوٰۃ وسلام عرض کرتا ہے وہ میرے حضور لا کر پیش کرتے ہیں۔

فائدہ:......یہ غائبوں کے حق میں ہے لیکن جو روضہ اقدس پہ موجود و حاضر ہوں ان کے بارے میں ایک حدیث تو اس پر دلالت کرتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس خود صلوٰۃ وسلام سماعت فرماتے اور زائر کو سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں یہ نہیں بلکہ اکثر اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بندے کے عرض سلام پر سبقت فرماتے ہیں جس طرح کہ آپ کی ظاہری حیات

شریفہ میں عادت کریمہ تھی کہ سلام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سبقت فرمایا کرتے تھے ایک اور حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس وقت اور اس صورت میں بھی ایک فرشتہ مقرر ہے جو بارگاہ رسالت میں سلام پیش کرتا ہے جس طرح کہ ملوک وسلاطین کے دربار میں حجاب وگماشتے ہوتے ہیں۔

﴿۴﴾......امام عبدالحق جو کہ اکابر آئمہ حدیث سے ہیں کتاب ''احکام صغریٰ'' میں باسناد صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بھی اپنے کسی ایسے مسلمان بھائی کی قبر پر سے گزرتا ہے جسے وہ دنیا میں جانتا ہے اور وہ اسے سلام کرتا ہے تو وہ صاحب قبر مسلمان بھائی اسے پہچانتا اور سلام کا جواب دیتا ہے۔(اس باب میں بے شمار حدیثیں مروی ہیں۔

فائدہ:......اب جبکہ یہ بات ہر ایک مسلمان اور عام مومنین کے بارے میں ثابت ہے تو سید المرسلین، صفوۃ المتقین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیفیت کا اندازہ! سلام کے پہنچانے پر ہی کیا موقوف ہے امت کے تمام اعمال بارگاہ رسالت میں پہنچتے ہیں۔

﴿۵﴾......بزار نے باسناد صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ فرمایا خدا کے کچھ فرشتے زمین میں گشت کرتے رہتے ہیں جو تمہارے اعمال مجھے لاکر پیش کرتے ہیں ان اعمال میں جو اچھے ہیں ان پر میں خدا کا شکر بجالاتا ہوں اور جو برے ہیں ان پر میں خدا کے حضور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

﴿۶﴾......بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرکے اسے صحیح کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام چالیس روز کے بعد قبروں میں اپنے حال میں نہیں رہتے بلکہ خدا کے حضور میں نماز پڑھتے ہیں۔ یہاں تک کہ اسی حال میں نفخہ صور واقع ہوگا۔

﴿۷﴾......فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات طیبہ پر بکثرت احادیث صحیحہ سے

دلائل وشواہد موجود ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اس حدیث کا ذکر کیا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر انور پر ہوا تو ملاحظہ فرمایا کہ وہ اپنی قبر شریف میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور دوسری وہ حدیثیں بیان کیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام کا آنا واقع ہوا ہے۔

﴿۸﴾......امام بیہقی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ان احادیث کا مبنیٰ اس پر ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ انبیاء علیہم السلام پر ان کی وفات کے بعد ان کی ارواح مقدسہ کو ان پر لوٹا دیتا ہے اور بعدازاں بحکم نص فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہے وہ بیہوش ہو جائے" یہ صعق انہیں بھی لاحق ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ صعق بہمہ وجوہ اور موت کے معانی میں ہو۔ بلکہ اس حالت میں زیادہ سے زیادہ ذہاب شعور کے حق میں ہوگا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ کے اس حکم کے ماتحت ہو کہ اس نے فرمایا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ مگر وہ جسے اللہ چاہے تو انبیاء کرام علیہم السلام اس حکم صعق سے مستثنیٰ ہوں۔

﴿۹﴾......حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جمعہ کے دن میرے حضور زیادہ سے زیادہ صلوٰۃ وسلام بھیجا کرو۔ اس لئے کہ تمہارا صلوٰۃ وسلام میرے حضور پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا "یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! آپ کے حضور ہمارا صلوٰۃ وسلام کس طرح پیش ہوگا جبکہ آپ ہماری آنکھوں سے روپوش ہوں گے؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حق تبارک وتعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی حیات مقدسہ کو کھائے۔ اس فرمان والا سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات مقدسہ حسی اور دنیاوی ہے محض بقاء ارواح کے ساتھ نہیں ہے

جس طرح کہ شہداء کی روحوں کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھا جاتا ہے۔

قاعدہ:...... صاحب تلخیص شافعی نے فرمایا کہ جو مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملک میں رہا ہے آج بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی مِلک میں باقی ہے جس طرح کہ ظاہری حیات میں تھا اور وہ وارثوں کی ملکیت میں منتقل نہیں ہوتا جس طرح دیگر اموات میں ہوتا ہے۔ امام الحرمین نے اس قول کی تصحیح کر کے فرمایا یہ قول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت مقدسہ کے موافق ہے

تمام اوقات میں زیارت کرنے کا استحباب بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ:..... امام بیہقی بکثرت احادیث بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "یہ تمام حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اہل قبور کے لئے ادراک وسماع حاصل ہے اور شک نہیں ہے کہ صفت سمع عرض ہے جو حیات کے ساتھ مشروط ہے۔ لہٰذا تمام مسلمان زندہ ہیں لیکن عام مسلمان کی حیات، مرتبہ میں شہداء کی حیات سے کمتر ہے اور انبیاء علیہم السلام کی حیاتِ مقدسہ، شہداء کی حیات سے کامل تر ہے۔

مخفی نہ رہنا چاہئے کہ بعد از اثبات حیاتِ حقیقی دنیاوی، اس کے بعد اگر کوئی کہے کہ حق تبارک وتعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اقدس کو ایسی حالت اور ایسی قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں بذات خود تشریف لے جائیں یا مثالی صورت میں آ سکتے ہیں۔........... خواہ آسمان پر یا زمین میں۔ خواہ قبر شریف میں یا کسی اور جگہ تو ایک صورت ہوتی مگر اس کے باوجود ہر حال میں خاص قبر انور کے ساتھ نسبت مروی ہے جیسے کہ جب حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو باغیوں نے گھیرے میں لے لیا۔ تو بعض اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان سے کہا کہ مصلحت اور مناسب یہی ہے کہ اہل شام کے ساتھ مل جایئے تاکہ اس بلاؤ محنت سے آپ نجات پائیں۔ آپ نے فرمایا میں

جائز نہیں رکھتا کہ اپنے دار ہجرت (مدینہ طیبہ) سے مفارقت کروں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجاورت و ہمسائگی کو چھوڑوں، یا جیسے حضرت سعید بن المسیب کا واقعہ حرہ کے زمانہ میں جبکہ تمام لوگ مسجد نبوی کو چھوڑ کر چلے گئے تھے تین دن تک حجرۂ مقدسہ کے اندر سے اذان کے سننے کا مشہور واقعہ ہے اور اسی ثبوت میں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود گرامی قبر انور میں ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ سلطان سعید نور الدین شہید کا واقعہ ہے جو ۵۵۷ھ میں پیش آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں رات میں تین مرتبہ دیکھنا سلطان کو خبردار فرمانا کہ یہ دونوں نصرانی شر کا ارادہ رکھتے ہیں جسے قبر انور کے ساتھ نسبت ہے اور ان خبیثوں کی صورت خواب میں سلطان کو دکھائی گئی پھر سلطان ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ طیبہ پہنچا اور ان دونوں ملعونوں کو پایا اور ان کو آگ میں ڈال کر جلا دیا۔ اس کے بعد سلطان نے حجرہ شریفہ کے چاروں طرف خندق کھدوا کر اسے سیسہ سے بھر دیا۔ اس قصہ کو مدینہ منورہ کے تمام مورخوں نے مثلاً جمال الدین مطری، مجد الدین فیروز آبادی اور ان کے سواہ بکثرت علماء اعلام نے بیان کر کے تصریح فرمائی ہے۔

سوال:...... قونوی کی وہ تفصیل و ترجیح جو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قبر شریف میں اقامت گزیں ہونے پر بہشت اعلیٰ میں استمرار پر دی ہے

جواب:...... علماء فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کی قبر، جنت کے باغوں کا ایک باغ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف افضل ریاض جنت ہے۔ اور ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی قبر شریف میں سے ہی ایسے تصرف ونفوذ کی حالت ہوتی ہو کہ آسمان و زمین اور جنت ہر جگہ سے حجاب مرتفع ہو گئے ہوں اور بغیر تجاوز وانتقال کے تصرف ونفوذ فرماتے ہوں اس لئے کہ امور آخرت اور احوال برزخ کو دنیا کے احوال پر جو کہ حدود و جہات سے مقید و تنگ ہے قیاس نہیں کر سکتے۔ (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال علی وجہ الکمال)

امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنت کا کونسا حصہ ایسا ہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبر شریف پر افضل قرار دیں۔ قبر شریف ہی تمام اماکنِ مقدسہ اور مقامات رفیعہ سے افضل ہے خواہ جنت ہو یا کوئی اور جگہ۔ اس کے بعد فرمایا اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبر انور کو عرش عظیم پر فضیلت دیں تو ہم نہیں جانتے کہ کسی مومن صادق کو اس میں توقف ہوگا کیونکہ وہ سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا طفیل شریف ہے۔ (واللہ اعلم)

(مدارج النبوۃ ص ۲۶۳ / ۲۶۹ ج ۲)

خلاصہ:...... اس طویل بحث کے بعد اہل فہم سمجھ گئے ہوں گے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے جملہ انوار عام بشریت سے ممتاز رکھے گئے ظاہری زندگی میں بھی اور بعد وصال بھی تا کہ یہ کوئی وہم نہ کر سکے کہ انبیاء علیہم السلام کی بشریت عام بشروں کی طرح ہے بلکہ یوں سمجھیں کہ وہ خدا کے نور بشریت کے جامع ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

عوارض بشریہ حضور علیہ السلام کے تابع

مذکورہ بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عوارض لاحق ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان عوارض کو قبول فرمایا تو بھی تعلیم امت کے لئے ورنہ یہی عوارض حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابرو اشارہ کے تابع تھے۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے عوارض کو دفع فرمایا اور آپ کی امت کے اولیاء کرام بھی بے شمار بیماروں کو شفاء بخشی بلکہ بہت سے روحانی نسخے ان عوارض کی شفاء کے لئے تیر بہدف ہیں۔ مختصراً چند عوارض اور ان کی شفاء ملاحظہ ہو۔

دافع الامراض صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے اذن و عطاء سے بے شمار امراض کو دفع فرمایا چند روایات بطور تبرک عرض کر دوں

سلیمان بن عمرو بن احوص زادی اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رمی جمار کرتے دیکھا۔ رمی جمار فرما کر حضور آگے بڑھے۔
ایک عورت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی حضور! میرا بیٹا فاتر العقل ہے۔ حضور!
اس کے لئے دعا فرمائیں۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سے فرمایا۔ پانی لے آ وہ ایک
پتھر کے برتن میں حضور کے پاس پانی لے آئی۔ حضور علیہ السلام نے اس میں لعابِ دہن
ڈالا اور اپنا چہرۂ انور اس میں دھویا پھر اس میں دعا فرمائی پھر فرمایا یہ پانی لے جا فاغسلیہ
بہٖ واستشفی اللہ عزوجل اس پانی سے اسے غسل دے اور اللہ سے شفاء طلب کر۔
اس حدیث کی روایت کرنے والی صحابیہ سلیمان بن عمرو بن احوص کی والدہ نے اس عورت
سے کہا میرے اس بیمار بچے کے لئے اس میں سے تھوڑا پانی مجھے بھی دے دے۔ وہ فرماتی
ہیں میں نے اپنی انگلیوں سے تھوڑا سا پانی لے کر اپنے بیمار بیٹے کے بدن پر مل دیا۔ چنانچہ وہ
اعلیٰ درجہ کا تندرست ہوگیا۔ فرماتی ہیں۔ اس کے بعد میں نے اس عورت سے پوچھا کہ اس
کے بیٹے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا وہ بہترین صحت کے ساتھ صحت یاب ہوگیا۔

(مسند احمد جلد ۶ ص ۳۷۹)

فائدہ: ...... جنون کتنا اور کیسا موذی مرض ہے یہ ڈاکٹروں اور حکیموں اور طبیبوں سے
پوچھیے لیکن حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ شفاء سے بیمار کو ایسی شفاء
بخشی کہ زندگی بھر بیماری مریض کا نام نہ لے سکی۔

قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ حضرت قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں زخم ہو
کر پانی رخسار پر سے بہنے لگا آپ نے اس کو اٹھا کر اپنے اپنے دستِ مبارک سے اس کی جگہ پر
رکھ دیا تو آپ کے دستِ مبارک کی برکت سے ان کی آنکھ اچھی ہوگئی بلکہ پہلے سے زیادہ بہتر
اور جمال والی ہوگئی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین وخصائص وغیرہ)

فائدہ:...... یہ اس مرض سے شفاء ہے جسے تمام اطباء حکماء اور ڈاکٹر اظہار عجز کرتے ہیں اس لئے ان سے کالا موتیا نہیں اتر سکتا اور یہاں یہ حال ہے کہ سرے سے چشم خانہ سے آنکھ کا ڈھیلا ہی جدا ہو گیا گویا بینائی کا کنکشن ہی کٹ گیا لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف شفاء بخشی بلکہ چشم خانہ میں ایسا نور بھر دیا کہ پہلے سے کئی گنا زائد ہو گیا۔

حضرت ام عاصم، عتبہ بن فرقد صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی کہتی ہیں کہ ہم تین عورتیں عتبہ بن فرقد کے پاس تھیں اور ہم میں سے ہر ایک بہتر سے بہتر خوشبو استعمال کرتی تھی کہ اس سے دوسری سے بہتر خوشبو آئے لیکن حضرت عتبہ کوئی خوشبو استعمال نہیں کرتے تھے لیکن عام سے سادہ سا تیل لگاتے تھے مگر ان میں سے ہم سب سے بہتر خوشبو آتی تھی۔

ایک روز میں ان سے پوچھنے پر مجبور ہو گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک مرتبہ مجھے سارے جسم پر کھجلی کی زبردست تکلیف ہو گئی حتیٰ کہ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی میں گھبرایا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ناف سے گھٹنوں تک کپڑے سے ڈھانپ لو اور باقی کپڑے اتار دو میں نے ایسا ہی کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک ہتھیلی پر دم کر کے دوسری ہتھیلی پر ملا ثم امرھما علی ظھری و بطنی یعنی پھر دونوں مبارک ہتھیلیاں میری پیٹھ اور میرے پیٹ پر پھیریں۔ جس سے میں اسی وقت ٹھیک ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہتھیلیوں کی خوشبو کا اثر ابتک باقی ہے۔ جس سے تم اس ساری فضا کو مہکتا دیکھتی ہو۔

(اسد الغابہ ص ۳۶۵ ج ۳)

فائدہ:...... کھجلی موذی مرض ہے اسے وہ جانتا ہے جسے اس سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔ اور اس کے علاج کے سر دردی کا علم بھی اسی کو ہے۔ یا اطباء وحکما اور ڈاکٹروں کو لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف مریض کو مرض موذی کے شفاء بخشی بلکہ اس کے

جسم کو عطر یعنی خوشبو کا کنواں بنا دیا اور ایسا کہ اس کی خوشبو کا مقابلہ دنیا کی کوئی خوشبو مقابلہ نہیں کرسکتی۔ تفصیل دیکھئے فقیر کا رسالہ خوشبوئے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

دافع الامراض اللہ تعالیٰ نے جتنا امراض پیدا فرمائے ظاہری ہوں یا باطنی لفظی ہوں یا معنوی سب کی شفاء اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں رکھی، اس کی تفصیل کے لئے دفاتر درکار ہیں۔ فقیر نے ایک ضخیم تصنیف نبوی شفاء خانہ (تین جلد) میں جمع کردیئے ہیں۔

درد بھی امراض میں سے ایک ہے لیکن چونکہ یہ جس رنگ میں شدت رکھتا ہے اسی لئے اسے امراض کے ذکر کے بعد خصوصیت سے ذکر فرمایا گویا خصوص بعد العموم کے قبیل سے ہے۔

تلوار کی ضرب:

یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں: میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا۔ اس نشان کے متعلق میں نے ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تلوار کی اس ضرب کا نشان ہے جو مجھے خیبر میں لگی تھی۔ یہ ایسی ضرب تھی کہ لوگ کہنے لگے۔ بس سلمہ اب شہید ہوئے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں تین مرتبہ پھونکا اس وقت سے اب تک مجھے کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔

(بخاری ص ۶۰۵ ج ۲ مشکوٰۃ ص ۵۳۳)

پنڈلی ٹوٹ گئی:

حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابورافع یہودی کو قتل کر کے زینے سے نیچے اتر رہے تھے کہ اچانک گرے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ فرماتے ہیں میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ لیا۔ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا ابسط رجلک فبسطت رجلی فمسحها فکانما لم اشتکها قط اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور علیہ السلام نے میری پنڈلی پر مبارک ہاتھ پھیر دیا تو مجھے

ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تکلیف کبھی پہنچی ہی نہ تھی۔

(بخاری ص ۵۷۷ ج ۲) البدایہ والنہایہ ص ۱۴۰ ج ۱، سنن البیہقی ص ۲۲۲ ج ۳)

ہاتھ جھلس گیا:

حضرت محمد بن حاطب چھوٹے سے تھے ان کی ماں انہیں حبشہ سے مدینہ کو لا رہی تھی جب مدینہ منورہ تک ایک دو رات کا سفر باقی رہ گیا تو انہوں نے اپنے بچے محمد بن حاطب کے لئے ہانڈی میں کوئی چیز پکائی۔ ہانڈی اتارتے ہوئے ان کے ہاتھ سے چھوٹی اس سے ان کا بیٹا محمد بن حاطب جھلس کر زخمی ہو گیا۔ وہ اسے لئے مدینہ منورہ پہنچی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے بچے کا نام محمد بن حاطب رکھا۔ اس کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا برکت کی دعا کی اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس کے زخمی ہاتھ پر اپنا لعاب دہن ملا اور یوں دعا کی:

انهب البأس رب الناس۔ اشف انت الشافی لا شفاء الا شفاء ك شفاء لا يغادر سقما

﴿ترجمہ﴾..... یعنی اے لوگوں کے پروردگار اس تکلیف کو دور کر دے۔ شفاء دے تیری ہی شفا ہے ایسی شفاء جس سے تکلیف باقی نہ رہے ان کی والدہ اپنے بیٹے سے کہتی ہیں جب وہ بڑے ہوئے:

فما قمت بك من عنده حتى برأت يدك

﴿ترجمہ﴾..... کہ اس سے پہلے کہ میں تجھے وہاں سے اٹھا کر چلتی تمہارا جھلسا ہوا زخمی ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔

(الاستیعاب والبدایہ والنہایہ ص ۱۶۲ ج ۶)

فائدہ:..... مخالفین کو نا معلوم کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار کس مرض

سے لاحق ہوا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کے کمالات تو بڑی شان ہے آپ کے متعلقات کا بھی یہ ادنی کمال ہے کہ ان سے بھی دفع البلاء والوباء والقحط والمرض ہوتی ہے۔احادیث صحیحہ سے ثابت ہے

مسلم شریف میں ایک طویل حدیث وارد ہے جس کے آخری حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عطاء حضرت اسماء کے پاس حاضر ہوئے۔انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جبہ نکالا اور فرمایا:

کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یلبسها فنحن نغسلها للمرضی لنستشفی بها

﴿ترجمہ﴾..... حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے پہنتے تھے اور ہم اس جبے کو پانی سے دھو لیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے اپنے بیماروں کے لئے شفا حاصل کریں۔

(مسلم شریف جلد ۲ ص ۱۹۰)

اس کی مثالیں بھی احادیث مبارکہ میں بے شمار ہیں فقیر کا رسالہ "احسن البرکات فی برکات التبرکات" پڑھیے۔

فضلات مبارکہ شفاء:

یہ تو ہوئے تبرکات، اللہ تعالیٰ نے آپ کے فضلات مبارکہ میں بھی نہ صرف شفاء رکھی ہے بلکہ جسے نصیب ہوا اسے نوید جنت بھی سنا گئی۔اس موضوع کے لئے فقیر کی تصنیف "الدلائل القاہرہ فی ان فضلات النبی طیبۃ وطاہرۃ" میں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بول مبارک کی برکت:

عام بشر کا پیشاب پلید اور بدبودار اور بیماری اور عذاب قبر کا سبب جیسا کہ حدیث

شریف میں ہے اور ہر انسان اپنے پیشاب کو خوب جانتا ہے لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول مبارک پاک اور خوشبودار اور ہر بیماری سے شفاء اور عذاب قبر سے امان اور جنت کا ٹکٹ جسے مندرجہ ذیل صحابہ وصحابیات نے نوش فرمایا:

﴿۱﴾......حضرت ام ایمن سے روایت ہے انہوں نے کہا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے وقت گھر کے ایک کنارے جا کر پکی ہوئی مٹی کے ایک برتن میں استنجاء (پیشاب) کیا۔ میں رات میں اٹھی اور مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے وہی پی لیا۔ صبح ہوئی تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ یہ سن کر آپ ہنس پڑے اور ارشاد فرمایا:

انك لن تشتكي بطنك بعد يومك هذا ابدا

(الحاکم والدارقطنی وابونعیم)

﴿ترجمہ﴾.....آج کے بعد سے تمہارے پیٹ میں کبھی کوئی شکایت نہ ہوگی۔

﴿۲﴾......حضرت ابن جریج سے روایت ہے انہوں نے کہا:

مجھے بتلایا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکڑی کے ایک بڑے پیالہ میں استنجاء (پیشاب) فرما کر اسے اپنے تخت کے نیچے رکھ دیا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے دیکھا کہ پیالہ میں کچھ نہیں ہے۔ تو ام حبیبہ کی خادمہ برکۃ حبشیہ سے پوچھا۔ پیالہ کا پانی کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا میں تو اسے پی گئی۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا:

اے ام یوسف (کنیت برکۃ حبشیہ) تم اچھی رہو۔ اس دعاء کے بعد اس برکۃ حبشیہ کو کبھی مرض نہیں لاحق ہوا۔ بس اسے مرض وصال ہی ہوا اور اسی میں اسے موت آئی۔

(عبدالرزاق قال ابن دحية هذه قضية اخرىٰ غير قضية ام ايمن۔ و بركة ام يوسف غير بركة ام ايمن)

ابن دحیہ نے فرمایا یہ واقعہ دوسرا ہے جو ام ایمن و برکہ ام یوسف کا واقعہ ہے وہ اور ہے اور یہ برکہ برکہ ام ایمن کی غیر ہے۔

فائدہ:......اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بول مبارک پینا بھی حدیث میں ہے گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعدد بار بول مبارک پینا ثابت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خون مبارک کی برکت

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خون اقدس جن صحابہ کرام کو نوش فرمانا نصیب ہوا۔ ان میں حضرت عبداللہ ابن زبیر بھی ہیں۔ چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں کہ ایک بار وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ پچھنا لگوا رہے تھے جب فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: عبداللہ! یہ خون لے جا کر ایسی جگہ بہا دو جہاں کوئی اسے نہ دیکھ سکے۔ عبداللہ بن زبیر وہ خون خود ہی پی گئے اور واپس چلے آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دریافت فرمایا۔ عبداللہ! تم نے خون کیا کیا؟ انہوں نے عرض کیا میں نے اسے ایسی جگہ چھپا دیا جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم نے اسے پی لیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں! آپ نے ارشاد فرمایا: بڑے عجیب ہو تم سے لوگوں کو اور تمہیں لوگوں سے شر نہ پہنچے۔

صحابہ کرام سمجھتے تھے کہ عبداللہ بن زبیر کی طاقت وشجاعت اسی خون کی وجہ سے تھی۔

(طبرانی۔ بیہقی)

فائدہ:......ان کے علاوہ دیگر صحابہ کرام سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خون پینا ثابت ہے۔ اس سے نتیجہ نکلا کہ پینے والوں کو زندگی بھر بیماریوں سے حفاظت اور خون مبارک پینے سے بہادری وشجاعت اور آخرت میں جنت کی سند نصیب ہوئی۔ اسے کہتے ہیں رحمت حق کی موج۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

وہ کونسی بیماری ہے جو بزرگان دین کے بتائے ہوئے اورادواعمال سے دفع نہ ہو۔ فقیر نے اس موضوع پر ایک تصنیف جمع کی ہے۔ علاج الابدان بالحدیث والقرآن اس کے چند نمونے حاضر ہیں کہ بندگان خدان کے تجربات سے ہے کہ عوارض بدنیہ ظاہرہ وباطنیہ دور ہو سکتے ہیں اور دور ہوتے رہتے ہیں تو جس سرچشمہ سے یہ تجربات نصیب ہوئے انہیں عوارض کیوں لاحق ہوئے تو ماننا پڑے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عوارض طاری ہوئے اور آپ نے انہیں از خود دفع نہ فرمایا بلکہ اسباب استعمال فرمائے تاکہ امت کو تعلیم نصیب ہو نہ یہ کہ معاذ اللہ آپ اس میں مجبور محض تھے۔ چند عوارض اور ان کا روحانی علاج ملاحظہ ہو۔

مرض فالج:

یہ اکثر نصف جسم پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس سے ایک جانب کا جسم بیکار ہو جاتا ہے بائیں جانب کا بہت خطرناک ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے اصلی شہد بہت مفید ہے۔ غذا اور پانی کی جگہ اسی کو کھلایا اور پلایا جائے۔ شربت بنا کر پلانا اور اسی کو چاٹنا بہت مجرب ہے۔ علاج ڈاکٹری ہو یا یونانی مگر شہد دینے سے غافل نہ ہوں اگر کوئی احمق ڈاکٹر منع کرے تو اس کا علاج چھوڑ دیں مگر شہد نہ چھوڑیں۔

دیگر نقش درود شفاء وآیات شفاء کے ساتھ بسم اللہ شریف کا نقش بھی مریض کو چینی کی پلیٹ پر زعفران سے لکھ کر پلائیں۔

مرض جنون مرگی:

جنون مرگی پاگل کے لئے یہ نقش بے نظیر ہے بعض لوگ عامل کی مدد یا بغیر اجازت کے بازاری کتابوں کے عمل کر بیٹھتے ہیں جس میں رجعت ہو جاتی ہے اس کے لئے بھی مفید ہے۔

۳۵۰۱	۳۵۰۴	۳۵۰۷	۳۴۹۳
۳۵۰۶	۳۴۹۴	۳۵۰۰	۳۵۰۵
۳۴۹۵	۳۵۰۹	۳۵۰۲	۳۴۹۹
۳۵۰۳	۳۴۹۸	۳۴۹۶	۳۵۰۸

برائے کھانسی:

بروز بدھ ے جگہ یاسین لکھ کر ہر ایک کی الگ الگ گولیاں بنالے اور ایک گولی روزانہ پانی سے کھلائے کتنی ہی پرانی کھانسی ہو ختم ہو جائے گی۔

نقش دیگر جنون مرگی شقیقہ کنٹھ مالا:

یہ نقش فقیر کا بارہا کا آزمودہ ہے۔ چاہیے کہ نقش اول بے نظیر کے ساتھ اس نقش کو بھی دیں ایک کو داہنے اور دوسرے کو بائیں بازو پر باندھیں اور صبح و شام اس بازو کا دوسرے پر اور دوسرے کا پہلے بازو پر تا شفا بدلتے رہیں۔

نقش ناف:

یامیکائیل		یاجرائیل
۸	۱	۶
۳	۵	۷
۴	۹	۲
یاعزرائیل		یااسرائیل

یہ نقش ہر کام کے لئے مجرب ہے خاص کر ناف کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ چاہیے کہ لکھ کر اگر مرد ہو تو سیدھے بازو پر اور عورت ہو تو الٹے بازو پر باندھے اور اگر دردِ سر سے پریشان ہو تو چاہیے کہ شروع ماہ کے پہلے اتوار کو لکھے پھر تین بار درود ۳ بار قل ھو اللہ پڑھ کر تعویذ پر دم کرے اور اگر سر میں درد ہو تو سر میں اور ناف ہٹی ہو تو بازو پر باندھے انشاء اللہ اسی وقت درد سے نجات ہو۔

نقش مرض احتلام:

بحق عمر فاروق اعظم	بحق ابا بکر صدیق
از ہیبت عثمان نیابد پیش من ہیبت علی شیر خدا	بگریز و شیطان لعین

یہ نقش نہایت مجرب و آزمودہ ہے اگر احتلام کا مرض غلط کاریوں کی وجہ سے ہو تو عمل یٰسین شریف ہر فعل بد کو چھڑانے کے لئے اکسیر ہے اور پیٹ کی خرابی سے ہو تو نقش ہذا کے ساتھ یہ نقش اکسیر شکم ہے۔

۸۷۶ ـــــــ × ـــــــ ع ع ع ع ع ع ع ع ع ھ دم م

نوٹ:...... اگر اپنے لئے لکھنا ہو تو پیش من لکھے اور اگر دوسرے کو دینا ہو تو پیش فلاں بن فلاں یعنی مریض اور اس کی ماں کا نام ہے۔ (شمع شبستان)

ہارٹ فیل:

یہ مرض آجکل عام ہو گیا ہے ہر ملک میں امیر و غریب مبتلا ہے اس کے متعلق تفصیل کی ضرورت نہیں سب کو معلوم ہے کہ دل کو معمولی سی ٹھیس پہنچنے پر انسان موت کا شکار ہو جاتا ہے

۔لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شق صدر کے موقعہ پر قلب اطہر کی کیفیت کیا ہوئی اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کے ساتھ (اپنی شان کے لائق) کھیل رہے تھے۔ جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے حضور علیہ السلام کو زمین پر لٹا کر سینہ اقدس چاک کیا۔ قلب مبارک کو باہر نکال کر اس سے منجمد خون نکالا۔ اور زمزم کے پانی سے دھو کر سینہ اقدس میں رکھ کر سینہ مبارک بند کر دیا۔ وہ بچے (جن کے ساتھ حضور علیہ السلام کھیل رہے تھے) بھاگے ہوئے حضور علیہ السلام کی رضاعی ماں (حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے ان محمد اقد قتل (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) قتل کر دیئے گئے)......الحدیث (صحیح مسلم جلد اول ص ۹۲)

انتباہ:

دیکھیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب اطہر شق بھی ہوا اور اسے باہر نکال بھی دیا گیا پھر اسے دھو کر دوبارہ سینہ مبارک میں رکھ دیا گیا باوجود اسکے آپ کو کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ آپ یہ تمام حالات آنکھوں سے دیکھ کر بتا بھی رہے ہیں۔ مزید تفصیل فقیر کی تصنیف معراج مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں ملاحظہ ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ پر عوارض بشریہ لاحق بھی ہوں تب بھی آپ کی نورانیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیند مبارک بھی محض تعلیم بشریت کے لئے تھی ورنہ نور کی نیند کیسی لیکن آپ نے بشر کے لباس میں رونق افروز ہو کر اسی طرح نیند کو شرف بخشا جیسے بشر (انسان) کو نیند آتی ہے۔ لیکن اس نیند کو لفظاً نیند تو کہتے ہیں مگر حقیقۃً وہ نیند تعلیمی تھی اور بس نیند نیند ہر انسان کو لازم ہے اس کے بغیر زندگی دوبھر ہو جاتی ہے لیکن ہماری نیند اور

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیند ایک جیسی نہیں ہماری نیند یہ ہے

هو غشية ثقلية تهجم على القلب فتقطع عنه المعرفة بالاشياء

وہ ایک بھاری غنودگی ہے جو دل پر طاری ہو جاتی ہے اشیاء کے پہچاننے کی قوت (حس) سلب ہو جاتی ہے۔

حضور علیہ السلام کی نیند:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حدیث شریف میں ہے حضرت عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

نام حتى نفخ و كان اذا نام نفخ فاتاه بلال فاذنه بالصلوٰة قام و صلى ولم يتوضأ۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرماتے یہاں تک کہ خراٹے سنے جاتے اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دیتے تو آپ وضو کئے بغیر نماز پڑھا دیتے

ہماری اور حضور علیہ السلام کی نیند کا فرق:

تھوڑے یا بڑے غور وفکر کے بعد سمجھئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساری رات نیند فرمائیں خراٹے سنے جائیں غرضیکہ گہری نیند سوئیں تب بھی آپ کا وضو نہ ٹوٹے گا ویسے تعلیم امت کے لئے کرلیں اور کرتے بھی ہم صرف ایک منٹ سہارا کر کے اونگھ جائیں وضو ٹوٹ جائے گا اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ نیند سے انسان کے مفاصل جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں جس سے ہوا کا اخراج آسان ہو جاتا ہے اور یہ ہر انسان کو لازم ہے خواہ وہ ہزار بار اپنے مفاصل کے لئے گارنٹی دے تب بھی شریعت مطہرہ اس کے لئے ماننے کو تیار نہیں اور خود انسان بھی اپنی مشینری کے پرزوں کی ضمانت نہیں دے سکتا لیکن افسوس تو اس بدبخت کا ہے

کہ رات کو پیٹ کی ٹینکی فل کر کے سوتے ہی آگے پیچھے کی مشین چالو کر دیتا ہے یہاں تک سردی کا موسم ہو اور گھر کے دروازے کھڑکیاں بند ہوں اور رضائی جسم پر چسپاں ہو پھر صاحب بہادر اچانک بیدار کر کے ناک کی جلی سے پوچھیں تو معلوم ہو کہ یہ بشر رینگتا ہے خاک پر اور عرش پر ہے ان کی گزر پھر بھی کہتا ہے میں بھی بشر وہ بھی بشر۔

نیند کی رال:

ہر انسان سے سوتے ہی منہ سے رال نکلتی ہے اور وہ نہ صرف بدبودار بلکہ اس میں زہریلا مادہ بھی ہے اسی لئے اطباء کہتے ہیں بیداری کے بعد کلی کیے بغیر نہ کچھ کھاؤ اور نہ کچھ پیو۔ لیکن محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اللہ اللہ

فائدہ:...... بشر کی یہ رال بیماری کے علاوہ بدبودار ہے لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رال مبارک شفاء بھی ہے اور خوشبودار بھی اسی سے ہم کہتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عوارض بشریہ حق ہیں لیکن انہیں اپنے اوپر قیاس نہ کیا جائے کہ وہ بھی بشر اور ہم بھی بشر ہاں آپ کی بشریت حق ہے لیکن نوری بشر۔

السھو والنسیان فی النبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مخالفین حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا مجبور و عاجز بشر ثابت کرنے کے لئے حدیث سہو و نسیان پیش کرتے ہیں چنانچہ آپ کی تقریروں و تحریروں کے نمونے ملاحظہ ہوں:

ایک وہابی نے حضور علیہ السلام کی بشریت کی احادیث جمع کی ہیں ان میں لکھتا ہے

پینتالیسویں حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ نماز پڑھائی تو نماز میں ایک رکعت کم پڑھائی یا ایک رکعت زائد (راوی کو شک ہے) جب آپ نے سلام پھیرا تو کسی نمازی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا نماز کے بارے میں کوئی نیا حکم نازل ہوا ہے تو آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے۔ نمازیوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ نے اتنی رکعت نماز ادا فرمائی ہے اس پر آپ نے ارشاد فرمایا

لوحدث فی الصلوٰۃ شیء انباتکم به ولکن انما انا بشر انسی کما تنسون فاذانسیت فذکرونی (الحدیث)

(صحیح مسلم ج ا ص ۲۱۲)

﴿ترجمہ﴾..... اگر نماز میں نیا حکم نازل ہوا ہوتا تو تم کو بتا دیتا لیکن میں بھی تو بشر ہی ہوں اور جس طرح تم بھول جاتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں اس لئے اگر میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

حدیث شریف کے جوابات تو آگے مفصل بیان ہوں گے (انشاء اللہ)

یہاں صرف کما تنسون (جیسے تم بھولتے ہو) کو یاد رکھنا۔ مخالفین لفظ بشر اور انسی کے الفاظ سے بغلیں بجا رہے ہیں اور ایسے خوش ہیں کہ گویا انہوں نے میدان مار لیا حالانکہ یہ دونوں جملے ہمارے موقف کے زبردست مؤید ہیں دوسری حدیث ملاحظہ ہو۔

چھیالیسویں حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔

صلی لنا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم صلوٰة العصر فسلم فی رکعتین فقام ذوالیدین فقال قصرت الصلوٰة یا رسول الله ام نسیت فقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کل ذالك لم یکن فقال قد

کان بعض ذالک یا رسول اللہ فاقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علے الناس فقال اصدق ذوالیدین فقالوا نعم یا رسول اللہ۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۱۳)

﴿ترجمہ﴾..... حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہمیں نماز عصر پڑھائی اور دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ تو ذوالیدین نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! نماز آدھی ہوگئی ہے۔ یا آپ بھول گئے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ دونوں باتیں نہیں ہوئیں۔ تو اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! دونوں میں سے ایک بات ضرور ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ نے دوسرے نمازیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا ذوالیدین ٹھیک کہتا ہے۔ تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ٹھیک کہتا ہے۔

فائدہ:..... ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں بھول گئے۔ اور اصل تعداد رکعات کی بجائے آپ نے کم وبیش رکعات ادا فرمائیں تو اس میں بھی آپ سے بھول ثابت ہوگئی۔ یہ غیر مقلدین کے ایک مصنف کا کارنامہ ہے۔

جوابات اویسی غفرلہ ملاحظہ ہوں

تمہید

غیر مقلدین یا دوسرے بدمذاہب ان سب کی عادت ہے کہ آیت اور حدیث وہی نقل کریں گے جو صرف اور صرف ان کے مطلب کی ہوگی اسی مضمون کی دوسری روایات چھوڑ دیں گے اگر وہ نقل کریں تو گمراہ کرنے کا موقعہ نہ ملے اور ان کا مقصد صرف اور صرف گمراہ کرنا ہے عوام بیچارے قرآن وحدیث کا نام سن کر چکر میں آجاتے ہیں منجملہ ان کے یہ دو حدیثیں دیکھ لیں ان میں واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ کیا آپ ہمارے جیسے ہیں؟ جیسے ہم عوارض کا شکار اور مجبور و عاجز ہیں (معاذ اللہ) آپ بھی۔ فقیر اس موضوع کی احادیث صحیحہ تفصیل سے عرض کر کے جوابات تحریر کرے گا۔ انشاء اللہ

تفصیل النسیان فی النبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

فقیر کا قاعدہ نہ بھولئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشریت میں لوازم بشریت کے ہم قائل ہیں لیکن وہ لوازم صرف لفظاً ہیں حقیقتہً وہ صرف اور صرف تعلیم البشریت کی حیثیت سے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سہو ونسیان ان اقوال میں جو احکام وتبلیغ سے متعلق ہیں بالاتفاق جائز نہیں ہے۔ لیکن افعال میں خواہ نماز میں ہو یا غیر نماز میں اختلاف ہے۔ اہل حق کے نزدیک مختار جواز ہے۔ لیکن در حقیقت یہ سہو ونسیان حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ سے متعلق ہے۔ اس کی وجہ سے امت کو گوناگوں تشریع احکام اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور محض تشریع ہی اس کی حکمت نہیں ہے اس لئے اس کے بغیر بھی تشریع احکام ممکن ہے مثلاً فرمادیتے کہ جو سہو کرے اس پر سجدہ سہو لازم ہے لیکن یہ نکتہ اقتداء کی سعادت حاصل ہونے کے ساتھ حاصل ہوتا ہے چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بھلا دیا گیا تاکہ بھلائی میں سنت بناؤں اور اس کی جزاء ثواب شروع ہو جائے۔

(مدارج ص ۶۳۶ ج ۱)

عام انسان کے سہو ونسیان اور نبوت کے سہو ونسیان میں فرق:

عام بشر شب و روز درجنوں بار سہو ونسیان کا شکار ہوتا ہے اور اسے علم تک نہیں ہوتا لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ پانچ مقامات ایسے ہیں جہاں تمام عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نماز میں سہو سے متصف فرمایا گیا اس کے سواء کہیں ثابت نہیں۔

(مدارج ص ۶۳۶ ج ۲)

﴿۱﴾......ظہر کی نماز میں تشہد میں بیٹھے اور کھڑے ہوئے جب نماز پوری کر لی تو دو سجدے کئے اور سلام پھیرا۔

﴿۲﴾......ظہر کی نماز میں دوسری رکعت کے بعد قومہ فرمایا اور سلام پھیرا اور بات کی پھر یاد آیا تو نماز پوری کی اور سلام پھیر کر دو سجدے کئے اس کے بعد سلام پھیرا۔ اس حدیث میں سلام کے بعد سجدہ سہو ہے اس روایت کو حدیث ذوالیدین کہتے ہیں۔ یہی حدیث ہمارے موقف کی مؤید ہے۔ اسے تفصیل سے آگے چل کر عرض کروں گا۔ (انشاءاللہ)

﴿۳﴾......ایک روز حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نماز پڑھی اور باہر تشریف لے آئے ایک رکعت باقی رہ گئی جب مسجد سے باہر تشریف لے آئے تو طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے آگئے اور عرض کی یارسول اللہ ایک رکعت آپ نے فراموش کر دی ہے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ اس حدیث میں سجدہ سہو سکوت عنہ ہے۔

﴿۴﴾......نماز ظہر ادا کی اور ایک رکعت زیادہ کر دی صحابہ نے عرض کی کہ ایک رکعت زیادہ ہو گئی ہے فرمایا کیسے عرض کی پانچ رکعات ہیں اس وقت دو سجدے سہو کئے اور سلام پھیرا اسی روایت کو مخالفین لیتے کہ اس میں ہے:

انما انا بشر مثلکم انسی کما تنسون

اس کا جواب آئے گا۔ انشاءاللہ

﴿۵﴾......نماز عصر کی تین رکعات پڑھیں اور کاشانہ اقدس میں تشریف لے گئے صحابہ نے بعد کو بتایا تو مسجد میں تشریف لے آئے اور ایک رکعت ادا کر کے سلام پھیرا اور سلام کے بعد دو سجدے کئے پھر دوبارہ سلام پھیرا۔ یہی وہ پانچ مقامات ہیں جہاں سہو فرمایا اور انہیں مقامات پر مجتہدین نے مسائل فقہ کا استنباط کیا ہے۔

(مدراج ص ۶۲۸ ج ۲)

حدیث ذوالیدین رضی اللہ عنہ:

ابا هريرة يقول صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم احدىٰ صلوتي العشى ما الظهر واما العصر قال فسلم في ركعتين ثم اتى جزعا في قبلة المسجد فا ستند اليها مغضبا وفي القوم ابو بكر وعمر فها با ان يتكلما وخرج سرعان الناس قصرت الصلوٰة بعنه يقولون قصرت الصلوة فقام ذواليدين فقال يارسول الله قصر ت الصلوة ام نسيت فنظر النبي صلى الله عليه وسلم يمينا وشمالا فقال مايقول ذواليدين قالوا صدق لم تصل الاركعتين فصلى ركعتين وسلم ثم كبر ثم سجد ثم كبر فرفع ثم كبر وسجد وثم كبر ورفع قال واخبرت عن عمران بن حصين انه قال وسلم

(رواہ مسلم ص ۲۳۳)

التعلیق المغنی غیر مقلد نے لکھا لہذا الحدیث طرق کثیرۃ:

﴿ترجمہ﴾۔۔۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو دو رکعت پڑھا دیں سلام پھیر کر آپ ایک لکڑی پر کھڑے ہو گئے جو مسجد کے اگلے حصہ پر تھی آپ نے دونوں ہاتھ اس پر رکھ دیئے ایک ہاتھ دوسرے کے اوپر کر کے آپ کے چہرۂ اقدس میں ناراضگی کے آثار تھے پھر تمام لوگ جلدی سے نکل کر کہتے تھے۔ نماز کم ہو گئی نماز کم ہو گئی ان میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ان پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہیبت تھی جس کی وجہ سے کوئی گفتگو نہ کر سکے ایک مرد کھڑا ہو گیا جس کا نام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالیدین رکھا ہوا تھا۔ عرض کی یارسول اللہ آپ بھول

گئے یا نماز کم ہوگئی۔ آپ نے فرمایا نہ میں بھولا ہوں نہ نماز کم ہوئی۔ عرض کی آپ بھول گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا ذوالیدین صحیح کہتا ہے۔ سب نے اشارہ کیا کہ ہاں اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی جگہ پر واپس لوٹے دو رکعت بقایا پڑھائی پھر سلام پھیر کر تکبیر کہی اور پہلے سجدہ کی طرح سجدہ کیا اس سے بڑا۔

شرح :

اس حدیث کی مفصل شرح فقیر کی تصنیف انوار المغنی فی شرح الدار قطنی میں ہے بقدر ضرورت موضوع بحث مطابق عرض ہے کہ:

﴿۱﴾...... حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور زندگی شریعت ساز تھا اسی لئے آپ نے اس سہو کی نماز سے مسائل واحکام شرعیہ کی تعلیم فرمائی ظاہر ہے کہ جب تک آپ بھولنے والا طریقہ اختیار نہ فرماتے تو احکام ومسائل کا اظہار کیسے ہوتا فقیر پہلے متعدد حوالہ جات سے ثابت کر چکا ہے کہ آپ نے صورۃ نسیان عمداً اختیار فرمائی تا کہ امت کو تعلیم نصیب ہو۔ چنانچہ اس کے قرآئن آتے ہیں۔

﴿۲﴾...... حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم امت کے وقت کامل طور بشریت کو عمل میں لاتے لیکن حقیقت محمدیہ کے اطوار بھی ظاہر فرما دیتے ہیں جیسے یہاں ہوا کہ نماز کے مفسدات کا ارتکاب بھی کیا لیکن نماز بحال بھی رکھی۔

﴿۳﴾...... حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھوٹ کا صدور ممتنع ہے۔ نہ عمداً نہ خطأ نہ سہواً نہ صراحۃً نہ کنایۃً نہ اشارۃً اور حدیث شریف میں ظاہر ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ ذوالیدین کے سوال پر آپ نے فرمایا میں بھولا نہیں اور نہ نماز کم ہوئی حالانکہ آپ بھول گئے ہیں۔ صحابہ کرام نے بھی تصدیق کی ہے اگر کہا جائے کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں اگرچہ سہواً تو بھی مجرم ہوتے ہیں اگر کہیں کہ سچ ہے تو

واقعی سچ ہے کہ آپ بھولے نہیں بھول کر دکھایا ہے کہ بھولنے والے یوں ہوتے ہیں اوران کے لئے احکام کا اجراء یوں ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ تو یہ نسیان لفظاً ہوا یہی ہم کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر شے لفظاً ہماری بشریت جیسی ہے اور اس شے کی حقیقت نور ہے۔ جیسے ہی نسیان ہمارے لئے بیماری کم عقلی اور شیطانی اثرات کا نتیجہ اور حضور علیہ السلام کا نسیان صرف لفظاً تعلیم کے لئے۔

﴿۴﴾......آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبلہ رخ سے ہٹ کر چلے گئے اور پھر گفتگو اور سوال و جواب بھی کیا اس پر نماز کے درمیان غیر افعال الصلوٰۃ عمل میں آئے تب بھی آپ کی نماز بلکہ آپ کے صدقے تمام صحابہ مفسدات صلوٰۃ کے ارتکاب کے باوجود کسی کی نماز میں خلل نہ آیا بلکہ حق یہ ہے آج انہیں ایسی نماز نصیب ہوئی نہ کسی کو نصیب ہوئی نہ ہوگی۔

سوال:......اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علم تھا تو پھر صحابہ سے ذوالیدین کی تصدیق کیوں کرائی۔

جواب:......دلائل سے ثابت ہے کہ سوال لاعلمی کی دلیل نہیں اس میں حکمتیں ہوتی ہیں تفصیل فقیر کی تصنیف لاعلمی میں علم پڑھئے اگر یہ قاعدہ مان لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کو بھی (معاذ اللہ) لاعلم کہنا ہوگا کہ اس نے بھی بارہا سوال کئے قرآن واحادیث میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

جواب: نمبر 2:......یہاں سوال میں حکمت مدنظر تھی یعنی شریعت سازی اس لئے کہ امام کی بھول پر مقتدیوں کے دو گروہ ہو جائیں تو جمہور کے قول پر عمل لازم ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بسا اوقات ایسے فرمایا کرتے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ کسی کی رائے کے محتاج ہیں نہ کسی سے سوال کے مثلاً صلح حدیبیہ میں اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے تھی

کہ احرام نہ چھوڑے جائے بلکہ کعبہ شریف پہنچ کر عمرہ کیا جائے باوجود اس کے آپ نے صلح نامہ بھی لکھ دیا اور واپس مدینہ جانے کی ٹھان لی آپ نے فرمایا احرام کھول دو اور قربانی کا تین بار حکم دیا لیکن سب لوگ بیٹھے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود یہ کام کیے تو پھر سب نے یہ کام کیا۔ بہرحال آپ کا سوال لاعلمی سے نہ تھا۔ اسی شرعی مسئلہ کے اجراء کے لئے تھا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ آپ کا بھولنا (نماز و غیر نماز) میں محض تعلیم امت کے لئے ہوتا نہ اس طرح جیسے ہم بھولتے ہیں کہ ہمارا بھولنا عقل کی کمی۔ ضعف دماغی اور شیطانی و شرارت سے ہوتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسے تصورات کفر اور گمراہی و ضلالت کے سواء کچھ نہیں بعض حوالے گزر چکے اتماماً للحجہ آخر میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو حضرت ملا علی القاری رحمہ اللہ الباری نے لکھا:

(نعم) لیس نسیانه کنسیان غیره من کل وجه بلیٰ النسیان والسهو، ای نسیانه و سهوه رهنا، ای فی هذا لمحل بخصوصة فی حقه علیه السلام سبب افادة علم، لامته وتقریر شرع لملته

(شرح شفاء ج ۳ ص ۳۱۰ علی نسیم الریاض)

ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسیان ہر حیثیت سے دوسروں کے نسیان کی طرح نہیں بلکہ اس مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسیان آپ کے حق میں سبب ہے آپ کی امت کے افادہ اور آپ کی ملت بیضاء کے احکام کی تقریر و تحقیق کا۔

سوال و جواب حدیث ذوالیدین رضی اللہ عنہ:

سوال:.......شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میر (روایت) اخبار صحیح کے برخلاف واقع ہے حالانکہ اخبار و اقوال میں عدم جواز سہو پر سب متفق ہیں دوسرا سوال یہ کہ نماز کے دوران بات کرنا و دیگر افعال بجالانا نماز کے منافی ہے اور حدیث میں ہے کہ نماز پوری کی از سر نو تو نہیں پڑھی۔

جواب:۔......از...... سوال:۔ اول:

یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے اعتقاد میں ایسا ہی ہے نہ کہ نفس الامر اور یہ خبر بلا شبہ صادق ہے یا یہ عدم شعور (عدم التفات) سے کنایہ ہے گویا آپ نے فرمایا میں شعور نہیں رکھتا (متوجہ نہیں) اگرچہ جواب مفصل اوپر مذکور ہے لیکن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب لکھتا ہوں جواب کا مفہوم یہ ہے کہ نظر بر ظاہر سہو معلوم ہو رہا ہے حالانکہ حقیقت اور نفس الامر میں یہ سہو نہیں ہے بلکہ حکمت رب سے متعلق ہے اس نے مجھ سے ایسا کرایا تا کہ سجدہ سہو کہ مشروعیت معلوم ہو جائے یہی میرا اعتقاد ہے بلاشبہ یہ خبر دینا سچی بات ہے یا یہ صورت ہے کہ یہ میرے اپنے شعور و قصد سے متعلق نہیں ہے بلکہ رب تعالیٰ نے مجھے بھلایا ہے تا کہ میرے عمل کی بدولت تمہیں سہو کی صورت میں میری اتباع و اقتداء کا اجر و ثواب ملے۔ دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ بطریق سہو بات کرنا اور منافی نماز عمل کرنا مفسد نماز نہیں لیکن احناف کے نزدیک یہ جواب نا قابل قبول ہے یا یہ تو سہو نسخ الکلام فی الصلوٰۃ سے قبل کا ہو لیکن ایسا قرینہ کوئی نہیں تو پھر حق بات وہی ہے جو فقیر اس سے قبل لکھ چکا ہے کہ جو کچھ کیا امت کی تعلیم کے لئے کیا۔

میں بھولتا ہوں جیسے تم:

یہ جملہ تب سمجھ آئے گا جب سالم حدیث سامنے ہو بخاری شریف میں ہے:

عن عبدالله صلى النبى صلى الله عليه وآله وسلم قال ابراهيم لا ادرى زاد او نقص فلما سلم قيل له يا رسول الله احدث فى الصلوٰة شئى قال وما ذاك قالو ا ميت كذ او كذا فثنىٰ رجليه واستقبل القبلة و سجد مسجدتين ثم سلم فلما اقبل علينا بوجهه قال انه لو حدث فى الصلوٰة شئى لنبا تكم به ولكن انما انا بشر مثلكم انسى كما تنسون فاذا

نسیت فذکرونی واذا شک احدکم فی صلوٰته فلیتحرا الصواب فلیتم علیه ثم یُسلم ثم یسجد سجد تین۔

﴿ترجمہ﴾...... حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی تو ابراہیم نے کہا نہیں معلوم حضور نے ظہر کی نماز کی چار رکعتیں پڑھیں یا پانچ جب آپ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے کہا یارسول اللہ! کیا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آیا ہے۔ فرمایا کیا ہوا صحابہ نے عرض کی آپ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھائی ہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پاؤں پھیرے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دو سجدہ سہو کئے اور سلام پھیر کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آتا تو تمہیں خبردار کرتا لیکن میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو جب میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو اور جب کوئی تم میں اپنی نماز میں شک کرے تو ٹھیک بات سوچ لے پھر اسی کے مطابق اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے اور دو سجدہ سہو کرے۔

تبصرہ اویسی غفرلہ:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکثر امور میں امت پر شفقت اور ان کی سہولت پر نظر رہتی ہے اسی لئے ان کی تسہیل کے لئے اسباب بناتے لیکن اس صورت میں بشر من حیث البشر کے عوارض کلیہ ظاہر فرماتے تا کہ بشر اپنی تکمیل میں معراج پائے اسی لئے فرمایا میں تمہارے جیسا بشر ہوں میں بھی بھول جاتا ہوں اور یہ تحقیق فقیر نے پہلے عرض کی ہے کہ آپ مثلی بشر ہیں آپ کی عارضی بشریت آپ کی نورانیت کے منافی نہیں اسی لئے اپنے نسیان کو عام بشر کے نسیان سے تشبیہ دی ہے اور سب کو معلوم ہے کہ مشبہ مشبہ بہ من کل الوجوہ ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہوتے بلکہ من وجہ تشبیہ ہوتی ہے جیسے زید کالاسد (زید شیر جیسا ہے) اس میں من وجہ تشبیہ ہے۔

یونہی عام بشر اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسیان میں من وجہ تشبیہ ہے وہ ہے توجہ نہ ہونا اور یہ بھی اہل علم کو معلوم ہے کہ مشبہ ومشبہ بہ میں تغایر ہوتا ہے اور یہاں دونوں نسیانوں میں تغایر ضروری ہے۔

نسیان نبی ونسیان بشر میں فرق:

دونوں نسیانوں میں فرق نہ کیا جائے تو کفر لازم آتا ہے اس لئے کہ:

نسیان لغت میں حفظ وذکر کی ضد ہے اور عرف میں کسی بات سے دل کے غافل ہوجانے کو نسیان کہتے ہیں اور نسیان ترک کے معنے میں بھی آتا ہے اسی میں نسوا اللہ فنسیھم (۲) اور ولا تنسوا الفضل بینکم میں

نسیان طبی نقطہ نگاہ سے نہایت ہی قبیح صفت کا نام ہے۔ طب اکبر ص ۲۰۸ مطبوع نولکشور میں ہے: نسیان وزن عبارست از وقوع فساد در ذکر یا فکر یا تخیل وقوع فساد ذکر وفکر وتخیل ہیں۔ یہ معنی عام بشر میں تو ہوسکتا ہے لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایسا تصور کرنا بھی کفر ہے کیونکہ آپ ہر قسم کی فساد سے معصوم ومصون ہیں ہاں وہی عدم التفات مراد ہے

جملہ مسالک کے علماء کا اتفاق ہے کہ:

امور تبلیغیہ میں انبیاء کرام سے سہو ونسیان اور خطا محال ہے یعنی امور دینیہ

احکام تبلیغیہ، مسائل شرعیہ و خبار معاد (جن کا سرچشمہ وحی جلی ہو یا خفی) اس میں انہیں نہ شک وشبہ ہوسکتا ہے نہ سہو ونسیان اور نہ خطا وہ اپنے فرض نبوت کو نہایت یقین واطمینان، سکون ووقار کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور دین سے متعلق ہر بات کو اس کی صحیح حیثیت اور پوزیشن کے ساتھ پیش فرماتے ہیں۔ وہ خوشی اور ناراضگی حتیٰ کہ مزاح کی حالت میں بھی اپنے قول وعمل سے دین کی جس بات کا اظہار فرماتے ہیں اس میں بھی سہو ونسیان اور خطا

واقع نہیں ہوسکتی اور یہ بالکل ایک بدیہی بات اور کتاب وسنت کی نصوص صریحہ سے ثابت ہے اور امت کا اس پر اجماع بھی ہے۔

علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے فرمایا

اما السهو فی الاقوال البلاغية فاجمعوا علیٰ منعه

(عینی ج ۲ ص ۳۶۲)

امور تبلیغیہ میں انبیاء سے سہو ونسیان نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے

البتہ بعض اوقات ان کے ایسے افعال میں جو امور بلاغیہ سے نہ ہوں حکمت الٰہیہ کے پورے ہونے کی وجہ سے ہوسکتا ہے مگر وہ بھی شاذ ونادر ہوتا ہے اور عارضی ہوتا ہے پھر زائل ہوجاتا ہے شیطان کے عمل کو اس میں دخل نہیں اور اس عارضی سہو سے بھی متعدد مسائل شرعیہ امت کو معلوم ہوجاتے ہیں چنانچہ ابن قیم لکھتے ہیں

وفائدة جواز السهو فی مثل ذالك بيان الحكم الشرعی اذا وقع مثله لغيره

(نیل الاوطار ج ۳ ص ۱۰۹)

اور ایسے امور میں نبی سے جواز فائدہ حکم شرعی کا ظاہر ہونا ہے جبکہ اس میں غیر نبی سے سہو واقع ہو۔

اس سے واضح ہوا کہ انبیاء کرام کے افعال میں جو سہو واقع ہوتا ہے مثلاً نماز میں یا روزہ میں تو اس کی اصل حکمت ہے کہ امت کو اگر سہو ہو تو وہ اس کے متعلق حکم شرعی جان لے چنانچہ...... حضور علیہ السلام کو نماز میں سہو ہوا۔ آپ ایک جگہ پانچ رکعت پڑھیں تو متعدد مسائل معلوم ہوگئے۔

خوب یاد رکھئے کہ انبیاء کرام کے افعال میں جو سہو واقع ہوتا ہے اس میں شیطان کا دخل قطعاً نہیں ہوتا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ متوجہ الی الحق ہوتے ہیں تو توجہ ادھر سے ہٹ جاتی ہے۔

حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وگویند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہرگز در شک نیفتاد از جہت بودن آں از تلبیس شیطان اما در سہو ونسیان افتادہ بغلبہ استغراق و توجہ بعالم دیگر و حکم شک نیز حکم است نیز حکم سہو است

(اشعۃ اللمعات ج ا ص ۶۷۲)

اور علماء فرماتے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تلبیس شیطان کی وجہ سے شک میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ ہاں آپ کے افعال میں جو سہو واقع ہوتا ہے۔ وہ بسبب غلبہ استغراق اور دوسرے عالم کی طرف توجہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور شک کا حکم بھی سہو کے حکم کی طرح ہے۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام عام آدمیوں کے سہو ونسیان کی طرح نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ عام لوگ عموماً شیطان کے شک وشبہ ڈالنے اور وسوسہ سے سہو ونسیان میں مبتلا ہوتے ہیں مگر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس پر شیطان کا تسلط ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ آپ کے قلب اطہر میں وسوسہ ڈال سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعض افعال میں جو سہو واقع ہوا...... اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ مراقبہ حق کی وجہ سے آپ کی توجہ ادھر نہ قائم رہ سکی اور بس......!

انبیاء کے افکار واعمال شیطانی عمل دخل سے پاک ومنزہ ہوتے ہیں:

اور حضور علیہ السلام نے حدیث زیر بحث میں جو نسیان کی نسبت اپنی ذات کی طرف فرمائی ہے تو اس کا مطلب بھی یہ ہے جو اوپر مذکور ہوا...... اور منکرین شان نبوت کا اسی حدیث کے مذکورہ بالا جملہ سے یہ استدلال کرنا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کو بھی بالکل اسی طرح اور اسی نوعیت کا سہو ونسیان ہوتا ہے جیسے عام لوگوں کو ہوتا ہے باطل محض ہے اور اپنے خبث باطنی کا اظہار ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ عام انسانوں کے سہو ونسیان میں شیطان کا دخل ہوتا ہے۔ عام انسان بالکل یقینی ضروری امور میں بھی شک وشبہ وسہو ونسیان میں مبتلا ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ خد

اکے وجود تک میں شک کرنے لگتے ہیں۔مگر انبیاء بالخصوص حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس پر شیطان کو کسی قسم کا تسلط حاصل نہیں ہے وہ امور بلاغیہ میں شک و شبہ تو در کنار سہو ونسیان میں بھی مبتلاء نہیں ہو سکتے۔البتہ ان کے افعال میں سہو واقع ہو سکتا ہے مگر وہ بھی شاذ و نادر۔۔۔اسکی وجہ ذات خداوندی کے مشاہدہ میں استغراق ہے۔

حضرت علامہ قاضی عیاض علیہ الرحمۃ نے شفاء میں اس مسئلہ پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس سلسلہ میں کئی سوالات کیے ہیں ان کے مکمل جواب بھی دیئے ہیں دیکھو شرح شفاء ملا علی قاری ج ۲ ص ۲۱۳ چنانچہ فرماتے ہیں:

واعلم ان الامة مجمعة على عصمة النبى صلى الله عليه وآلهٖ وسلم من الشيطان وكفايته منه ولا فى جسمه بانواع الاذى ولا علىٰ خاطره بالوساوس.

﴿ترجمہ﴾......جان لو کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شیطان کی دست برد سے بالکل محفوظ ہیں۔اور نہ ہی وہ جسم اقدس کو کسی قسم کا ضرر پہنچا سکتا ہے اور نہ دل میں وسوسہ ڈال سکتا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

ان عبادى ليس لك عليهم من سلطان .

﴿ترجمہ﴾......میرے بندوں پر تجھے کوئی تسلط ہے

اور حدیث میں فرمایا کہ میرا قرین جو شیاطین سے تھا۔فاسلم (بخاری ومسلم) وہ میرا تابع فرمان ہو گیا علاوہ شیطان نے جس موقع پر بھی دخل اندازی کی کوشش کی کامیاب نہ ہوا۔اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں۔

﴿۱﴾...... حضور علیہ السلام نے فرمایا بحالت نماز شیطان وسوسہ ڈالنے کے لئے آیا تو

میرے رب نے طاقت عطا فرمائی فذعتہ تو میں نے اس کا گلا خوب زور سے دبایا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کو مسجد کے ستون سے باندھ دوں

حتیٰ تصبحوا و تنظرون

حتیٰ کہ صبح کو تم اسے بندھا ہوا دیکھتے

میرے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا (وھب لی ملکاً (الایۃ) یاد آ گئی۔ اس لئے میں نے ایسا نہ کیا۔ بخاری

﴿۲﴾......روایت ابی الدنیا کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

خرابی ڈالنے کے قصد سے شیطان آیا۔ تو میں نے اس کو حلق سے پکڑ لیا اور اس زور سے پکڑا کہ اس وقت تک نہیں چھوڑا۔

حتی وجدت برد لسانہ علی یدی

(شفا ملا علی قاری ج ۲ ص ۳۵)

جب تک کہ اس کی زبان کی ٹھنڈک میرے ہاتھ نے محسوس نہ کی۔

﴿۳﴾......حدیث ابی الدرداء میں ہے کہ شیطان بحالت نماز آگ کے چنگارے میرے دہن میں ڈالنے کے قصد سے آیا۔ تو میرا ارادہ ہوا کہ اس کو جکڑ کر ڈال دوں۔

یتلاعب بہ ولدان اھل المدینۃ (ایضاً)

اور صبح کو مدینہ کے بچے اس سے کھیلیں

غرض اس نوع کے متعدد آثار ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ شیطان حضور کے لئے مسخر ہے۔ اور حضور کے اعمال و اقوال افکار و خیالات پر اس کا کوئی عمل کارگر نہیں ہوسکتا ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ انسی کما تنسون اس میں بھی مشابہت من کل الوجوہ نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمتہ نے اسی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا:

نعم لیس نسیانه کنسیان غیره من کل وجه بل حالة النسیان والسهو، ای نسیانه و سهوه رهنا، ای فی هذا المحل مخصوصه فی حقه علیه السلام سبب افادة علم، لامته و تقریر شرع لملته

(شرح شفاء ج۲ ص۳۶۹)

ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسیان ہر حیثیت سے دوسروں کے نسیان کی طرح نہیں۔ بلکہ اس مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسیان آپ کے حق میں سبب ہے۔ آپ کی امت کے افادہ اور آپ کی ملت بیضاء کے احکام کی تقریر و تحقیق کا۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کا سہو بھی عام انسانوں کے سہو کی طرح نہیں۔

فافهم و تدبر...... بلکہ ایک دوسری حدیث میں خود حضور علیہ السلام نے فرمایا:

(وبل قدروی لست (انسی) ای حقیقة (ولکن أنسی) (بصیغة المجهول) ایضاً

﴿ترجمہ﴾...... میں بھولا نہیں، یعنی حقیقت میں مجھ کو نسیان نہیں ہوا۔ بلکہ بھلایا گیا ہوں تاکہ مسئلہ معلوم ہو جائے۔

فائدہ:...... حضور علیہ السلام میں بھولنے کا تصور کسی بے وقوف کو ہوگا ورنہ آپ نے تو اپنے صحابہ کی بھول کی جڑ بھی کاٹ دی۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ایک لمبی حدیث میں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے حدیثیں سنتا ہوں ان میں کچھ بھول جاتی ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ چادر بچھاؤ جب میں اپنی بات ختم کرلوں گا تو چادر اٹھا کر سینے سے لگا لینا۔ دوسری روایت میں ہے کہ چادر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے تین چلو بھر کر ڈالے اور فرمایا کہ اسے سینے سے لگا لو۔ تو اس قدر میری قوت حافظہ کامل ہو گئی کہ مجھے اس کے بعد کوئی چیز نہیں بھولی۔

(مشکوٰۃ ص ۵۳۵)

اس سے مزید واقعات اور تحقیق فقیر کے رسالہ این النسیان فی النبی آخر الزمان اور النسیان فی الانسان میں پڑھیے۔

شرح حدیث لیلۃ التعریس

البشریہ فی الامور الشرعیہ

ویسے تو تعلیم امت کے لئے زندگی کے ہر شعبے میں عملی طور بشریت کے اطوار پر عمل کرتے جس کی وجہ سے مخالفین نے آپ کو بے بس اور لاعلم سمجھ کر بہت بڑی تہمتیں لگائیں جن کے جوابات علمائے اہلسنت نے کافی لکھے لیکن امور شرعیہ میں تو خصوصیت سے بشری رنگ غالب رکھا لیکن الحمد للہ حقیقت محمدیہ کو بھی اشارہ کنایہ کبھی صراحۃً بھی ظاہر فرمادیا۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں:

قصہ لیلۃ التعریس:

غزوۂ خیبر میں ایک اعتراض لیلۃ التعریس کے قصہ سے ہے۔ تعریس، آخر شب میں سونے کے لئے مسافر کے اترنے اور ٹھہرنے کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غزوۂ خیبر کی واپسی میں ایک رات سفر میں نیند کا غلبہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخر شب میں خواب و استراحت کے لئے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ہم سو جائیں تو ہمارے لئے رات کی نگہبانی کرنا اور جاگتے رہنا اور صبح سے ہوشیار رہنا۔ جب صبح ہو جائے تو ہمیں بیدار کر دینا تاکہ صبح کی نماز ہاتھ سے نہ جائے۔ لیکن نماز تہجد سونے سے پہلے ادا فرمالی

تھی۔ یہاں تک کہ نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ اس نے مہلت نہ دی، حدیث میں آیا ہے کہ اگر خواب یا ضعف یا بیماری مانع ہوتی تو قیام شب قضا فرمادیتے اور ان میں زوال آفتاب سے پہلے شب کی نماز کو ادا فرماتے۔ اس واقعہ میں کوئی راز ہوگا کہ اس کا نفع ضعفائے امت کو پہنچے۔ (مدارج) اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ، شب بیداری کے لئے آمادہ و تیار ہوئے اور نماز میں مشغول ہو گئے اور اتنی نمازیں پڑھیں جتنی خدا نے ان کو توفیق دی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم بھی تھے سو گئے۔ روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے تاکیداً فرمایا تھا کہ اے بلال اپنی آنکھوں کو نیند سے خبردار رکھنا یہ بار گراں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی گردن پہ پڑا جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے کجاوے سے ٹیک لگالی اور طلوع فجر کی طرف متوجہ ہوئے اور غور سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ اچانک حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بوجھل ہونے لگیں اور بے اختیار نیند آ گئی۔ حالانکہ اپنے اونٹ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی دستار کو کھول کر اس سے "احتباء" کیا پھر نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بیدار ہوئے اور نہ کوئی صحابی۔ یہاں تک کہ سورج طلوع کر آیا۔ اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے فوت ہو جانے سے اللہ تعالیٰ کے قہر و جلال اور اس کی تجلی سے ڈرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وہ حضرات بھی بیدار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال کو آواز دی اور فرمایا "اے بلال! یہ کیا ہوا تم کیوں سو گئے تھے۔ اس پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میں کیا عرض کروں مجھے بھی نیند نے آ گھیرا تھا۔ جیسے اس نے آپ کو گھیرا تھا، اس قوت بیداری کے باوجود جو آپ کو حاصل ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا"

بلال کے پاس شیطان آیا حالانکہ وہ نماز میں کھڑے تھے۔ شیطان نے بلال کے سینہ پر ہاتھ مارا اور انہیں اس طرح تھپک تھپک کر سلا دیا جس طرح بچے کو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں۔ اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو گئے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے ان کے سو جانے کی کیفیت دریافت فرمائی تو انہوں نے ویسا ہی عرض کیا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت صدیق سے فرمایا تھا۔ حضرت صدیق نے کہا اشهد انك رسول الله والحق یہ مقام تجدید ایمان اور تصدیق و شہادت رسالت کا ہے تاکہ کسی قسم کا وسوسہ شیطانی دخل انداز نہ ہو۔ اس کے بعد حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اپنے اونٹوں کو یہاں سے اٹھا کر لے چلو۔ صحابہ نے اپنے اونٹوں کو اٹھایا اور وہاں سے چل دیئے۔ اس وادی سے چلے جانے کا سبب بیان کرنے میں علماء کا اختلاف ہے کسی نے کہا کہ چونکہ اوقات ممنوعہ مکروہہ میں قضا نماز جائز نہ تھی۔ جیسا کہ مذہب حنفیہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہاں سے کوچ کرنا اس لئے تھا کہ آفتاب بلند ہو جائے اور کچھ علماء اوقات مکروہہ میں نماز کی ممانعت کو نوافل کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ شوافع کہتے ہیں کہ اس وادی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کوچ فرمانے کا سبب یہ تھا کہ وہ شیطان کی جگہ تھی۔ جیسا کہ روایت میں صراحت بھی مذکور ہے یہاں تک کہ وضو کرنے، اذان دینے اور اقامت کہنے میں آفتاب بلند ہو جاتا اور نماز ممنوعہ و مکروہہ وقت میں واقع نہ ہوتی اور وہاں سے کوچ کرنے کی حاجت نہ رہتی۔

ادائیگی نماز قضا:

دوسری جگہ پہنچنے کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وضو فرمایا اور بلال کو اذان دینے کا حکم فرمایا اور اقامت کے ساتھ انہیں صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کو اس حال میں مضطرب و

پریشان دیکھا تو ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قبض کر لیا تھا اگر وہ چاہتا تو اس کے سواء زمانہ میں بیدار کرتا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لے۔ اور احادیث میں سونے کا ذکر بھی آیا ہے۔ ایک اور روایت میں واقع ہوا ہے کہ نیند نسیان میں داخل ہے اور اس کو مستلزم رکھا ہے۔

(مدارج النبوۃ ص ۴۲۱ تا ۴۲۲ ج ۲)

سوال:۔......حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تنام عینانی ولا ینام قلبی

میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل جاگتا ہے

مطلب یہ کہ میری نیند اور میرا سونا بس اتنا ہی ہے کہ میں آنکھیں تو بند کر لیتا ہوں لیکن میرا دل آگاہ و خبردار رہتا ہے اور فرمایا کہ "میں اپنی خواب کی حالت میں بھی تمہاری باتیں سنتا ہوں"۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نیند ناقض وضو نہیں اور پہلا وضو ہی باقی رہتا ہے۔ علماء نے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے اور بعض علماء کہتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس معاملہ میں یکساں ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے خواب اور رویا وحی ہے یہ وحی دل کی بیداری کے بغیر کیسے ہو سکتی ہے۔ لہٰذا جب دل بیدار رہتا ہے تو پھر طلوع فجر کی خبر کیوں نہ ہو سکی؟

جواب:۔......

﴿۱﴾......علماء فرماتے ہیں کہ طلوع و غروب کا معلوم کرنا آنکھ کا کام ہے اور جب آنکھ بند ہو تو طلوع و غروب کا علم نہیں ہو سکتا۔ جس طرح کہ کوئی تہہ خانے میں بیدار بیٹھا ہو یا آگے پیچھے ہر طرف تہ در تہ پردے پڑے ہوں اس صورت میں طلوع و غروب کا علم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ تنہا دل کی بیداری کافی نہیں ہے۔ لیکن اب بھی

ایک شبہ باقی رہتا ہے کہ وحی یا الہام سے یہ کیوں معلوم نہ ہو سکا جس طرح ایک ماہر علم نجوم تہہ خانے میں ہی کیوں نہ بیٹھا ہو گھڑیوں کے حساب سے جان لیتا ہے کہ فجر طلوع ہو گئی ہے اس کا جواب درج ذیل ہے:

﴿۲﴾......کہ حکمت الٰہی نے یہ اقتضاء کیا کہ کشف نہ ہو اور اس بارے میں وحی نازل نہ ہوئی۔ تاکہ قضائے فوائت کی تشریع کا سبب اور شرف اتباع ادراک ہو۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر سہو و نسیان کے عارض ہونے کے سلسلہ میں کہا گیا ہے۔ بندۂ مسکین (یعنی صاحب مدارج النبوۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ یقیناً دل بیدار ہوگا اور نیند و خواب کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا ہوگا۔ لیکن ممکن ہے کہ اس وقت آپ کو مشاہدہ ربانی حاصل ہوا ہو اور مشاہدہ میں اتنے مستغرق ہوں کہ اس مشاہدہ کے ماسواء ہر صور و معانی سے آپ بے نیاز و غیر متوجہ ہوں۔ بعض وقتوں میں خصوصاً وحی وغیرہ کی کیفیت میں ایسی صورت ہو جاتی تھی۔ اس کا باعث عدم ادراک نسیان، غفلت اور نیند نہیں ہے۔ بلکہ قلب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایک عظیم حالت کا طاری ہو جانا ہے۔ جسے خدائے عزوجل کے سواء کوئی نہیں جان سکتا۔

﴿۳﴾......بعض صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ خواب اور فراموشی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ابتلاء الٰہی تھا۔ جو تدبیر کے اختیار کرنے اور معاملہ کو خدا کے سپرد نہ کرنے کے سبب ہوا کیونکہ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رات کی نگہبانی پر مقرر فرما کر تدبیر اختیار فرمائی تھی اور حق تعالیٰ کو نظر انداز کر دیا تھا۔

﴿۴﴾......صوفیہ کرام کے نزدیک یہ بڑا بنیادی قاعدہ ہے جسے وہ اسقاط تدبیر اور ترک اختیار کہتے ہیں اور یہ بات ہے بھی درست لیکن ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جناب میں ایسی بات اچھی نہیں لگتی۔ اس سے سید المرسلین صلی

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقام رفعت اور بارگاہ عزت میں اعتراض کرنے کا وہم پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ اسباب سے تمسک کرنا اور اس کی رعایت کرنا مرتبہ تحقیق وتمکین کی انتہا ہے اور یہ منافی توکل تفویض نہیں ہے وہاں تدبیر واختیار ممنوع ہے جہاں نفس کی طرف سے ہو نہ کہ اس جگہ جہاں حکم شرع ہو جیسا کہ اپنے مقام میں تحقیق کی جاچکی ہے یہاں تک کہ اس مقام میں حال کا اقتضا کرتا ہے۔

﴿۵﴾...... سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات کے حال شریف میں عقلی قیاس سے بلکہ اپنی معرفت کی دریافت سے کلام کرنا حسن ادب کے دائرے سے باہر ہے۔ اور اس کا حکم متشابہات میں حکم کرنے کی مانند ہے۔

خلاصۃ الجوابات:

یہ تمام جوابات شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے ارقام فرمائے ہیں ان میں بہترین جواب یہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تجلیات حق میں مصروف ہو گئے اعلیٰ مراتب میں استغراق پر ادنی مرتبہ کی طرف توجہ نہ رہی۔ اور شاہ صاحب قدس سرہٗ کی عادت کریمہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات اقدس میں کوئی دقیق بات ہو اور وہ عوام کی سمجھ سے باہر ہو تو اسے متشابہات میں داخل فرما دیتے ہیں اسلاف میں یہی ان کی پیاری ادا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ رحمۃ اللہ علیہ کو بھا گئی جس کی وجہ سے انہیں دوسرے حضرات کی بہ نسبت زیادہ پیار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود مخالفین کے اعتراضات اپنے مقام پر باقی ہیں۔ فقیر پہلے سوالات لکھتا ہے اس کے بعد جوابات۔

سوالات:

﴿۱﴾...... علم ہوتا کہ نماز قضا ہو جائے گی تو پھر سوئے کیوں۔

﴿۲﴾......شیطان والی جگہ کا بھی علم نہ تھا ورنہ نہ سوتے۔

﴿۳﴾......سو گئے تو پھر وقت پر اٹھ کھڑے ہوتے وقت نماز قضاء شد فلہٰذا جیسے عام انسان بشر بے خبر اور مجبور محض آپ بھی یونہی (معاذ اللہ)

اپنے اس دعویٰ پر مندرج ذیل حدیث شریف پیش کرتے ہیں:

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حين قفل من غزوة خيبر سار ليلة حتى ذا ادركه الكرى عرس وقال لبلال اكلأ لنا الليل فصلى بلال ماقدرله ونام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واصحابه فلما تقارب الفجر استسند بلال الى راحلته موجه الفجر فغلبت بلالاً عيناه وهو مستند الى راحلته فلم يستيقظ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ولا بلال ولا احد من اصحابه حتى ضربتهم الشمس فكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اولهم استيقاظا ففزع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال اى بلال فقال بلال اخذ بنفسى الذى اخذ بابى انت وامى يارسول الله بنفسك قال اقتادوا فاقتادوا رواحلهم شيئا ثم توضأ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وامر بلالاً فاقام الصلوٰة فصلى بهم الصبح فلما قض الصلوٰة قال من نسى الصلوٰة فليصلها اذ اذكرها فان الله تعالىٰ قال واقم الصلوٰة لذكرى قال يونس وكان ابن شهاب يقرأها للذكرى۔

(رواہ مسلم ص ۲۵۸)

اس کا ترجمہ مذکورہ بالا بیان میں آچکا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف باب الاذان کے بعد باب کا فصل اول)

جوابات اویسی غفرلہٗ:

﴿۱﴾...... مخالفین کی عادت ہے کہ صرف اپنی غرض کی حدیث نقل کردی اور جس روایت میں اسی حدیث کا جواب ہو وہ ہضم کر جائیں گے ورنہ علم حدیث کا مسلم ضابطہ ہے کہ مجمل حدیث سے استدلال ناجائز ہے جب اس کے ساتھ مفصل حدیث موجود ہو۔ فقیر ذیل میں مذکورہ بالا حدیث مجمل کے بعد مفصل روایت نقل کرتا ہے تاکہ مخالفین کی خیانت علمی کا پردہ چاک ہو۔

عن زید بن اسلم انه قال عرس رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم لیلة بطریق مکه ووکل بلالاان یو قظهم للصلوٰة فرقد بلال ورقدوا حتیٰ استیقظوا و قد طلعت علیهم الشمس فاستقیظ القوم فقد فزعوا فامرهم رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم ان یرکبوا حتی یخرجوا من ذلك الوادی وقال ان هذاوادبه شیطان فرکبوا حتی خرجوا من ذلك الوادی ثم امرهم رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم ان ینزلو وان یتوضؤاوامر بلا لا ان ینادیٔ بالصلوٰة و یقیم فصلیٰ رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم بالناس ثم انصرف الیهم وقدرای من فزعهم فقال یا ایها الناس ان الله قبض ارواحنا ولو شاء لردها الینافی حین غیر هذا فاذرقداحدکم عن الصلوٰة اونسیها ثم فزع الیها فلیصلها کما کان یصلیها فی وقتها ثم التفت رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم الی ابی بکر فقال ان الشیطان اتی بلالا وهو قائم یصلی فاضجعه فلم یزل یهدئه کما هداء الصلّے حتی نام ثم دعا رسول الله صلی الله علیه

وآلہٖ وسلم بلا لافاخبر بلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مثل الذی اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابابکر فقال ابو بکر اشھد انك رسول اللہ النھی عن الصلوۃ بالھاجرۃ۔

(موطا امام مالک ص ۱۰۔۱۱)

انتباہ:

جیسے حدیث مجمل مشکوۃ شریف مذکورہ بالا باب میں ہے ویسے ہی حدیث مفصل اسی باب کے فصل ثالث میں ہے لیکن افسوس کہ مخالفین نے عوام کو دھوکہ میں ڈال کر فصل اول والی حدیث نقل کر کے سوالات لکھ دیئے لیکن مفصل حدیث کا نام تک نہ لیا جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم مبارک کی واضح اور روشن دلیل ہے۔

ازالہ وہم:

یہ وہم بھی نہ ہو کہ اس فصل کی روایت ضعیف ہوگی اس لئے کہ یہ حدیث موطا امام مالک سے مروی ہے اور بعض محدثین نے صحت روایات میں بخاری ومسلم سے بھی موطا کو ترجیح دی ہے اور یہ وہم بھی نہ ہو کہ یہ روایت مرسل ہے اس لئے کہ محدثین کا متفقہ ضابطہ ہے کہ ثقہ بزرگوں کی مرسل روایت قابل قبول ہے۔

خلاصہ ترجمہ:

اگرچہ اس کا ترجمہ اوپر آچکا ہے لیکن تشفی مزاج کے لئے دوبارہ عرض ہے۔ ترجمہ مدارج النبوۃ کا ہے

فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر غزوہ خیبر کی واپسی میں ایک رات سفر میں نیند کا غلبہ ہوا تو حضور نے آخر شب میں خواب واستراحت کے لئے قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ ہم سوجائیں تو ہمارے لئے رات کی نگہبانی کرنا اور

جاگتے رہنا جب صبح ہو جائے تو ہمیں بیدار کر دینا تاکہ صبح کی نماز ہاتھ سے نہ جائے لیکن نماز تہجد سونے سے پہلے ادا فرمائی تھی یہاں تک کہ نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ اس نے مہلت نہ دی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب بیداری کے لئے آمادہ ہوئے۔ اور نماز میں مشغول ہو گئے اور اتنی نمازیں پڑھیں جتنی خدا نے ان کو توفیق دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہ جن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے سو گئے روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ نے حضرت بلال سے تاکیداً فرمایا تھا کہ اے بلال اپنی آنکھوں کو نیند سے خبردار رکھنا۔ یہ بار گراں حضرت بلال کی گردن پر پڑا جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حضرت بلال نے اپنے کجاوے سے ٹیک لگالی اور طلوع فجر کی طرف متوجہ ہوئے اور غور سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے کہ اچانک حضرت بلال کی آنکھ بوجھل ہونے لگی اور بے اختیار نیند آ گئی حالانکہ اپنے اونٹ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی دستار کو کھول کر اس سے احتیباء کیا چنانچہ نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور نہ کوئی اور صحابہ یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اور حضور نے سونے اور نماز کے فوت ہو جانے سے حق تعالیٰ کے قہر و جلال سے اور اس کی تجلی سے ڈرے حضور کے بعد اور حضرات بھی بیدار ہو گئے۔ حضور نے بلال کو آواز دی اور فرمایا کہ اے بلال یہ کیا ہوا تم کیوں سو گئے تھے اور اس پر حضرت بلال نے عرض کیا کہ میں کیا عرض کروں مجھے بھی اس نے آگھیرا تھا جس نے آپ کو گھیرا تھا۔ اس قوت بیداری کے باوجود جو آپ کو حاصل ہے۔

دوسری حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا بلال کے پاس شیطان آیا حالانکہ وہ نماز میں کھڑے تھے، شیطان نے بلال کے سینہ پر ہاتھ مارا اور انہیں اس طرح تھپک کر سلا دیا جس طرح

بچے کو تھپک تھپک کر سلاتے ہیں اور بلال سو گئے اس کے بعد حضور نے حضرت بلال کو بلایا اور ان سے ان کے سو جانے کی کیفیت دریافت فرمائی تو انہوں نے ویسا ہی عرض کیا جیسا کہ حضور نے حضرت صدیق سے فرمایا تھا۔ حضرت صدیق نے کہا اشھد انک رسول اللہ والحق یہ مقام تجدید و تصدیق شہادت و رسالت کا ہے تاکہ کسی قسم کا وسوسہ شیطانی دخل انداز نہ ہو اس کے بعد حضور نے صحابہ سے فرمایا اپنے اونٹوں کو یہاں سے اٹھا کر لے چلو صحابہ نے اپنے اونٹوں کو اٹھایا اور وہاں سے چل دیئے۔

انتباہ:

اس دوسری روایت میں غور فرمایئے کہ نماز قضاء پڑھ لینے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے از خود سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ساری کہانی من وعن سنادی۔ مثلاً شیطان کا تھپکیاں دیکر حضرت بلال کو سلا دینا ایک ایسا امر ہے کہ بیدار آدمی بھی کسی کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا پھر بلال سے بھی تصدیق کرادی تاکہ سند رہے۔

جوابات کاملہ:

﴿۱﴾...... لاعلمی کی تہمت تو خیر خانہ ساز ہے کیونکہ مشکوٰۃ شریف میں دونوں روایات موجود ہیں دوسری روایت میں حضور علیہ السلام نے آرام فرمانے کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جملہ حالات دیکھے اور پھر من وعن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بتا دیئے جیسا کہ اوپر گزرا اور پھر اسی معجزہ اور خبر غیبی کی تصدیق حضرت بلال نے کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اشھد انک رسول اللہ الخ اور یہ معجزہ دیکھنے کے وقت صحابہ کرام کا معمول تھا کہ وہ اس طرح کے الفاظ پڑھ دیتے۔ اگر اسی کا نام لاعلمی ہے تو پھر علم اس دنیا میں پیدا نہیں ہوا بلکہ شرم و

حیاء کی آنکھ اور حق شناس عقل نصیب ہو تو یہاں علم غیب کا اتنا زبردست ثبوت ہے کہ معمولی سی سمجھ والا بھی انکار نہ کرے۔ وہ یہ کہ حضور علیہ السلام نے نہ صرف حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے کوائف بتائے بلکہ وہ ابلیس اور اس کی کاروائی جسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا وہ بھی حضور علیہ السلام نے بتادی۔

﴿۲﴾......نماز کے لئے نہ اٹھنا، اس لئے نہ تھا کہ آپ خواب غفلت میں تھے بلکہ اس کے وجوہ ہیں۔ مختصراً عرض ہے کہ سب کو معلوم ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی امت سے کتنا پیار تھا اسی شفقت ورافت ورحمت کے پیش نظر دیکھا کہ امت غفلت کا شکار ہو کر نمازیں قضا کردے گی اور قضائے نماز کی سزا سخت ہے ان کو اسی سزا سے بچانے کے لئے نماز قضا ہو جانے کو عملی سنت کا جامہ پہنایا تاکہ امت کی قضا نمازوں کو پناہ مل جائے کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قضا نمازوں کو قبول فرمائے گا۔ اس کے طفیل امت کی قضا نمازوں کو بھی شرف قبولیت نصیب ہوگا۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو شب تعریس کے بیدار ہونے کے بعد مضطرب اور پریشان دیکھا تو ان کی تسلی کے لئے فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ہماری ارواح کو قبض کر لیا تھا اگر وہ چاہتا تو ہمیں وقت پر بیدار فرماتا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز بھول جائے تو اسے چاہئے کہ جب یاد آئے اسی وقت پڑھ لے۔ اس سے واضح ہوا کہ اس نماز قضا سے آقائے کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر احسان عظیم فرمایا لیکن افسوس کہ بعض احسان فراموش امتی ہونے کا دعویٰ کر کے اس واقعہ سے اپنے آقا ومولیٰ کے نقص وعیب بیان کرتے ہیں۔

﴿۳﴾...... نیند تو اس وقت غفلت لاتی ہے جب انسان پر غفلت کا امکان ہو۔ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر غفلت کا الزام کسی بد بخت اور منحوس دماغ کی چھاپ ہے اور پھر یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ غفلت نسیان سے پیدا ہوتی ہے اور نسیان دماغی کمزوری سے اور ہمارے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نسیان سے کوسوں دور کیونکہ دماغ عالی انسانی کمزوریوں اور ظاہری بیماریوں سے پاک ہے۔ فقیر اویسی غفرلہٗ نے اسی موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے ''النسیان فی النبی آخر الزمان''

﴿۴﴾...... (حدیث) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو ہر وقت بیدار رہتے تھے چنانچہ حدیث شریف میں ہے تنام عینائی ولا ینام قلبی میری آنکھ سوتی ہے اور دل جاگتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میری نیند آتی ہے کہ میں آنکھیں بند کر لیتا ہوں لیکن میرا دل آگاہ اور خبردار رہتا ہے اور فرمایا کہ میں اپنی خواب کی حالت میں بھی تمہاری باتیں سنتا رہتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کے لئے نیند ناقض وضو نہیں اور پہلا وضو ہی باقی رہتا ہے۔

بتایئے کہ جس کا دل بیدار ہو اور صرف آنکھ بند ہو تو اسے کیسے بے خبر کہا جا سکتا ہے جب کہ ایک معمولی انسان بھی اپنے تخمینے اور اندازے سے سورج کے طلوع و غروب سے غافل نہیں رہ سکتا تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کس طرح الزام لگایا جا سکتا ہے۔

سوال:...... جب حضور علیہ السلام کا قلب مبارک بیدار تھا تو پھر عمداً نماز قضاء کی اور یہ گناہ ہے ورنہ ماننا پڑے گا کہ آپ کو واقعی نیند تھی۔

جواب:...... خود حضور علیہ السلام اس کا جواب دے چکے ہیں جتنے اس میں حکمت ایزدی تھی اسی لئے وحی والہام کے ذریعے بھی اپنے محبوب علیہ السلام کو آگاہ نہ فرمایا تا کہ قضائے فوائت کا

سبب اور امت کو شرف اتباع نصیب ہو اور یہی جواب نسیان وسہو کے امور میں بھی یاد رکھنا۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مشاہدۂ ربانی میں تھے اور آپ جب مشاہدۂ ربانی میں مستغرق ہوتے تو ماسوی اللہ کے ہر شے یعنے ہر صورو معانی سے بے نیاز اور غیر ملتفت ہو جاتے تھے۔ جیسے بعض اوقات بحالت وحی میں ایسی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اس کیفیت کو عدم ادراک یا نسیان یا غفلت سے تعبیر کرنا جہالت بلکہ سفاہت ہے بلکہ یوں عقیدہ ہونا چاہیے کہ اس وقت قلب نبوی پر ایک عظیم حالت کا طاری ہو جانا ہے جسے خدائے عزوجل کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔ کذا قال سیدی شاہ عبدالحق فی مدراج النبوۃ

حضرت مولانا روم قدس سرہٗ بھی اسی عارفانہ توجیہہ کے قائل ہیں چنانچہ فرمایا:

در شب تعریس پیش آمد عروس
یافت جان پاک ایشان دستوس
سر ازان کواب مبارک برنداشت
تا نماز صبحدم آمد بچاشت

شب تعریس میں محبوب سامنے آگیا۔ محبوب کے دیدار سے جان کو خصوصی سرور نصیب ہوا اسی لئے سر مبارک چاشت تک نہ اٹھایا سوئے رہے۔

ان اشعار اور شب تعریس کی مزید تحقیق فقیر کی شرح مثنوی بہ صدائے نوی حصہ دوم میں پڑھئے۔

محقق دماغ اور منصف مزاج کے لئے فقیر کی یہ مختصر تحقیق کافی ووافی ہے اور ضدی ہٹ دھرم کے لئے غیر شافی۔ اس کے لئے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کا مشورہ ملاحظہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات کا حال شریف میں عقلی قیاس حسن ادب کے دائرے سے باہر ہے اور اس کا حکم تشابہات میں حکم کرنے کی مانند ہے۔

(مدارج ص ۴۳۲)

التعریس للتعلیم:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اور اس کا مقصد قانون سازی اور شفقت برامت تھا اسی لئے آپ زندگی بھر اپنے مقصد کے اسباب و وسائل کو بھر پور طریق سے استعمال فرمایا جان تک کی پرواہ نہ کی یہاں اپنے علم کو سامنے رکھا اور نہ اختیار کو پھر مقصد کی تکمیل کے دوران یا بعد کو اصل حقیقت کا اظہار بھی فرما دیتے مثلاً:

سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف میں دعوت اسلام کے لئے گئے اس پیدل سفر میں صرف آپ کے خادم حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اس شہر کے رئیسوں نے سرداروں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد ستایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر برسائے۔ آپ کو لہولہان کر دیا۔ قدرت نے فرمایا۔ آپ کی منشاء ہو تو انہیں کچل ڈالا جائے۔ آپ عرض پرداز ہوئے، اے میرے پروردگار انہیں ہدایت دے یہ مجھے جانتے نہیں۔

مجھے امید ہے کہ یہ لوگ اسلام کے فدائی و شیدائی بن جائیں گے، تاریخ کہتی ہے ایسا ہی ہوا، طائف کیا ہے، سارا عرب و یمن حلقہ بگوش اسلام ہو گیا، چودہ سو سال ہوئے ہیں، پورے ملک سے ایک شخص بھی پیدا نہیں ہوا کہ جو آپ کا متبع نہ ہو۔ ہم بھی خلق محمدی سے سرشار ہو کر اگر واقعی مسلمان ہو جائیں تو بامراد ہو سکتے ہیں، اگر ہم اپنے آپ پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو نفاذ اسلام کا دعویٰ کیوں کر شاد کام کر سکتا ہے اس واقعہ کی پوری تفصیل مسلم شریف میں ہے اور اس کی روایہ سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

دعوت غور و فکر:

ناظرین غور فرمایئے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان لیوا سفر کیوں اختیار فرمایا اور لہولہان کیوں ہوئے سخت تکالیف و مصائب کا نشانہ کیوں ہوئے

صرف اسی لئے کہ امت کا بھلا ہو جس کا اظہار بھی فرمادیا ورنہ جب جانتے تھے دشمن ایسی سخت کاروائی ضرور کرے گا لیکن آپ نے جان کی پرواہ نہ کی امت کا بھلا کیا۔

تعریس میں امت کی بھلائی

﴿۱﴾...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمداً آخری شب کو شب باشی اس لئے کی کہ تھکا ماندہ امتی سفر سے واپسی پر اگر سو جائے تو اسے نماز کی فکر میں یا قیماندہ وقت آرام کا نصیب ہو تو ایک طرف اس وقت کا سونا سنت پر عمل نصیب ہو دوسری طرف بے فکری۔

﴿۲﴾...... آنے والے حالات کے پیش نظر کہ غافل امتی ایسے امور کے انہماک میں نمازیں قضا کر بیٹھیں تو قیامت میں سزا نہ پائیں انہیں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کی وجہ سے قضاء نمازوں کا ثواب ادا کے برابر نصیب ہو۔ جیسا کہ شرعی مسئلہ ہے کہ عذر شرعی سے نماز کی قضاء سے ادا کا ثواب ملتا ہے۔ امام نووی و امام عینی و امام ابن حجر نے اس حدیث شروح میں اور بھی بہترین توجیہات کی ہیں۔ فقیر انہی پر اکتفا کرتا ہے تا کہ یقین ہو کہ آپ کی یہ کاروائی محض امت کی تعلیم کے لئے تھی اور بس۔

معاشرہ خاندان......معاشرۂ بے مثال

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بشریت کے لباس میں ایسا بے مثال قائم فرمایا جس پر آپ کے اعداء بھی انگشت بدنداں بدنداں ہیں اس میں نہ تو آپ نے کوئی کام مجبوری سے کیا جس سے آپ کو بے اختیار کہا جا سکے اور نہ ہی بے خبری سے جس سے آپ کو لاعلمی سے متہم کیا جا ئے لیکن افسوس بدقسمت برداری پر کہ انہوں نے تعلیم امت کے اطوار کو نظر انداز کر کے صرف اور صرف محض مجبور بشر سمجھ کر بے اختیار اور لاعلم ثابت کرنے کی ناکام کوشش کر کے اپنا انجام برباد کیا۔ یہ ابواب طویل اور تفصیل طلب ہیں فقیر چند نمونے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے تاکہ اہل دل کو یقین ہو کہ نور نے لباس بشر میں تعلیم کے کیسے کیسے قیمتی موتی بکھیرے۔

گھریلو معاشرہ:

گھریلو معاشرہ میں سب سے سخت ترین ازدواجی زندگی ہے بالخصوص جس آدمی کی متعدد ازواج ہوں اس کے لئے اور زیادہ مشکل ہے اور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیک وقت تو ازواج مکرمات موجود تھیں اور کل کتنا تھیں اس میں اختلاف ہے اور میرا موضوع بھی نہیں اور نہ ہی عیسائیوں کے اعتراضات کے جوابات مقصد ہے اس کے لئے فقیر کی تصنیف "کثرۃ الازواج لصاحب المعراج" پڑھیے۔

یہاں یہ بتانا ہے کہ ازواج کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا بشر کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازدواجی زندگی کے حالات کتب سیر میں مفصل مذکور ہیں۔

ازواج مطہرات کے جھگڑوں پر بردباری اور حوصلہ:

حدیث شریف میں ہے:

﴿۱﴾......عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ: قال کان النبی عند بعض نسائہ فارسلت احدی امہات المومنین بصحفۃ فیہا طعام فضربت التی

النبی فی بیتها ید الخادم فسقطت الصحفة فانفلقت فجمع النبی (صلی الله علیه وآلہٖ وسلم)فلق الصحفة ثم جعل یجمع فیها الطعام الذی کان فی الصحفة ویقول غارت امکم ثم حبس الخادم حتی اتیٰ بصحفة من عند التی هو بیتها فرفع الصحفه الی التی کسرت صحفتها وامسك المکسورة فی بیت التی کسرت۔

(رواہ البخاری والنسائی)

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی کسی بیوی کے پاس موجود تھے کہ آپ کی کسی دوسری بیوی نے ایک رکابی میں کھانا بھیجا جس بیوی کے گھر میں آپ تشریف فرما تھے اس نے غلام کے ہاتھ پر ہاتھ مارا جس سے رکابی گر کر ٹوٹ گئی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے ٹکڑے جمع کیے۔پھر اس میں جو کھانا تھا اسے سمیٹتے جاتے اور یہ کہتے جاتے کہ تمہاری ماں نے بھی ایسی ہی غیرت کی تھی۔پھر آپ نے خادم کو ٹھہرالیا اور اس بیوی سے جس کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیام فرماتے دوسری رکابی اس کو دلوادی جس کی رکابی ٹوٹی تھی اور وہ ٹوٹی ہوئی رکابی ان کے گھر میں رکھ دی جنہوں نے وہ توڑی تھی۔

فائدہ:......یہ تعلیم بشریت نہیں تو اور کیا ہے زن مرید کی تو بات ہے ہی نہیں عام بشر کا حال یہ ہے کہ عورت کے ایسے فعل پر گھریلو نظام درہم برہم ہو جاتا ہے لیکن حضور علیہ السلام نے صبر اور حوصلہ سکھایا ہے تا کہ گھر کا نظام درست ہو۔

﴿۲﴾......عن عائشة : قالت قال رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم انی لا علم اذا کنت عنی راضیة واذا کنت علی غضبی قالت فقلت من این تعرف ذلك فقال اما اذا کنت عنی راضیة فانك تقولین لا ورب محمد و اذا کنت غضبی قلت لا ورب ابراهیم قالت قلت اجل والله یا رسول الله ما اهجر الا اسمك

(رواہ مسلم)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا۔ میں جان لیتا ہوں جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو، اور جب مجھ سے ناراض ہوتی، میں نے عرض کیا یہ آپ کیوں کر جان لیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جب تم خوش ہوتی ہو تو کہتی ہو۔ نہیں قسم ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے رب کی' اور جب ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو'' نہیں قسم ہے ابراہیم علیہ السلام کے رب کی'' میں نے عرض کیا۔ بے شک خدا کی قسم (جب میں ناراض ہوتی ہوں) تو آپ کا نام چھوڑ دیتی ہوں۔

فائدہ:...... تعلیم دی کہ اگر مرد کے عورت پر حقوق ہیں تو عورت کے بھی ہیں اسی لئے راضی خوشی رکھنا بھی حسن معاشرت کا شعبہ ہے۔

﴿۳﴾......عن عائشة : قالت رأيت النبی یسترنی بردائه وانا انظر الیٰ الحبشة یلعبون فی المسجد حتیٰ اکون انا الذی اسأم ما قدر واقدر الجارية الحديثة السن الحريصة علی اللهو.

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنی چادر میں چھپائے ہوئے تھے اور میں حبشیوں کو دیکھ رہی تھی جو مسجد میں کھیل رہے تھے جب میں تھک جاتی تو آپ مجھے ہٹا لیتے۔ اس بات سے تم اندازہ کرلو کہ ایک کمسن لڑکی کو کھیل دیکھنے کا کتنا شوق ہوتا ہے اور کتنی دیر تک وہ دیکھتی رہے گی۔

﴿۴﴾......عن نعمان بن بشير: قال استاذن ابوبكر علی النبی سمع صوت عائشة عاليا فلما دخل تناولها ليلطمها وقال الاتراك ترفعين صوتك علی رسول الله فجعل النبی صلی الله عليه وآله وسلم يحجزه وخرج ابوبكر مغضبا فقال النبی صلی الله عليه وآله وسلم حين خرج ابوبكر مغضبا كيف رأيتنی انقذتك من الرجل قال فمكث ابوبكر اياما

ثم استاذن علیٰ رسول اللہ فوجدھما قد اصطلحا۔ فقال ادخلانی فی سلمکما کما ادخلتمانی فی حربکما۔ فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قد فعلنا قد فعلنا۔

(رواہ ابوداؤد)

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے برہم ہو کر بلند آواز سے باتیں کر رہی تھیں، اتفاقاً حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ کر تھپڑ مارنا چاہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے چلا کر بولتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیچ میں آ گئے اور حضرت عائشہ سے روکنے لگے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غصے میں بھرے ہوئے باہر چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ سے کہا کیوں؟ کس طرح تم کو بچا لیا۔ چند روز بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ حالت بدل چکی تھی۔ بولے مجھ کو بھی صلح میں شریک کر لو جیسا کہ اس دن مجھے جنگ میں شریک کیا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں کر لیا۔

﴿۵﴾...... ایک دفعہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے دیکھا وہ رو رہی ہیں آپ نے رونے کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ عائشہ و زینب کہتی ہیں کہ وہ تمام ازواج میں افضل ہیں کیونکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چچازاد بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ہارون علیہ السلام میرے باپ، موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے شوہر ہیں۔ اس لئے تم لوگ کیونکر مجھ سے افضل ہو سکتی ہو۔

(رواہ الترمذی)

فائدہ:......دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیسے بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا کی دلجوئی فرمائی کہ ایسا جواب انہیں سمجھایا کہ آئندہ کوئی بھی بی بی ان پر حجت نہ کر سکے۔

﴿۶﴾......ایک مرتبہ چند ازواج مطہرات نے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سفیر بنا کر بھیجا۔ جناب سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ دستور کے مطابق پہلے اذن طلب کیا اجازت ملی تو سامنے آئیں اور عرض کیا کہ ازواج مطہرات نے مجھ کو وکیل بنا کر بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی کو ہم پر کیوں ترجیح دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جان پدر! کیا تم اس کو نہیں چاہتیں جس کو میں چاہتا ہوں۔ جناب سیدہ کے لئے اتنا کافی تھا۔ واپس جا کر ازواج مطہرات سے کہا، میں اس معاملے میں دخل نہ دوں گی۔ اب اس خدمت (سفارت کے لئے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتخاب کیا گیا۔ کیونکہ ازواج میں سے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خصوصیت کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمسری کا دعویٰ تھا۔ اس لئے وہی اس خدمت کے لئے زیادہ موزوں تھیں۔ انہوں نے یہ پیغام بڑی دلیری سے پہنچایا اور بڑے زور کے ساتھ ثابت کرنا چاہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس رتبہ کی مستحق نہیں ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا چپ سنتی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کی طرف دیکھتی رہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب تقریر کر چکیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی پا کر کھڑی ہوئیں اور اس درجہ زوردار تقریر کی کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا لاجواب ہو کر رہ گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہ ہو، ابوبکر کی بیٹی ہے۔

(رواہ مسلم والنسائی)

فائدہ:......اس واقعہ میں آپ نے ازواج کا دل بھی نہ توڑا اور جواب باصواب بھی انہی سے دلوایا جن پر ازواج مطہرات کے خلاف دعویٰ تھا۔ عورت چونکہ طبعاً نازک اور ضعیف القلب ہوتی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اس کی خاطرداری فرماتے۔

رنجشہ نامی ایک حبشی غلام حدی خوان تھے۔ ایک دفعہ ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ رنجشہ حدی پڑھتے جاتے تھے اونٹ تیز چلنے لگے تو آپ نے فرمایا:

رويدك يا رنجشه لا تكسر بالقوارير

﴿ترجمہ﴾......رنجشہ دیکھنا آبگینے ٹوٹنے نہ پائیں۔

(رواہ البخاری)

مسلم کی ایک روایت میں اسے اس طرح بیان کیا گیا ہے:

يا رنجشة رويدك سوقاً بالقوارير۔

﴿ترجمہ﴾......اے رنجشہ آہستہ آہستہ چل اور اونٹوں کو آبگینے لدے ہوئے اونٹوں کی طرح ہانک

(رواہ مسلم)

تعلیم امت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خانگی زندگی کی یہ تفصیلات ظاہر کرتی ہیں کہ گھریلو ماحول میں بشری تقاضے کیا مسائل پیدا کرتے ہیں؟ اور انہیں کس طرح حل کرنا چاہیے؟ بعض کور مغزان تفصیلات سے چونک اٹھے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین سمجھ کر واقعات کی صحت سے انکار کر دیا۔ ایک دوسرے گروہ کو اہل بیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کرنے کا موقع ہاتھ آ گیا اور وہ ان احادیث کو لے کر خانوادۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیر کرنے لگے۔ حالانکہ بات بالکل سیدھی ہے۔ ایک ذات مقدس کو خالق کائنات نے مکمل نمونہ بنا کر بھیجا ہے تو یہ لازم ہے کہ حیات انسانی کے اس اہم ترین پہلو کی عملی تعبیر اور اس حصے سے متعلق مسائل کی اصولی تشریح ضرور ہو۔

ازالہ وہم:

نصاریٰ کے لئے مشکل یہ ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے متاہل زندگی کا نمونہ نہیں پیش کیا۔ وہ اس کی تلافی اس طرح کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کو ناقص و نا تمام ثابت کریں اس طرح انہیں دو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ان کی انسانی کاوشوں کے لئے گنجائش نکلے اور مسلمان ان کی طرف دیکھیں گے دوسرے مسلمانوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مسیحیوں کے پاس کوئی معیاری نمونہ نہیں ہے۔ ازواج مطہرات کے درمیان رشک کے جو بعض واقعات نقل ہوئے وہ فطرت انسانی کے قدرتی اظہار کا بیان ہے۔ ان میں سے کوئی واقعہ بھی ایسا نہیں جسے خلاف معمول کہا جا سکے۔ اس قدرتی اظہار پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس توازن اور عظمت کی مثال پیش کی ہے وہ قابل تحسین ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے یہی حصے ثابت کرتے ہیں کہ آپ نے انسانی سطح کی قابل عمل زندگی گزاری ہے۔ اس لئے ہمیں ان کی پیروی میں کوئی دقت نہیں ہونی چاہئے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور آپ کے اسوہ کا اثر تھا کہ مسلم معاشرے نے عورت کے بارے میں گمراہی کا وہ طریق اختیار نہیں کیا جو غیر مسلم اقوام کرتی رہی ہیں یا ہمارے دور میں مغربیت زدہ اقوام کر رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کی حیثیت بلند کر دی اور اس کے دینی تشخص کو نمایاں کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ارشادات میں انسانیت کے لئے عظیم پیغام موجود ہے۔

عورت کا اعزاز اور تعلیم امت:

﴿۱﴾......عن انس: قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حبب الی من الدنیاء النساء والطیب و جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ۔

(رواہ النسائی)

﴿ترجمہ﴾......انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

دنیا میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو عزیز ہے اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

﴿۲﴾......عن ابی هريرة: قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تنكح المرأة لا ربع لما لها ولحسبها و لجما لها ولدينها فاختر بذات الدين تربت يداك.

(رواہ البخاری)

﴿ترجمہ﴾......ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عورت سے چار باتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے حسب کی وجہ سے، اس کے حسن کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔ دین داری کی وجہ سے کامیابی حاصل کرو۔

گھریلو اثاثہ (سازوسامان):

گھر کے انتظام کی زیادہ پیچیدگیاں اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب رہن سہن کو پرتکلف بنایا جائے۔ اگر ضروریات کو محدود اور احتیاجات کو کم رکھا جائے تو انتظام خانہ میں بہت آسانی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بود و باش بہت سادہ رکھی تھی۔ قناعت و توکل ان کا سہارا تھا۔ اسی لئے گھر کے معاملات سیدھے سادے تھے۔ ان کا اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو:

انسان بذات خود فاقہ کشی کر سکتا ہے۔ سخت سے سخت تکلیفیں اٹھا سکتا ہے۔ مصارف دنیوی کو کلیۃً چھوڑ سکتا ہے لیکن وہ اپنے اعزہ و اقربا، بالخصوص عزیز ترین اولاد کو اس قسم کی سادہ اور مشقتانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جن لوگوں نے راہبانہ زندگی بسر کی ہے انہوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ اہل و عیال کے جھگڑوں سے الگ رکھا ہے۔ دنیا کی مذہبی تاریخ میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اس کلیہ کی ایک مستثنیٰ مثال ہے آپ کی نو بیویاں تھیں جن میں بعض ناز و نعمت میں پلی تھیں اور اکثر معزز گھرانوں سے تعلق

رکھتی تھیں۔ اس لئے ان کا قدرتی میلان غذا ہائے لطیف اور لباس ہائے فاخرہ کی طرف ہو سکتا تھا۔ متعدد صغیر السن بچے تھے جن کو کھانے پہننے کی ہر خوش گوار اور خوش نما چیز اپنی طرف مائل کر سکتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جیسا کہ اوپر کے واقعات سے معلوم ہوا ہوگا، اعزہ و اولاد اور ازواج مطہرات کے ساتھ سخت محبت تھی۔ آپ نے رہبانیت کا بھی قلع قمع کر دیا تھا اور فتوحات کی کثرت مدینہ میں مال و زر کے خزانے لٹا رہی تھی۔ لیکن بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی ذات کی طرح ان کو بھی زخارف دنیوی کا خوگر نہیں بنایا بلکہ ہر موقع پر روک ٹوک کی۔ اس بناء پر آپ کے تمام خاندان کی زندگی آپ کے اسوۂ حسنہ کا اعلیٰ ترین مظہر بن گئی۔ ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کو جو محبت تھی اس کا اظہار کبھی دنیادارانہ طریقے سے نہیں کیا۔ چنانچہ ازواج مطہرات نے اچھے کھانے اور اچھے لباس کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے ایلاء کر لیا۔ تمام ازواج میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے زیادہ محبوب تھیں لیکن یہ محبت رنگین لباسوں اور سنہرے زیوروں کی صورت میں کبھی ظاہر نہیں ہوئی۔ تمام بیویوں کا جو لباس تھا وہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا۔ چنانچہ وہ خود فرماتی ہیں:

ما کانت لا حد انا الا ثوب واحد۔

﴿ترجمہ﴾..... ہم تمام بیویوں کے پاس صرف ایک ایک جوڑا کپڑا تھا۔

(بخاری)

اگر کبھی اس کے خلاف ان کے بدن پر دنیوی آرائش کے ساز و سامان نظر آتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کو منع فرماتے۔ تمام اہل و عیال اور خانوادۂ نبوت کو تاکید تھی کہ وہ پرتکلف ریشمی لباس اور سونے کے زیور استعمال نہ کریں۔ آپ ان سے فرمایا کرتے "اگر اس کی تمنا ہے کہ یہ چیزیں جنت میں ملیں تو دنیا میں ان کے پہننے سے پرہیز کرو" لیکن اس کے باوجود خانگی امور ایک انتظام و انصرام کا تقاضا کرتے تھے۔ آپ کا اپنا طریق کار تو یہ تھا کہ جو آتا اسے تقسیم کر کے اٹھتے۔ ازواج مطہرات اور مہمانوں کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کے انتظامات حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق تھے۔ (ابوداؤد)

بیان بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

عبداللہ ہوزی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانگی انتظامات کا کیا حال تھا؟ انہوں نے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام کاروبار میرے سپرد تھا۔ اور آغاز سے آخر زمانہ وفات تک میرے ہاتھ میں رہا۔ معمول تھا کہ جب کوئی نادار مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو مجھ کو ارشاد ہوتا، میں جا کر کہیں سے قرض لاتا اور اس کے کھانے پینے کا انتظام کر دیتا۔ فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا انتظام چونکہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھا اس لئے روپیہ پیسہ جو کچھ آتا تھا، ان کے پاس رہتا۔ ناداری میں وہ بازار سے سودا سلف قرض لاتے اور جب کہیں سے کوئی رقم آجاتی تو اس سے ادا کر دیا کرتے۔ اس کا ثبوت ایک اور واقعہ سے بھی ہوتا ہے:

حکایت:

ایک دفعہ بازار جا رہے تھے، ایک مشرک نے دیکھا، ان سے کہا، تم قرض لیتے ہو تو مجھ سے لیا کرو۔ انہوں نے قبول کیا ایک دن اذان دینے کے لئے کھڑے ہوئے تو وہ مشرک چند سوداگروں کے ساتھ آیا اور ان سے کہا "او حبشی" انہوں نے اس بدتہذیبی کے جواب میں "لبیک" کہا۔ بولا "کچھ خبر ہے؟ وعدہ کے صرف چار دن باقی رہ گئے ہیں۔ تم نے اس مدت میں قرض ادا نہ کیا تو تم سے بکریاں چروا کے چھوڑوں گا"۔ یہ عشاء کی نماز ادا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا، اور عرض کی کہ خزانے میں کچھ نہیں ہے کل وہ مشرک آکر مجھ کو فضیحت کرے گا۔ اس لئے مجھ کو اجازت ہو کہ میں کہیں نکل جاؤں پھر جب قرض ادا کرنے کا سامان ہو جائے

گا تو واپس آجاؤں گا۔ غرض رات کو جا کر سو رہے اور سامان سفر یعنی تھیلا اور ڈھال سر کے نیچے رکھ لی۔ صبح اٹھ کر سفر کا سامان کر رہے تھے کہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور کہا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یاد فرمایا ہے۔ یہ گئے تو دیکھا کہ چار اونٹ غلے کے لدے ہوئے دروازے پر کھڑے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مبارک ہو! یہ اونٹ رئیس فدک نے بھیجے ہیں۔ انہوں نے جا کر یہ سب چیزیں فروخت کیں اور مشرک کا قرض ادا کر کے مسجد نبوی میں آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ سارا قرض ادا ہو گیا۔

(ابوداؤد)

ازواج مطہرات کے لئے یہ انتظام تھا کہ بنونضیر کے نخلستان میں ان کا حصہ مقرر کردیا گیا تھا، جو فروخت کردیا جاتا اور وہ سال بھر کے مصارف کے لئے کافی ہوتا۔ خیبر فتح ہوا تو ازواج مطہرات کے لئے فی کس دس (۱۰) وسق کھجور اور بیس (۲۰) وسق جو سالانہ مقرر ہو گیا۔ بخاری شریف میں ہے:

ان عبدالله بن عمر، اخبره عن النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلم عامل خیبر بشطر ما یخرج منها من ثمر ـــ فکان یعطی ازواجه مائة وسق ثمانون وسق تمر و عشرون وسق شعیر فقسم عمر خیبر فخیر ازواج النبی صلی الله علیه وآلہٖ وسلم ان یقطع لهن من الماء والارض اویمضی لهن فمنهن من اختار الارض و منهن من اختار الوسق و اختارت عائشة الارض۔

(رواہ البخاری)

﴿ترجمہ﴾ ـــ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے خیبر کے یہودیوں سے غلہ اور پھل کی آدھی پیداوار پر معاملہ کیا تو

اس میں سے آپ بیویوں کو سو وسق دیتے تھے اسی وسق تو کھجور اور بیس وسق جو دیتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر کی زمین تقسیم کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ازواج کو اختیار دیا کہ یا تو زمین اور پانی لے لیں، یا ان کے لئے وہی قائم رکھیں (جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں جاری تھا) ان میں سے بعض نے تو زمین کو اختیار کیا اور بعض نے وسق کو اختیار کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے زمین ہی کو پسند فرمایا۔

"اپنے اہل کے کام کاج میں ان کا ہاتھ بٹاتے، اپنی پوشاک خود دھو لیتے، پیوند لگانا ہوتا تو اپنے ہاتھ سے رفو کرتے، بکری کا دودھ دوہتے، پاپوش سی لیتے، اپنے کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے۔ اسی طرح اپنی ناقہ کو خود باندھتے، خادم کے ساتھ ایک برتن میں کھا لینے میں تکلف نہ تھا۔ اپنے گھر کی ضرورت پر دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے، اگرچہ خود کتنی ہی تکلیف برداشت کرنا پڑتی، گھر میں کسی شے کا اندوختہ نہ رکھتے اور تو اور وفات کے وقت معلوم ہوا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی زرہ بکتر گھریلو ضروریات کے لئے ایک یہودی کے ہاں گروی فرما چکے تھے۔ حیات محمد ص ۲۹۸

یہ ہے نقشہ اس شخصیت کی خانگی زندگی کا جس نے تاریخ انسانی کے مثالی معاشرے کی بنیاد رکھی۔

واقعہ ایلاء:

واقعہ ایلاء سے سطحی طور پر ایک عام آدمی یقین کر لیتا ہے کہ (معاذ اللہ) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہماری طرح مجبور محض تھے ورنہ آپ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے بارے میں اتنا پریشان نہ ہوتے یہاں تک کہ ایلاء تک نوبت پہنچ گئی۔ اس واقعہ کی تفصیل سے پہلے قاعدہ ذہن میں رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی معاملہ میں بظاہر جس طرح معلوم ہوتے ہیں اس میں حقیقۃً ایسے نہیں بلکہ امت کی بھلائی کے لئے وہ طریقہ

اختیار فرمایا ہے تاکہ انہیں معاش و معاشرہ کی تعلیم نصیب ہو۔ اب پڑھیے ایلاء کا قصہ اس سے ثابت ہوگا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازواج مطہرات کے بارے میں کتنا صبر اور حوصلہ فرماتے:

حدیث شریف میں ہے کہ ازواج مطہرات اکثر ایسی اشیاء کا سوال کرتی تھیں جن کا پورا کرنا بظاہر دشوار ہوتا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندگی مبارک فقر و فاقہ میں بسر فرماتے اسی لئے بیبیوں کے بعض باتوں سے ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ ازواج مطہرات کے لئے ان کی ضروریات اور زیورات کے خریدنے کا کبھی مقدور نہیں ہوا۔ آپ کا گھر ہمیشہ بظاہر خالی اور بے سروسامان رہا۔ ساری عمر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر و فاقہ ہی میں گزاری۔ غزوات کی غنیمت میں سے جو کچھ آتا تھا اس کا خمس لے کر آپ اسی وقت مساکین کو دے دیتے تھے۔ غرضیکہ اسباب دنیا اور خورد، پوش کی تنگی جیسی کہ خاندان محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں رہی آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک کسی نبی علیہ السلام کے گھر میں نہیں ہوئی۔ آپ کی ازواج ہر طرح سے قانع اور صابر اور آپ کی پیرو تھیں ان سے کوئی امر آپ کی خلاف مرضی سرزد نہ ہوتا تھا۔ مگر اکثر بمقتضائے بشریت کسی ایسی چیز کی خواہش انہیں ہوتی تھی جس کا بہم پہنچانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گراں ہوتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی بعض ازواج کی جانب سے چند ایسی ہی خواہشیں پیش کی گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فقر کے باعث ان کو سرانجام نہ دے سکے رنجیدہ ہو کر چند روز تک آپ کسی بیوی کے پاس نہ گئے اور ارادہ کیا کہ ایک مہینہ تک گھر نہ جاؤں گا۔

جب صحابہ کو اس امر کی خبر ہوئی تو سب بے چین ہو گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے اس حال سے آگاہی ہوئی تو میں مسجد نبوی میں

آیا۔ وہاں چند اصحاب منبر معلی کے پاس بیٹھے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ رکھتے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا مجھ کو بھی حزن وملال ہوا۔ مضطرب ہو کر غرفہ کی جانب گیا اور ریاح سے کہا کہ حضور کو میرے آنے کی خبر کر دو اور حاضر ہونے کی اجازت لے آؤ۔ وہ اندر گئے اور فوراً آ کر کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر خاموش ہو رہے کچھ جواب نہیں دیا۔ میرا دل اندر سے اور بھی زیادہ دھڑکنے لگا اور انہیں پھر اندر بھیجا۔ اس مرتبہ بھی انہوں نے آ کر وہی خاموشی سنائی۔ اب میں اپنے آپے سے باہر ہونے لگا۔ اسی طرح تین بار وہ بے نیل مرام پھرے۔ جب چوتھی بار میں نے انہیں لوٹایا تو انہوں نے آ کر کہا کہ چلو سرکار تمہیں بلاتے ہیں۔ حضرت عمر نے حجرہ میں جا کر دیکھا کہ آپ لنگی باندھے ہوئے ایک بوریئے پر بیٹھے ہیں اور اس کے نشان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام جسم پر پڑ گئے ہیں۔ فاروق اعظم آداب بجالائے اور کھڑے ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ مسجد میں سب لوگ غمگین اور سر جھکائے بیٹھے ہیں کسی نے یہ خبر اڑا دی ہے کہ آپ نے اپنی سب بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔ کیا یہ صحیح امر ہے۔ آپ نے فرمایا بالکل غلط میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ البتہ میرے دل میں ازواج کی طرف سے کچھ رنج آ گیا ہے۔ حضرت عمر نے التماس کی اگر اجازت ہو تو میں باہر جا کر سب کو خبر کر دوں کہ تم لوگوں نے جو سنا ہے وہ محض غلط ہے تم سب لوگ رنج کو اپنے اپنے دلوں سے دور کر دو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بڑی دیر تک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا آپ کا دل بہلاتا رہا۔ میں نے عرض کی کہ حضور جب تک ہم لوگ مکہ میں رہے ہماری عورتیں ہم سے دبی دبائی رہیں۔ مدینہ میں آ کے تو وہ ہم پر شیر ہو گئی ہیں۔ یہاں کی عورتوں کی صحبت میں رہ کر انہی کی سی خو اختیار کر لی ہے۔ اور مدینہ کی عورتیں خاوندوں پر بہت غالب ہیں اور انہیں کاٹ کھانے کو دوڑتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملال میں

تھے میری بات سن کر تبسم فرمانے لگے لبہائے نازک پر تبسم دیکھ کر میرے دل میں تسلی ہوئی اور کہنے لگے کہ حضور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ایک دن میں اپنی بیوی سے جھنجھلا کر بولا انہوں نے بھی جواب ترکی بترکی دیا۔ مجھے اس سے کمال رنج ہوا۔ میری تیوری چڑھی دیکھ کر بولیں کہ تم میری بات سے کیوں خفا ہوتے ہو رسول خدا کی بیویاں ان کو صاف جواب دے دیتی ہیں۔ تمہاری بیٹی حفصہ کا بھی یہی حال ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں کبھی ناراض ہوتی ہیں تو آنحضرت ان کی برداشت کرتے ہیں۔ یارسول اللہ میں یہ بات سن کر سیدہ حفصہ کے پاس پہنچا اور دریافت کیا یہ بات سچ ہے اس نے اس کا اقرار کیا تو میں نے حفصہ کو بہت سخت وست کہا کہ معلوم ہوتا ہے تجھے خوف خدا نہیں رہا اور تو یہ بات نہیں جانتی کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض ہوتے ہیں اس سے خدا پھر جاتا ہے دیکھ اگر تو ایسا کرے گی تو ہلاکت میں پڑ جائے گی۔ خبردار ان سے کسی معاملہ میں زیادہ طلبی اور بھاری فرمائش نہ کرنا نہ الٹ کر کبھی جواب دینا اور نہ روٹھنا۔ اگر تجھے کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے مانگ لیا کر اور عائشہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ ملتفت دیکھ کر ہرگز نہ جلنا اور کبھی عائشہ کی برابری نہ کرنا۔ جناب فاروق کی یہ باتیں سن کر آنحضرت پھر متبسم ہوئے۔ واقع میں حضرت عمر نے باتیں ہی موقع کے مناسب سے اچھی کیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنج دور ہو چلا۔

پھر حضرت عمر کہنے لگے کہ حضور میں حفصہ کو نصیحت اور فہمائش کر کے ام سلمہ کے پاس پہنچا اور بسبب رشتہ داری کے میں نے اسے بھی نصیحت کی۔ ام سلمہ نے کہا کہ عمر یہ تم آنحضرت کی سب باتوں میں دخیل ہوتے ہی تھے اور ان کے معاملات خانہ داری میں بھی دخل دینے لگے۔ اس پر تو آپ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ یہاں تک کہ اسی طرح کی باتوں سے آپ کا رنج دور ہو گیا۔ اور حضور ہر بات پر تبسم فرمانے لگے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کا ملال دور ہو گیا تو میں نے ادھر ادھر گھر میں چاروں طرف دیکھا کچھ نہ پایا۔ ایک گوشہ میں صرف صاع جو اور اسی قدر قرظ رکھے تھے اور کئی چمڑے بغیر رنگے ہوتے ایک جگہ لٹکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر مجھے رونا آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے روتا دیکھ کر پوچھا عمر اب تم کیوں رونے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کی ناداری سے میرا دل بھر آیا۔ جسم پر تو بوریئے کے نشان ہیں اور گھر میں یہ سامان مجھ سے تو دیکھا نہیں جاتا۔ روؤں نہیں تو کیا کروں۔ اہل فارس اور روم والے تو عیش وعشرت میں بسر کریں اور آپ کو یہ تکلیف ہو۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کی امت کو فراخی اور کشائش دے۔ جس وقت حضرت عمر نے یہ بات کہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے یہ سنتے ہی سیدھے ہو گئے اور فرمایا کہ اے عمر۔ تم ابھی تک اسی خیال میں ہو اللہ تعالیٰ نے فارس اور روم والوں کے لئے اسی جہان میں عیش مقرر کیا ہے اور ہمیں آخرت کا عیش مرحمت ہوا ہے۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ دنیا ان لوگوں کے لئے ہو اور دین تمہارے لئے۔ باوجودیکہ دونوں جہان آپ ہی کے لئے مخلوق ہوئے تھے مگر اس صبر وشکر اور تسلیم ورضا کو دیکھنا چاہئے کہ مفلسی وفقر وفاقہ ہی سے راضی تھے۔ ناز ونعم دنیا کی وقعت حضور کے سامنے کچھ بھی نہ تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایسی باتیں کیں تو میں معذرت کرنے لگا اور عرض کی کہ حضور میری خطا معاف ہو اور میری بخشش کے لئے خدا سے دعا فرمائیں۔ پھر بے اختیار یہ کلمات میری زبان پر جاری ہو گئے۔ رضینا باللہ رباً بالاسلام دیناً و بمحمد رسولاً اس کے بعد حضرت عمر نے حجرہ سے باہر نکل کر باآواز بلند ان سب اصحاب کو جو مسجد میں جمع تھے خبر کر دی کہ اے لوگو. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج سے صرف ایک مہینہ تک علیحدہ رہنے کا قصد کیا ہے۔

جب ایک مہینہ تمام ہو چکا اور وہ بھی انتیس دن کا تو رسول خدا حجرہ سے نکل کر پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے انہوں نے بہت تعظیم وتکریم سے آپ کو مرحبا کہا۔ اور پوچھا کیا آپ نے ایک مہینہ تک ہم لوگوں سے جدا رہنے کا عہد کیا تھا۔ آپ نے فرمایا ہاں چنانچہ وہ مہینہ آج ختم ہو گیا۔ پھر فرمایا اے عائشہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اور تمہیں اجازت ہے کہ خواہ اس کا جواب از خود دے دو یا مشورہ کر کے اور اپنے والدین سے پوچھ کے دینا۔ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں کہ حضور فرمایئے وہ کیا بات ہے آپ نے یہ آیہ کریمہ جسے آیہ تخییر کہتے ہیں انہیں سنائی جو اسی زمانہ میں نازل ہوئی تھی:

یا ایھا النبی قل لا زواجك ان کنتن تردن الحیواۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن وا سرحکن سراحاً جمیلا وان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنا منکن اجراً عظیما ٥

﴿ترجمہ﴾...... یعنی اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور یہاں کی رونق چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ فائدہ دوں اور تم کو اچھی طرح سے رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخری گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے ان کے لئے جو تم میں نیکی کرتی ہیں اجر عظیم رکھ چھوڑا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے یہ آیت سنتے ہی فوراً جواب دے دیا کہ یا رسول اللہ اس میں مجھے اپنے ماں باپ یا کسی اور سے صلاح ومشورہ کی کچھ ضرورت نہیں میرا ایمان میرے ساتھ ہے مجھے تو نہ اس دنیا کے مال ومنال سے کچھ کام ہے نہ اس جہاں کی زیب وزینت سے مطلب ہے میں نے تو خدا اور رسول کو اختیار کر لیا ہے۔ مگر اتنی التماس میری بھی منظور ہو کہ حضور اپنی کسی اور بیوی سے میرے اس جواب کا ذکر نہ فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ کبھی نہیں دوسرے کوئی اور بیوی میری اس بات کو دریافت بھی نہ کرے گی۔

روایت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک دن جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے در دولت پر حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی اگرچہ وہاں اور لوگ بھی اسی اجازت کی خواہش میں بیٹھے ہوئے تھے لیکن سوائے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے اور کسی کو اندر آنے کا حکم نہ ہوا۔ دونوں صاحبوں نے اندر جا کے جو دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اندوہناک بیٹھے تھے اور آپ کے منہ سے بات بھی نہیں نکلتی تھی۔ جناب عمر فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اس وقت کوئی ایسی بات کہنا چاہیے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل کا غم جاتا رہے اور خوش ہو جائیں۔ اور تو کچھ سوجھا نہیں۔ کہنے لگا کہ حضور نے تو دیکھا نہیں مگر حال یہ ہے میری بیوی جو خارجہ کی بیٹی ہے اس نے مجھ سے نفقہ مانگا اور جھگڑنے لگی مجھے جو غصہ آیا تو اس کو بہت کچھ سخت وست کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری یہ بات سن کر تبسم فرمانے لگے اور کہا کہ یہ جو میرے گرد بیٹھی ہوئی ہیں مجھ سے نفقہ مانگتی ہیں۔ اور وہ چیزیں طلب کرتی ہیں جو میں دے نہیں سکتا۔ اتنا سننا تھا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طیش آ گیا اور مناسب حال حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فہمائش کر دی۔ اسی طرح سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فہمائش کی۔ دونوں شہزادیاں آنکھوں میں آنسو بھر لائیں اور فرمایا کہ ہماری توبہ ہے اب ہم کوئی فرمائش حضور سے نہ کریں گی۔

دوسرا باعث اس جھگڑے کا یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کسی نے شہد ہدیتاً بھیجا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے رکھ چھوڑا کیونکہ آپ کو شہد نہایت مرغوب تھا جب حضور ان کے پاس جاتے تو وہ اس کا شربت کر کے آپ کو پلایا کرتی تھیں۔ چونکہ شہد کے گھلنے میں ذرا دیر لگتی ہے اس لئے اس کے گھلنے تک آپ بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ہی بیٹھے رہتے اور وقت معہودہ سے

زیادہ ان کے پاس گزر جاتا۔ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ نے باہم صلاح کر لی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے کسی کے پاس تشریف لائیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی کہے کہ حضور کے جسم سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ مغافیر جمع ہے مغفور کی اور مغفور درخت عرفطہ کا گوند ہوتا ہے جس کا مزہ شیریں ہے مگر بدبو اس میں ہوتی ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بدبو سے کمال ہی نفرت تھی۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملائکہ سے ہمکلام ہوتے تھے اور فرشتوں کو بدبو سے تکلیف ہوتی ہے۔ پھر جب حضور ان دونوں میں سے کسی کے پاس گئے اس نے کہہ دیا کہ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے آپ کے جسم سے اس کی بدبو آرہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں تو اس کے پاس تک نہیں گیا البتہ زینب بنت جحش نے شہد کا شربت پلا دیا ہے۔ یہ سن کر وہ بولیں تو ٹھیک ہے اس شہد کی مکھی نے درخت عرفطہ کا رس چوسا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اب میں اس شہد کو نہ پیوں گا تم کسی سے اس بات کو کہنا نہیں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا مگر اس اقرار کو پورا نہیں کیا اور اپنی دوسری ہم مشورہ سے کہہ دیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر حاضر ہوئے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ٥ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ وَاللَّهُ مَوْلَاكُمْ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ

﴿ترجمہ﴾...... یعنی اے نبی تم کیوں اپنے اوپر اس چیز کو حرام کئے لیتے ہو جو اللہ نے تمہارے اوپر حلال کی ہے۔ تم اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو حالانکہ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اللہ نے فرض کر دیا تم پر کہ تم اپنے عہد کو کھول ڈالو وہی تمہارا دوست ہے اور سب کچھ جانتا ہے اور حکمت والا ہے۔

تیسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب حفصہ کے گھر تشریف لے گئے تھے انہوں نے آپ سے اجازت لی اور اپنے میکے گئیں۔ ان

کے جانے کے بعد حضور نے وہیں ماریہ قبطیہ کو بلا لیا۔ اتنے میں حفصہ آ پہنچیں اور گھر کا دروازہ بند پایا تھوڑی دیر ٹھہری تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکل آئے۔ حفصہ رونے لگیں اور کہا کہ آپ کو یہ بات زیبا نہ تھی آپ نے حفصہ سے کہا کہ اگر تمہاری مرضی یوں ہی ہے تو ماریہ کو میں اپنے اوپر حرام کیے لیتا ہوں مگر تم اس بات کو اپنے ہی تک رکھنا۔ حفصہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو کہہ دیا کہ میں کسی سے نہ کہوں گی مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے گئے تو اس دیوار کو جو ان کے اور عائشہ کے گھر کے درمیان تھی ہاتھ سے تھپ تھپایا اور عائشہ سے سارا قصہ کہہ دیا۔

پھر جب آنحضرت عائشہ کے پاس گئے تو انہوں نے مزاح کے طور سے کہا کہ آپ میری باری کے دن ماریہ سے صحبت رکھئے تا کہ آپ کی اور بیویوں کی باریوں میں فرق نہ آئے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی:

وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ○ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ

(سورة التحريم پ ۲۸ آیت ۳،۴)

ترجمہ کنزالایمان...... ﴿اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اُسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اُسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی، اور پھر جب نبی نے اسے اس کی خبر دی، بولی: حضور کو کس نے بتایا؟ فرمایا مجھے علم والے خبردار نے بتایا۔ نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں، اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک اللہ ان کا مددگار

ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے، اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

چوتھا سبب اس رنجش کا یہ سنایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کچھ ہدیہ آیا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور نے ہی ایک دنبہ ذبح کیا تھا اس میں سے ہر بیوی کو آپ نے حصہ بھر بھیجا۔ زینب بنت جحش نے اپنا حصہ پھیر دیا۔ آپ نے اس پر کچھ اور زیادہ کر کے ان کے پاس بھیجا انہوں نے پھر بھی واپس کیا۔ حضرت عائشہ بول اٹھیں کہ آپ نے خود اپنے آپ کو کمزور کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ قسم ہے اللہ کی تم اس سے زیادہ کمزور ہو۔ پھر آپ نے عہد کیا کہا ایک مہینہ تک کسی بیوی کے پاس نہ جاؤں گا۔

واضح ہو کہ اہل سیر نے اس خانگی شکر رنجی کے مختلف اسباب لکھے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا اگر بغور دیکھا جائے تو ان میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ یہ چاروں اسباب مل کے اس جھگڑے کا باعث ہوئے ہیں کیونکہ حلم اور خلق محمدی کے مناسب بھی بات ہے کہ بار بار کی خطاؤں سے تنگ آ کر آپ نے انہیں سزا کے طور ایلاء فرمایا۔

نوٹ:...... یہ مختلف اسباب راویوں کی وجہ سے ہیں کہ جو سبب اسے معلوم ہوا بیان کیا نیز روایت ہے جب آیہ تخییر نازل ہوئی تو آپ کی ازواج میں ایک عورت تھی فاطمہ اس نے دنیا کو اختیار کیا اور آپ کے عقد سے خارج ہوگئی۔ اس کے بعد کسی نے اسکو راہ میں چھوہاروں کی گھٹلیاں چنتے دیکھا تا کہ ان سے اپنا پیٹ بھرے۔ دیکھنے والے نے پوچھا تو کون ہے جو اس خواری سے اپنی زندگی بسر کرتی ہے۔ فاطمہ بولی:

انا الشقیۃ التی اخترت الدنیا

﴿ترجمہ﴾...... یعنی میں وہ بد بخت ہوں جس نے دنیا کو اختیار کیا۔

ازالہ وہم:...... یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ازواج مطہرات کا صبر نہ کرنا موجب اس تمام جھگڑے کا ہوا اور لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ اس سے یہ نہ سمجھنا کہ یہ بیبیاں اعلیٰ درجہ کی بیبیوں میں نہ تھیں۔ استغفر اللہ ان کی تعظیم وتکریم اور شان وشوکت میں اس جھگڑے سے کیا فرق آسکتا ہے۔ یہ دنیا کے مکروہات ہیں جو کبھی نہ کبھی اور کسی نہ کسی وقت اور خواہ مخواہ خود بخود پیش ہی آجاتے ہیں۔ یہ تو سیدہ عائشہ وحفصہ اور زینب تھیں ان سے تو کوئی اور نہیں بچ سکتا۔ شاباش ہے ان عورتوں کو کہ ایسے جلیل القدر خاوند کے ساتھ کیسی نباہی اور پھر عسرت اور فاقہ کشی میں۔ یہ تو الٹا ان کی علوشان کی دلیل ہے کہ باوجودیکہ شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہیں وہ اس پر جتنا ہی فخر وناز کرتیں بہت کم ہے لیکن اس کے باوجود صابرہ اور شاکرہ ہیں اور جو ان کے مطالبات یا واقعات تھے وہ انسانی فطرت کے مطابق تھا اور پھر ان کے لئے امتحان بھی تھا جس میں اتنا کامیاب ہوئیں جس کی مثال دنیا میں ڈھونڈنے سے نہ ملے ایک خاتون اس میں ناکام ہوئیں تو ان کی ذلت ورسوائی کا ذکر پہلے ہو چکا ہے فلہذا ان کے اس طریقہ پر اعتراض اپنے انجام کی بربادی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

تعلیم الامۃ:

اس طویل داستان سے میرا مقصد یہی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازدواجی زندگی کا طریقہ سکھایا ہے کہ زوجہ کی طرف سے کتنا ہی تلخیاں سامنے آئیں انہیں صبر کے ساتھ گزارنا۔ اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ورنہ عام بشری عادت ہے کہ زوجہ کی طرف سے معمولی سی بات پر گھر کو سر پر اٹھالیا جاتا ہے بسا اوقات طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا معاشرہ سامنے رکھا کہ تم صرف ایک بیوی کے ساتھ نہیں گزار سکتے میں کثرت ازواج سے ان کے مختلف طبائع کے باوجود حسن سلوک کو سامنے رکھتا ہوں۔ اسی لئے حکم ہے کہ بیوی سے حسن سلوک کے مختلف طریقے برتے

جائیں۔ آخری مرحلہ ایلاء ہے جس سے امور احسن طریق سے سلجھنے کا امکان ہے۔

نوٹ: نصاریٰ نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کثرت ازواج کو دیکھا لیکن ان کی حسن معاشرہ کی طرف دھیان نہ کیا کہ تم ایک بیوی سے معاشرہ صحیح نہیں رکھ سکے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کثیر التعداد ازواج مطہرات کے ساتھ ایسا نبھایا کہ جس کی مثال نہیں۔ دراصل یہ اعتراض عیسائیوں نے ان پر ایک اعتراض کے جواب نہ ملنے پر اٹھایا وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا اور ہمارے حضور علیہ السلام نے بکثرت نکاح فرمائے۔ اس پر انہوں نے کئی طرح کے اعتراضات اٹھائے۔ اس کی تفصیل ہم نے رسالہ کثرۃ الازواج لصاحب المعراج میں عرض کر دیئے ہیں۔ یہاں حسن معاشرہ کے متعلق عرض کرنا ہے اور بتانا یہ ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی مبارک کا ہر پہلو تابناک ہے اور وہ صرف امت کی تعلیم کے لئے تھا اس میں نہ آپ مجبور تھے اور نہ ضرورت تھی۔

نوٹ:...... معاشرہ میں مشکل ترین شعبہ ازدواجی زندگی ہے بقدر ضرورت فقیر نے عرض کر دیا ہے تاکہ اہل علم کو واضح ہو کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشریت صرف تعلیم الامۃ کے طور پر تھی۔

یارِ غار کے لین دین:

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کے لئے دو اونٹنیاں پال رکھی تھیں۔ بوقت ہجرت انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پیش کیں اور ان دونوں میں جو بہتر تھی اس کو آگے رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ فدا۔ سواری پر تشریف فرما ہوئیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

أنی لا اجلس علی بعیر لیس لی

﴿ترجمہ﴾...... یعنی میں ایسے اونٹ پر نہیں بیٹھتا جو میرا نہ ہو۔

اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ یہ آپ کی نذر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا ولكن الثمن الذى اشتريتها به

﴿ترجمہ﴾......یعنی نہیں (ایسا نہیں) تم نے جس قیمت میں خریدی ہے۔

حضرت صدیق اکبر نے عرض کی کہ اتنے میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

قد أخذ تها بذالك

﴿ترجمہ﴾......یعنی میں نے اسے اسی قیمت میں لے لیا۔

حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا اے اللہ کے رسول وہ آپ کی ہو گئی۔

(سیرت ابن ہشام ص ۱۴۱ تا ۱۴۲)

رہبر راہ دکھلائے:

ہجرت کے لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی پر سوار ہو گئے اور حضرت صدیق اکبر دوسری پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا تا کہ وہ راستہ میں دونوں حضرات کی خدمت کر سکیں اور عبداللہ بن ارقط راستہ دکھانے کے لئے آگے آگے چلنے لگے۔

فائدہ:......سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صرف ایک مثال لکھی ہے تا کہ معلوم ہو کہ آپ کو ہر معاملہ میں امت کی رہبری اور ان کی تعلیم مد نظر تھی ورنہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جان نثاری کے لئے تو یہ ایک معمولی سی بات تھی وہ تن من دھن سب کچھ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرنے کو سعادت ابدی سمجھتے تھے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے لین دین میں نمونہ قائم فرمایا تا کہ امت اسی طریقہ پر گامزن ہو۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ حقوق العباد کے ہر شعبہ میں یونہی بچوں۔ عورتوں، جوانوں، بوڑھوں اپنوں بیگانوں، ہمسائیگان وغیرہ کے لئے اسوۂ حسنہ قائم فرمایا اس میں نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجبور محض تھے اور نہ عاجز۔ صرف تعلیم امت مد نظر تھی اور بس، اس سے کوئی بدبخت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عیوب، ونقائص اور عجز اور مجبوری کی تلاش میں ہے تو وہ اپنی بدقسمتی پر ماتم کرے۔

تواضع کا پیکر:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کو تواضع وانکسار سکھانے کے لئے ایسے امور کر گزرتے جو بظاہر عجز پر دلالت کرتے لیکن اس میں اصل مقصد تعلیم تواضع ہوتی لیکن مخالفین نے ان امور کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاجز بشریت کی دلیل بنا لی۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

حدیث شریف میں ہے کہ:

قیل لعائشة ما ذا کان یعمل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فی بیته قالت کان بشرا من البشر یفلی ثوبه ویحلب شاته ویخدم نفسه

﴿ترجمہ﴾ ......ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر مبارک میں کیا کرتے تھے انہوں نے ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے اپنے کپڑے میں جوں ڈھونڈ لیتے تھے اور اپنا کام خود ہی کر لیتے تھے۔

فائدہ: ......اس حدیث شریف میں جوئیں تلاش کرنے کے جملہ کو یاد رکھنا۔ ہم پہلے آپ کی تعلیم عملی کا عرض کرتے ہیں۔ کہ آپ گھریلو امور ہوں یا خارجی امور ہر معاملہ میں تواضع ہی تواضع ہوتی۔ گھریلو معاملہ کے متعلق سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

جس طرح کوئی شخص اپنے گھر کا کام وغیرہ کرتا ہے، اور اپنے گھر میں خوش اسلوبی کے ساتھ اپنی زندگی گزارتا ہے اپنے کام خود سرانجام دیتا ہے۔ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی طرح زندگی گزارتے ہیں، معمولی سے معمولی اور چھوٹے سے چھوٹا کام بھی اپنے ہاتھ مبارک سے کر لیتے تھے اور اس کی انجام دہی میں کوئی عار محسوس نہیں فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں اولاد آدم علیہ السلام سے ایک اولاد تھے۔ حضرت عبداللہ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی والدہ ماجدہ جناب آمنہ تھی۔ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں سے نہیں تھے۔ جنوں سے نہیں تھے کسی دوسری نوع کی مخلوق سے نہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بہت سی خصوصی عنایات اور بخششوں سے نوازا، وحی الٰہی اور نبوت سے سرفراز فرمایا، معجزات ظاہرہ عطا فرمائے، اپنا حبیب بنایا اپنے دیدار انور سے مشرف فرمایا۔

شمائل ترمذی ص ۲۹ اسی حدیث شریف کے حاشیہ نمبر ۲ مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی پر ہے:

کان بشراً یقوله قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الخ قیل صلی الله علیه وآله وسلم لم یقع علیه ذباب قط ولم یکن القمل یوذیه تعظیما و تکریما لجلهه

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں تمہاری طرح کا بشر ہوں مجھ پر وحی ہوتی ہے۔ الخ

اور محدثین نے فرمایا ہے کہ ہرگز آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اطہر و اقدس پر مکھی نہیں بیٹھی اور نہ ہی جوں آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم انور میں ایذا پہنچانے کے لئے پیدا ہوئی۔ یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال عزت و تعظیم ہے۔

جوئیں نہ تھیں تب بھی تلاشی:

حدیث بالا میں جوں تلاش کرنے کا بھی ذکر ہے اور علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن (مبارک) یا کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی تھی، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جوں بدن کے میل کچیل سے پیدا ہوتی ہے اور پسینہ سے بڑھتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراسر نور تھے وہاں میل کچیل کہاں تھا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ سراسر گلاب تھا جو خوشبو میں استعمال کیا جاتا تھا۔ بھلا عرق گلاب میں جوں کا کہاں گزر ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس تلاش کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس احتمال سے کہ شاید کسی دوسرے کی جوں نہ چڑھ گئی ہو تلاش فرماتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تلاش کرنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا اہتمام کرتے دیکھیں تو زیادہ اہتمام کریں گے۔

(شرح شمائل ص ۲۹۶)

حضرت علامہ یوسف بن اسماعیل النبھانی شرح شمائل میں جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت نقل فرماتے ہیں کہ:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی بلند حوصلہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گھر میں تشریف لے جاتے تو عام لوگوں کی طرح کام کاج میں مصروف ہو جاتے۔ اکثر کپڑے وغیرہ خود ہی سی لیتے۔ گھر کی چیزوں کو خود ہی اٹھاتے رکھتے۔ گوشت کاٹتے، خادم کی مدد فرماتے، گھر سے باہر جاتے تو گدھے پر سوار ہو کر چلے جاتے، اپنے جوتے خود ہی گانٹھ لیتے، قمیص میں پیوند لگا لیتے، چادر پھٹ جاتی تو اسے سی لیتے، اور فرمایا کرتے کہ جو میرے طریقہ سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں، اپنے اونٹ خود چرا لیتے، خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیتے، آٹا خود گوندھ لیتے، بازار سے گھر کا سودا سلف خود اٹھا کر لے آتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی تواضع کی دلیل مندرجہ ذیل حدیث شریف میں ہے:

ابوقتادہ رضی الہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجاشی بادشاہ کا ایک وفد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بنفس نفیس ان کی خدمت اور تواضع میں مصروف ہو گئے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں ارشاد فرمایئے اس خدمت کے لئے ہم کافی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا انہوں نے ہمارے لوگوں کا اعزاز واکرام کیا تھا میں پسند کرتا ہوں کہ بذات خود ان کی مہمان داری اور تواضع کروں"

انتباہ:...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بھی یہی درس دے رہی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں اور بشروں جیسے کہ امور خانہ داری میں خود کو اونچا ظاہر نہیں کرتے تھے تاکہ امت میں کسی کو دینی و دنیوی عہدہ مل جائے تو خود کو دوسروں سے ممتاز نہ سمجھے بلکہ تواضع و انکسار کو ہر وقت سامنے رکھے اور ان سے ایسا برتاؤ کرے کہ وہ اس کے خلق عظیم سے خود بخود اس کے غلام بے دام ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام کے سیدہ عائشہ کے نکاح طلبی پر عرض کیا کہ آپ نے تو مجھے بھائی بنایا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ اخوت اسلامی ہے اور رشتہ کی حرمت اخوت حقیقی پر ہے۔

حبیب کردگار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، گدھا سوار:

دنیا میں سب سے کم درجہ سواری گدھا ہے اہل دنیا اس کی سواری سے نفرت کرتے ہیں بالخصوص دنیا میں جب کسی کو کسی حیثیت سے بڑا رتبہ حاصل ہوتا ہے تو وہ اس سواری پر بیٹھنا عار محسوس کرتا ہے لیکن حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواریوں میں

گدھا بھی ہے اس سے کسی کو غلط فہمی ہو کہ یہ سواری آپ نے مجبوری کے طور اختیار فرمائی تو وہ احمق ہے بلکہ یقین کیجئے کہ گدھا کی سواری کا اختیار بھی امت کی تعلیم کے لئے تھا کہ آپ کی امت کے لوگ اکثریت سے غربت کا شکار ہیں آپ نے ان غرباء، امتیوں کے لئے یہ سواری اختیار فرمائی تا کہ غریبوں کو غریبی کے غم کی بجائے فخر نصیب ہو۔

نکتہ:......صاحب روح البیان نے لکھا کہ:

قل انما انا بشر مثلکم میں حضور سرور عالم نے خود کو بشر تواضعا فرمایا ہے۔اسی لئے آپ متواضعانہ طور مندرجہ ذیل امور سرانجام دیتے تھے۔

﴿۱﴾......مریضوں کی طبع پرسی

﴿۲﴾......جنازہ کے ساتھ پیدل چلنا

﴿۳﴾......گدھے کی سواری

﴿۴﴾......غلاموں کی دعوت قبول فرمانا۔

گدھا کی سواری:

قریظہ ونضیر کی صلح کے دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے جس کی لگام کھجور کے چھوں کی تھی۔اور اس کا گدا بھی کھجور کے چھوں کا تھا۔

شاہی ٹھاٹھ:

غور تو کیجئے کہ کبھی وہ مقام ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہشتی براق پر سوار ہوتے ہیں تو پھر کبھی تواضعا گدھے پر سواری فرماتے۔ہاں ہاں سواریاں مختلف ہوتی تھیں لیکن سوار ہر حیثیت سے ایک ہی صفت پر ہوتے ان کی اہمیت وارادہ میں فرق نہیں آیا تھا۔اگر براق پر سوار ہوئے تو بھی تکبر وعجب نہ ہوا۔اگر گدھے پر سوار ہوئے تب

بھی احساس کمتری کا شکار نہ ہوئے۔

خلق خوش عود بود انجمن مردم را

چوں زنان منگن برسر مجمر دامن

﴿ترجمہ﴾......خوش خلقی انجمن میں خوشبو والی لکڑی (لوبان) ہے عورتوں کی طرح انگیٹھی (پر دامن نہ ڈال) یعنی مت چھپا۔

(روح البیان)

لکڑیاں جمع کرنا:

ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں تھے ایک بکری پکانے کے لئے حکم فرمایا اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا کہ اس کا ذبح کرنا میرے ذمہ ہے دوسرے نے کھال نکالنے تیسرے نے پکانے کے لئے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمہ ہے اس جماعت نے عرض کیا بجائے ذات شریف کے ہم لوگ اس کام کو سرانجام دیں گے۔ ارشاد فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ میری بجائے تم لوگ انجام دے سکتے ہو۔ لیکن کسی امتیازی شان کو میں اپنے لئے پسند نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی اس عادت کو ناپسند فرماتا ہے کہ وہ اپنے احباب کے ساتھ شان امتیازی رکھتا ہو۔ چنانچہ تشریف لے گئے اور خود لکڑیاں جمع فرمائیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(سیرۃ الرسول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ص ۲۲ ج ۳ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

فائدہ:......شاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو کر لکڑیاں کیوں جمع فرمائیں کیا آپ کو محتاجی تھی جبکہ جان نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسی خدمت اپنے ذمہ لگائی لیکن آپ نے تعلیم امت کے لئے یہ کام سرانجام دیا۔ تاکہ احباب کے اجتماع بالخصوص سفر میں بھائی بھائی کے کام آئے بلکہ ہو سکے مشترکہ امور میں سب سے مشکل کام اپنے ذمہ لگائے اگرچہ احباب و

اصحاب میں اسے امتیازی شان حاصل ہو تب بھی اپنی حیثیت کو بالائے طاق رکھ کر خادم بننے کی کوشش کرے اسی میں عزت ہے اور احباب و اصحاب کی نگاہوں میں اس سے عظمت میں اضافہ ہوتا ہے۔ثابت ہوا کہ آپ کی بشریت تعلیم الامۃ ہے۔

مزید براں: لکڑیاں جمع کرنا باعتبار محنت کے اہم اور باعتبار حیثیت کے ادنیٰ کام تھا ذات (مدا ہروحی) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے سب سے مشکل اور ادنیٰ کام اختیار فرمایا۔

اونٹنی کے پاؤں باندھنا:

ایک سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے۔نماز کے لئے ایک مقام پہ اونٹنی سے نیچے اترے پھر اونٹنی کی طرف تشریف لے جانے لگے صحابہ نے عرض کی آپ کہاں جاتے ہیں فرمایا اونٹنی کے پاؤں باندھنے جا رہا ہوں۔(قاعدہ ہے کہ اونٹ سوار جب اونٹ سے اترتا ہے تو اونٹ کے گھٹنے باندھ دیتا ہے تا کہ وہ کہیں جا نہ سکے) صحابہ نے کہا کہ یہ خدمت ہم سرانجام دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص دوسرے سے ادنیٰ مدد کی خواہش نہ رکھے خواہ وہ ایک ٹکڑا مسواک ہی کا کیوں نہ ہو۔

(سیرۃ الرسول ص ۴۳)

سواری سے گر گئے:

ایک دفعہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری سے گر گئے اور مواہب لدنیہ میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ بٹھلانے کے لئے گدھا پر سوار ہونے کے لئے فرمایا کہ میرے پیچھے بیٹھ جاؤ وہ حضور علیہ السلام کا سہارا لیا تو خود بھی گر گئے اور حضور علیہ السلام کو بھی گرا دیا۔یہ تین بار ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس رویہ سے مخالفین حضور علیہ السلام کو اپنا جیسا کمزور بشر ثابت کرتے ہیں حالانکہ آپ کا ایسا کرنا بھی تعلیم

امت کے لئے تھا کہ انسان سواری سے گر جاتا ہے تو اسے سواری کا قصور نہ سمجھے بہت سے بے وقوفوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ سواری سے گرے تو سواری کو مارنا شروع ہو جاتے ہیں وہ نہیں سمجھتے کہ اس میں سواری کا کیا قصور ہے۔ اپنی کمزوری پر محمول کریں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کر کے دکھلایا کہ سواری سے گر جانا انسانی کمزوری ہے حالانکہ آپ سے کمزوری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس سواری پر مخالفین نے تو گرتے دیکھا لیکن شب معراج براق کی سواری کو نہ دیکھا کہ وہ پل بھر میں تیز رفتاری سے کہاں سے کہاں پہنچی لیکن حضور علیہ السلام ایسے شہسوار کہ معمولی طور بھی لچک نہ آئی۔

کمزوروں کو شہسوار بنا دیا:

ایک صحابی حضرت جریر رضی اللہ عنہ سواری پر ٹھہر نہیں سکتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ اسے مضبوط کر دے اور اسے ہدایت فرما اور اسے ہدایت یافتہ بنا۔ حضرت جریر فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں اپنے گھوڑے سے کبھی نہیں گرا۔ پھر اس کے بعد ۱۵۰ گھوڑا سوار حمس قبیلہ کے لے کر میں گیا پھر اس بت خانے کو توڑا اور آگ سے جلا دیا۔

(متفق علیہ مشکوۃ ص ۵۳۵)

خلاصہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سواری سے گرنا بے طاقتی سے نہ تھا تعلیم امت کی لئے تھا۔ اس کی مثال دوسرے مسئلہ سے سمجھئے۔

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکڑی کے ایک بڑے پیالے میں استنجا (پیشاب) فرما کر اسے اپنے تخت کے نیچے رکھ دیا کرتے تھے۔ یہ حدیث شریف گزشتہ ابواب میں مفصل گزری ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ طریقہ اپنی بے طاقتی کی وجہ سے نہ تھا بلکہ امت کی

تعلیم کے لئے تھا کہ انسان بوڑھا ہو جائے اور باہر پیشاب وغیرہ کے لئے جانے میں تکلیف ہوتی ہو اور بڑھاپے میں پیشاب کی زیادتی مشہور ہے تو وہ بستر وغیرہ کو خراب کرنے کی بجائے کوئی برتن وغیرہ رکھ دے تاکہ ضرورت بھی پوری ہو جائے اور سنت پر بھی عمل ہو جائے اور اپنے عزیز بچوں بہو بیٹیوں کی نگاہ میں حقیر نہ سمجھا جائے اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس عمل کو اپنی بشریت کی کمزوری پر محمول کرتا ہے تو اس کی بدبختی ہے۔ ورنہ حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ظاہری طاقت ہزاروں نوجوانوں سے بھی بڑھ کر تھی۔

طاقت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مثالیں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ عرب کا کوئی زور آور ایسا نہیں تھا جو آپ کے مقابلہ میں نہ آیا ہو۔ مگر شکست فاش پا کر نہ لوٹا ہو۔ کتب سیر میں ایسے بہت سے واقعات ہیں جس میں سے دو واقعات ناظرین کی خدمت میں حاضر ہیں۔

﴿۱﴾...... رکانہ نامی مشہور و معروف پہلوان، سرزمین مکہ پر تھا جس کا رعب اور قوت بازو کا بہت چرچا تھا۔ وہ فن پہلوانی میں اپنی نظیر آپ تھا۔ علاقے میں کوئی ایسا زور آور پہلوان نہیں تھا جس کو رکانہ نے نہ پچھاڑا ہو۔ ایک روز اتفاق سے وہ مکہ کی کسی گھاٹی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آ گیا، آپ نے اس سے فرمایا، رکانہ خدا سے کیوں نہیں ڈرتا، رکانہ یہ بات سن کر بولا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنی صداقت پر کوئی شہادت لاؤ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اگر کشتی میں، میں نے تجھے پچھاڑ دیا تو ایمان لے آئے گا، رکانہ نے جواب دیا جی ہاں ایمان لے آؤں گا، آپ نے اسے تیار ہونے کو کہا اور خود اسی لباس میں رہے جسے زیب تن فرمایا ہوا تھا، جب وہ تیار ہو کر سامنے آیا، تو آپ نے بغیر کسی مزاحمت کے اسے زمین پر پٹخ دیا، اس طاقت و قوت سے وہ حیرنا ہوا۔ اس نے

پھر دوبارہ بلکہ سہ بارہ مقابلہ کیا مگر پھر بھی وہ شکست کھا گیا اس قوت بازو کا یہ عالم دیکھ کر حیران ہو گیا اور پوچھنے لگا آپ اتنی قوت و طاقت کے مالک ہیں، رکانہ کے ایمان کے بارے میں مولانا نور بخش توکلی مرحوم نے سیرت رسول عربی میں لکھا کہ فتح مکہ میں ایمان لائے۔

﴿۲﴾......ابوالاسد حجمی بڑا شہ زور پہلوان تھا اور بے انتہا قوت و طاقت کا مالک تھا۔اس نے اک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقابلے کے لئے پکارا اور کہا کہ اگر آپ مجھے زمین پر گرا دیں تو میں آپ کی نبوت پر ایمان لے آؤں گا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے اپنی قوت سے پکڑا اور زمین پر چت کر دیا۔اس قدرت یزداں کو دیکھ کر وہ گھبرا گیا اور آپ سے دوبارہ مقابلہ نہ کر سکا مگر پھر بھی ایمان کی دولت سے محروم رہا۔

(مدارج)

غزوہ حنین میں جب کفار کے حملوں کو روکنے کی بہت سے صحابہ کرام جو بہادری و ہمت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اس ہیجان اور پریشانی سے گھبرا گئے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک میں جنبش تک نہیں آئی جبکہ آپ گھوڑے پر بھی سوار تھے، اور ابو سفیان بن حارث آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے یہ خدمت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ کفار پر حملہ کریں آپ برابر اپنے گھوڑے کو ایڑی لگا کر آگے بڑھنے کی کوشش فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوڑے سے اترے اور خدا سے مدد مانگتے ہوئے ایک مٹھی خاک لے کر دشمنوں کی طرف پھینکی، کوئی دشمن ایسا نہ تھا جس کی آنکھیں مٹی سے نہ بھری ہوں، زبان پر یہ رجز جاری تھا۔

انا النبی لا کذب ، انا ابن عبدالمطلب، یعنی میں نبی ہوں اس میں جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد سے ہوں۔

صحابہ کرام کا کہنا ہے کہ اس موقع پر آپ سے زیادہ کوئی بہادر اور دلیر نہ دیکھا گیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو بہادر دلیر سخی اور خدا سے زیادہ راضی نہیں دیکھا، اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جب کبھی جنگ میں شدت ہو جاتی تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں اور آپ دشمنوں کے زیادہ قریب ہوتے بلکہ ہم آپ کی پناہ ڈھونڈتے ہوئے دشمنوں کے قریب ہو جاتے۔

(مدارج)

قوت وطاقت نبوی کا اصول:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کے ظاہر سے مخالفین دھوکہ کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ میں ڈالتے ہیں حالانکہ اسلامی اصول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت مبارکہ عام بشریت سے ممتاز حیثیت رکھتی ہے مثلاً اسی قوت وطاقت کو لیجئے اس کے بارے میں محدثین لکھتے ہیں:

فی صحیح الاسماعیلی قوۃ اربعین و فی الحلیۃ انہ اعطی قوۃ اربعین کل رجل من رجال اھل الجنتہ و فی الترمذی صححہ ان قوۃ رجل من اھل الجنۃ کمائۃ رجل

(حاشیہ بخاری ۱۴۱پ۲)

﴿ترجمہ﴾..... صحیح اسماعیلی میں ہے کہ نبی علیہ السلام کو چالیس مردوں کی طاقت تھی اور حلیہ میں ہے کہ آپ کو اہل جنتہ کے چالیس مردوں کی قوت دی گئی تھی اور ہر جنتی سو مردوں کی طاقت رکھتا ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں چار ہزار طاقتور مردوں کی طاقت وقوت رکھتے تھے۔ اس کے باوجود آپ کبھی سواری سے گر رہے ہیں تو کبھی کمزوری کا اظہار کرتے

ہوئے پیشاب کے لئے پیالہ رکھوار ہے ہیں اور کبھی نماز باجماعت کی ادائیگی کے لئے دو آدمیوں کے سہارے مسجد شریف میں تشریف لا رہے ہیں یہ سب کچھ کیوں ہے ماننا پڑے گا کہ یہ امت کی تعلیم کے لئے ہے یونہی آپ کی زندگی مبارک کے ہر شعبہ کو سمجھئے اگر یہ بات سمجھ آ گئی تو پھر نہ آپ کے علم پر اعتراض کی گنجائش رہے گی اور نہ آپ کے اختیار پر حرف گیری کرنی پڑے گی اور نہ ہی آپ کی نوری بشریت کے بارے میں شک وشبہ رہے گا۔ ہاں جس کے دل میں بغض وعناد کی بیماری ہو اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

عبادت:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سب کو عبادت الٰہی کا درس دیا کیونکہ عبادت کا معنی ہے:

اقصی غایۃ الخضوع والتذلل

یعنی حد درجہ تعظیم وانکسار کہ جس کے آگے تعظیم کا اور کوئی درجہ نہیں اور یہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ہوگی۔ اس کا اعلیٰ درجہ فرض وواجب اسفل مستحبات ہے آپ ان جملہ امور میں یکتا اور بے مثل ہیں۔

باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کی ادائیگی بایں معنی کہ آپ ان جملہ امور سے کوئی امر ادا نہ فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گرفت ہوگی (معاذ اللہ) آپ نے اگر فرائض وواجبات ادا فرمائے تو بھی تعلیم الامۃ کے لئے اگر ان کی قضا فرمائی تو بھی تعلیم امت کے لئے اس کی مفصل بحث، باب قضا الصلوٰۃ وباب النسیان میں مفصل ہے۔

یہاں سر دست ایک حدیث شریف میں اکتفاء کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو:

عن المغیرۃ قال قام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حتی تورمت قدماہ

فقیل له لم تصنع هذا وقد غفرلك ما تقدم من ذنبك و تاخر قال افلا اکون عبدا شکورا (متفق علیه)

﴿ترجمہ﴾...... مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کو اس قدر طویل قیام کیا کہ آپ کے پاؤں پر ورم ہو گیا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں آپ کے لئے تو اگلے پچھلے سارے کے گناہ بخشے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبادت میں اتنی بڑی مشقت پر فرمایا:

طٰهٰ ما انزلنا علیك القرآن لتشقی (پ ۱۶)

فائدہ:...... شقا تھکان کے معنی ہیں مشہور ہے۔ (روح البیان)

اور آیت کا ترجمہ روح البیان میں ہے کہ قرآن اسلئے نہیں اتارا کہ آپ دنیا یا عقبیٰ میں مشقت اٹھائیں بلکہ آپ کے قلب اطہر پر نازل کیا ہے تا کہ نور الٰہی سے متخلق ہوں تا کہ آپ سے اہل السمٰوٰت والارضین سعادت حاصل کریں اور تفسیر نور العرفان میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر عبادت فرماتے تھے کہ پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ تمام رات نماز پڑھتے اس پر یہ آیت کریمہ اتری، یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار کے ایمان نہ لانے پر بہت زیادہ افسوس فرماتے تھے اس پر یہ آیہ اتری جس میں فرمایا گیا کہ اے محبوب ہم نے قرآن کریم اس لئے نہیں اتارا کہ اس کی وجہ سے آپ جسمانی یا روحانی مشقت میں پڑ جاویں۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انتہائی نعت ہے کہ دوسروں کو اعمال زیادہ کرنے کا حکم ہے مگر حضور کو اعمال کی کمی کا حکم ہے کیونکہ حضور پہلے ہی سے حد سے زیادہ اعمال فرماتے ہیں۔ بہر حال اس مختصر سے بیان سے یہ ثابت ہوا کہ کہ آپ کا عبادت کرنا اور بکثرت اس کا انہاک محض تعلیم امت کے لئے تھا تا کہ امت طریقہ عبادت سیکھ کر زیادہ

سے زیادہ عبادت میں مشغول ہو کر قرب الٰہی پائیں۔

انتباہ:...... جب عبادت کے متعلق یہی عقیدہ رکھنا ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو عبادت کے اطوار سکھائے اور اس کی تحریص و ترغیب دلائی ورنہ عبادت تو آپ کی جبلی تھی کہ گویا آپ سراپا عبادت ہی عبادت تھے کان خلقہ القرآن آپ کا خلق قرآن ہے آپ کی جبلی عادت پر شاہد ہے۔

اسی لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ جملہ اطوار امت کی تعلیم کے لئے تھے ان میں نہ آپ مجبور محض تھے اور نہ محتاج۔

اب چند نمونے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ان عوارض کی تفصیل ملاحظہ ہو کہ آپ کو وہ بحیثیت بشر لاحق تو ہوئے لیکن نہ عام بشروں کی طرح جب یہ عوارض حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے صرف لفظاً ہیں تو باقی عوارض کا حال انہی پر قیاس کیجئے۔

شیطان اور قرین سے پناہ مانگنا:

یہ تحقیق متفقہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر دونوں کے حملوں سے معصوم ہیں لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان سے پناہ مانگی۔

شیطان سے پناہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں میں درجنوں دعائیں مروی ہیں کہ آپ نے شیطان سے پناہ مانگی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کو شیطان کا ڈر تھا یا آپ کو (معاذ اللہ) شیطان گمراہ کرسکتا تھا بلکہ یہ بھی امت کی تعلیم کے لئے تھا کہ وہ ہر وقت اس سے خطرے میں رہیں۔

اجماع امت:

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق جملہ اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ آپ کا ابلیس کچھ نہیں کرسکتا۔ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ہاں آپ کے ساتھ جو قرین رہتا تھا اس کے متعلق شبہ ہوسکتا تھا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ وہ بھی مسلمان ہوگیا تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باوجودیکہ شیطان سے محفوظ ہیں لیکن پھر بھی آپ شیطان سے پناہ مانگتے تھے آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ بھی شیطان سے پناہ مانگتے ہیں آپ نے فرمایا وہ کمینہ مجھ پر بھی حملہ کرسکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی کہ میرے ساتھ رہنے والا شیطان بھی مسلمان ہوگیا۔ اب وہ مجھے خیر بھلائی کے سواء کوئی مشورہ نہیں دیتا۔

فائدہ:...... اس سے ثابت ہوا کہ آپ کو شیطان سے پناہ مانگنے کی ضرورت نہ تھی لیکن آپ نے اپنی امت کو سمجھانے کے لئے شیطان سے پناہ مانگی تاکہ ایک طرف شیطان سے پناہ مانگنے کا طریقہ معلوم ہوجائے دوسرا انہیں اس سے ثواب نصیب ہو۔

حدیث شریف:

ابلیس لعین کا تخت بحر اخضر میں موجود ہے اس کے گرد اس کا لشکر ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کے لشکر میں جو سب سے زیادہ شریر ہوتا ہے وہ اس کے قریب تر ہوتا ہے اور ہر صبح اور شام کو وہ ہر شیطان کی کاروائی دیکھتا ہے۔ خود ابلیس بہت بڑے امور کے سواء اپنے تخت کو چھوڑ کر نہیں جاتا۔

(روح البیان ص ۵۷۵ ج ۴)

شان نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم:

اس مختصر تقریر سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام کا ہر معاملہ مہتم بالشان ہے ان کا کوئی معاملہ عام انسانوں جیسا نہیں اسی لئے ابلیس کو آپ کے ہاں پہنچنے نہیں دیا جاتا۔

ایک عجیب دلیل بارۂ شان نبوت:

حضور علیہ السلام کے متعلق شیطان کے تسلط کا خیال کسی گندے تصور میں آسکتا ہے۔ ورنہ آپ کی امت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن سے ابلیس شیطان وغیرہ ڈرتا تھا۔ باقی رہا آپ کا شیطان سے پناہ مانگنا اس کی ایک دو وجہیں ہیں۔ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک اور صاحب روح البیان نے لکھی ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لئے شیطان سے پناہ مانگتے تھے تا کہ فرمان الٰہی کی تعمیل ہو۔

نکتہ وہابیت سوز:

صاحب روح البیان لکھتے ہیں کہ شیطان ابلیس اور اس کی اولاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب نہیں جا سکتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ آپ کے قریب جاتے تو آپ کے نور سے جل کر راکھ ہو جاتے چنانچہ ان کی اصل عبارت یہ ہے کہ:

لانہ یحترق من نورہ فلا یقرب عنہ

(روح البیان ص ۵۷۶ ج ۴)

تحت آیت: ...... وحفظنا ھامن کل شیطان الرجیم

(سورۃ الحجر ایت ۱۷)

سوال: ...... قرآن مجید میں ہے:

وَاِمَّا یَنزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ

(سورۃ الاعراف آیت ۲۰۰)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ پر شیطان کا حملہ ہو سکتا ہے۔

جواب: ...... یہ بالفرض والتقدیر کی بناء پر ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ

(الاعراف آیت ۲۰۱)

اس قاعدہ کی تحقیق کے لئے فقیر کی تصنیف شرح خصائص کبریٰ مفید ثابت ہوگی۔

بے شک وہ لوگ جو متقی ہیں انہیں جب شیطان مس کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ پس اس وقت وہ دیکھنے والے ہوتے ہیں اس سے یہ ثابت ہوا کہ تمام متقیوں کو شیطان مس کرتا ہے حالانکہ یہ بعض کے لئے ہوتا ہے وہ بھی ذکر الٰہی کی برکت سے محفوظ رہتے ہیں۔

جواب:۔ نمبر 2:...... اگر مان لیا جائے کہ شیطان کا وسوسہ نبی علیہ السلام پر بھی چلتا ہے۔

چنانچہ آیت:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ

(الحج آیت نمبر ۵۲)

دلالت کرتی ہے یعنی ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول اور نبی علیہم السلام بھیجے ہیں ان کی قرآت میں شیطان بھی اپنی قرآت کر لیتا تھا۔ تو اس آیت کا مطلب بھی ظاہر ہے کہ شیطان کو خود اعتراف ہے کہ انبیاء حضرات مخلصین میں سے ہیں اور اس سے پہلے کہہ دیا تھا کہ......

وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۔ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ

(الحجر آیت ۳۹۔۔۴۰)

یعنی میں ان کو گمراہ کروں گا مگر تیرے مخلصین بندوں پر میرا حملہ نہ ہو سکے گا۔ تو چونکہ وہ اپنی عادت پر مجبور ہے اسی لئے جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا کلام تلاوت کرتے ہیں تو وہ اپنی جدوجہد جاری رکھتا ہے۔ اگرچہ سمجھتا ہے کہ وہ اپنی مراد کو نہیں پہنچ سکے گا۔

مسئلہ:...... ہر شیطان سے پناہ مانگنا چاہئے خواہ وہ ایذا پہنچائے یا نہ اس لئے کہ وہ بنی آدم کے ساتھ بہت پرانی عداوت رکھتا ہے اس لئے بنو آدم کو اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اور لازمی ہے۔

تجوبہ برائے افہام مسئلہ حاضر ناظر:

ابلیس گمراہ کرنے میں بنی آدم کے قلوب پر بیک وقت تمام پر وسوسہ ڈال سکتا ہے اور وہ خود اپنے مقام پر موجود رہتا ہے جیسے ملک الموت ایک مقام پر بیٹھ کر روح قبض کر لیتے ہیں (بلا تمثیل ایسے نبی علیہ السلام کے مسئلہ حاضر و ناظر کو سمجھئے کہ مدینہ طیبہ میں رہ کر کائنات کے ذرہ ذرہ میں جلوہ گر ہیں۔

انتباہ:...... یہی وہ مسئلہ ہے جس میں دیوبندی فرقہ کو علمائے عرب و عجم نے مرتد قرار دیا تفصیل دیکھئے۔ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ ان کے ارتداد کا موجب یہی ہوا کہ انہوں نے کہا کہ شیطان اور ملک الموت کا حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور حضور علیہ السلام کے لئے کوئی نص نہیں اسی معنی پر انہوں نے براہین قاطعہ میں صاف لکھ دیا کہ شیطان اور ملک الموت کا علم حضور علیہ السلام کے علم سے زیادہ ہے۔ (معاذ اللہ) بہر حال ہمارے اس موضوع سے واضح ہوا کہ شیطان ابلیس ہو یا قرین شیطان ہر دونوں کے حملوں سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ماننا فرض ہے لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے حملوں سے پناہ مانگتے تھے تو تعلیم امت کے لئے یونہی معصوم ہو کر توبہ و استغفار فرماتے تو تعلیم امت کے لئے وغیرہ وغیرہ۔

خلاصۃ البحث:

چلتے چلتے چند نمونے فقیر نے عرض کئے ہیں تا کہ اہل فہم اپنی بشریت اور بشریت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرق کر سکیں۔ اگر بشریت کے تمام شعبوں کو بیان کیا جائے تو ہر شعبہ کے لئے ضخیم دفتر چاہئے۔ سمجھدار کے لئے اتنا کافی ہے۔ بے سمجھ اور ضدی کے لئے دفاتر بھی ناکافی۔

اب بشریت کے بارے چند سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

سوال:۔......قرآن مجید میں ہے:

قل انما انا بشر مثلکم

﴿ترجمہ﴾...فرمادیجئے بیشک میں تمہاری مثل ہوں

جواب:۔......علماء فرماتے ہیں کہ آیت میں کفار کی طرف خطاب ہے۔ یعنی اے کفار! مجھ سے گھبرو نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں۔ یہ خطاب کفار سے ہے تو مسلمانوں کے لئے کہا گیا:

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ

﴿ترجمہ﴾...تم میں کون مجھ جیسا ہے؟

جواب:۔ نمبر 2:...... مِثْلُکُمْ پر آیت ختم نہیں ہوئی بلکہ آگے فرمایا یُوحیٰ اِلَیَّ میں صاحب وحی ہوں۔ اس جملے سے تو نہایت ہی بھاری فرق ظاہر ہے۔ یعنی بظاہر تو میں تمہارے جیسا ہوں لیکن میرے اور تمہارے درمیان بڑا فرق ہے مثلاً:

﴿۱﴾......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "انا رسول اللہ" میں خدا کا رسول ہوں۔ پس اگر ہم بھی ان کے مثل بشر ہیں تو ہم کیوں نہیں کہہ سکتے؟

﴿۲﴾......محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں تعداد نکاح کی پابندی نہیں۔ وہ جس قدر چاہیں رکھ سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے لئے قید کیوں ہے؟

﴿۳﴾......حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پانچ نمازوں کے علاوہ تہجد بھی فرض ہے۔ ہم پر کیوں نہیں؟

﴿۴﴾......ہم میں سے کسی کی موت کے بعد اس کی بیوی دوسرا نکاح کر سکتی ہے مگر قول الٰہی کے تحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں۔

﴿۵﴾......حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث کوئی نہیں۔انہوں نے کچھ بھی چھوڑا راہِ خدا میں صدقہ کیا گیا۔ہمارے حق میں ایسا کیوں نہیں ہم بھی تو بشر تھے۔

﴿۶﴾......آپ فرشتوں کے ساتھ ہم کلام ہوتے تھے ہم کیوں نہیں ہوئے؟

﴿۷﴾......حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی جگہ وفات دی گئی جہاں وہ چاہتے تھے۔ اگر ہم چاہیں تو کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

﴿۸﴾......ہزاروں معجزات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر ہوئے لیکن ہمارے ہاتھوں معجزہ تو کیا کرامت کا لاکھواں حصہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔آخر ہم بھی تو بشر ہیں۔

بہر حال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ شرعاً ہماری طرح بشر ہیں اور نہ عقلاً۔ان کی پاک اور بے داغ عالیشان حیثیت کا جائزہ کون لے سکتا ہے۔پھر بھی اپنے جیسا بشر ماننے والوں کے لئے چند مثالیں عرض کرتا ہوں ممکن ہے کسی خوش قسمت کو میری بات سمجھ آجائے۔

برادرانِ اسلام! بلاتمثیل عرض ہے کہ:

آج ہم وائرلیس کی وجہ سے اپنے پیغامات پلک جھپکنے میں ہزاروں میل دور مختلف مقامات پر پہنچا سکتے ہیں۔گھر بیٹھے دنیا کی سیر کا لطف اٹھا سکتے ہیں،ریڈیو،وی۔سی۔پی، وی۔سی۔آر۔اور ٹیلیویژن سے نہ صرف خبروں سے واقف ہوتے ہیں بلکہ خبر دینے والے کا جسم اور اس کی تمام حرکات و سکنات بھی دیکھتے ہیں اسی طرح بلاتمثیل کہا جائے کہ انبیاء، اولیاء کو رب العالمین نے گناہوں کی کثافتوں سے پاک، برائی کی باریکیوں سے منزہ نفوسِ قدسیہ کے اجسام میں ایسے لطیف حواس ودیعت فرمائے ہیں جن کی وساطت سے وہ بغیر ٹیلیفون کے ہر دور کی آواز سنتے ہیں۔بغیر براڈ کاسٹنگ مشین کے پوری دنیا میں اپنا پیغام نشر کرتے ہیں۔بغیر ٹیلیویژن اور دوربین کے صرف ظاہری نقوش اور عکس ہی نہیں بلکہ حقیقت تک ان کو نظر آتی ہے۔آیئے ہم دیکھیں کہ شہنشاہ مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہِ نبوت میں

قریب وبعید، شب وروز ماضی، حال اور مستقبل کے تمام مراحل کون سی حیثیت رکھتے ہیں۔
یہاں صرف ان کی قوت باصرہ (دیکھنے کی طاقت) کے چند نمونے عرض کرتا ہوں:

حدیث نمبرا:

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظرا لیھا والیٰ ما ھو کائن فیھا الیٰ یوم القیمہ کانما انظر الیٰ کفی ھذہ جلیا نا من اللہ جلاہ لی کما جلیٰ للنبیّین من قبلی

(خصائص کبریٰ، مواہب لدنیہ، افضل القریٰ۔ نسیم الریاض)

﴿ترجمہ﴾...... بے شک اللہ عزوجل نے میرے سامنے دنیا رکھ ڈالی ہے تو میں اسے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو، ان روشنی کے سبب جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روشن کی جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کے لئے روشن کی۔

یہ حدیث (۱)...... حافظ علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں......

(۲)...... امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں......

(۳)...... امام ابن حجر مکی نے افضل القریٰ میں......

(۴)...... علامہ شہاب مصری نے نسیم الریاض میں......

(۵)...... اور علامہ محمد زرقانی رحمتہ اللہ تعالیٰ اجمعین نے شرح مواہب میں نقل کی اور مقبول ومسلم رکھی۔

حدیث نمبر۲:

بخاری شریف، مسند امام احمد اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم مقاماً فاخبرنا بما یکون فی امته الیٰ یوم القیمة رعاه من رعاه و نسیهٗ من نسیه

﴿ترجمہ﴾......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہوکر اپنی امت میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب بتا دیا۔ جسے یاد رہا یاد رہا اور جو بھول گیا، بھول گیا۔

حدیث نمبر۳:

بخاری شریف اور صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال قام فینا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم مقاماً ما ترك شیئاً یکون فی مقامه ذٰلك الیٰ قیام الساعة۔

﴿ترجمہ﴾......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک بار ہم میں کھڑے ہوکر اس وقت سے قیامت تک ہونے والے واقعات کو بیان فرمایا آخر تک۔

حدیث نمبر۴:

جامع ترمذی شریف میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ ایک دن (سرور قلب وجان) رسول مختار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عصر کی نماز دن سے پڑھی (یعنی اول وقت پڑھی) پھر خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے تو جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اس میں سے کوئی چیز بیان کرنے میں نہ چھوڑی (آخر حدیث تک)

حدیث نمبر ۵:

وانہ کان یریٰ من خلفہٖ کما یریٰ من امامہٖ

﴿ترجمہ﴾......جس طرح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سامنے والوں کو دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے والوں کو بھی دیکھتے تھے۔

(صحیح بخاری)

حدیث نمبر ۶:

وانہٗ کان یریٰ فی اللیل فی الظلمۃ کما یریٰ باالنھار والضوء

﴿ترجمہ﴾......اور جس طرح آپ دن کی روشنی میں دیکھتے تھے اسی طرح رات کی تاریکی میں دیکھتے تھے۔

(بیہقی)

حدیث نمبر ۷:

ھل ترون قبلتی ھھنا واللہ ما یخفیٰ علی خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وراء ظھری۔

(بخاری)

﴿ترجمہ﴾......کیا تم دیکھتے ہو کہ میرا رخ سامنے کی جانب ہے لیکن خدا کی قسم مجھ سے نہ تمہارا رکوع اور نہ خشوع پوشیدہ رہتا ہے میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

حدیث نمبر ۸:

حضرت شریک بن عبداللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں:

والنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نائمۃ عیناہُ ولا ینام قلبہٗ

(بخاری)

﴿ترجمہ﴾......غیب کی خبریں بتانے والے کی صرف آنکھیں سوتیں اور دل بیدار رہتا تھا۔ (یعنی دل بھی دیکھنے پر قادر تھا)۔

حدیث نمبر۹:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ کے بلند مقاموں میں سے کسی مقام پر چڑھے اور فرمایا۔ کیا تم بھی دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

فانی لأری الفِتَن تقع خِلال بیوتکم کوقع المطر

﴿ترجمہ﴾......پس بے شک میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے کس طرح برس رہے ہیں جیسے بارش۔

(بخاری ومسلم)

یہ وہ دو فتنے تھے جو آئندہ پیش آنے والے تھے۔ آپ کی نگاہ دور بین سالوں قبل انہیں دیکھ رہی تھی۔

حدیث نمبر۱۰:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم نے آپ کو دیکھا کہ اسی مقام پر آپ نے کسی چیز کے لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا پھر پوچھا کہ آپ پیچھے ہٹ گئے (یہ کیا بات تھی؟) فرمایا

انی رأیت الجنۃ فتنا ولتُ منھا عنقوراً ولو اخذتُہٗ لأکلتُم مِنۡہُ ما بقیت الدُّنیا. ورأیتُ النّار فلم أرَ کالیومِ منظراً قط افضع

﴿ترجمہ﴾......بے شک میں نے جنت دیکھی تو یہ ارادہ کیا تھا کہ انہیں سے ایک خوشہ لے لوں۔ لے لیتا تو دنیا کے قائم رہنے تک اس میں سے کھاتے رہتے۔ پھر میں نے دوزخ

دیکھی تو ایسا خوفناک منظر کبھی نہ دیکھا جیسا کہ آج دیکھا ہے۔

(بخاری ومسلم)

یہ حدیث طویل ہے...... صرف قوۃ باصرہ کا حوالہ عرض کر دیا گیا ہے اور مزید قوۃ باصرہ کے حوالہ جات فقیر کا رسالہ "نگاہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" دیکھئے۔

ایسے ہی ان حضرات (انبیاء کرام علیہم السلام واولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ) کے حواس مبارکہ کا حال ہے اور حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت مبارکہ کی حالت پاک کا امتیازی نشان ہے۔ تفصیل گزر چکی۔

تقریر حکیم الامت:

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آیت:

انما انا بشر مثلکم کی بہترین تقریر لکھی ہے جی چاہتا ہے عرض کردوں تاکہ قارئین کے لئے مشعل راہ ہو۔

قل ...... اے محبوب فرمادو

تو یہ کلمہ فرمانے کی صرف حضور کو اجازت ہے کہ آپ بطور تواضع وانکساری فرمادیں، یہ نہیں کہ اے لوگوں تم کہا کرو کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں۔ بلکہ قل میں اس جانب اشارہ ہے کہ بشروغیرہ کلمات

بجناحین الا امم امثالکم

(پارہ ۷، سورۃ ۶ آیت ۳۸)

﴿ترجمہ﴾...... بازوؤں سے اڑنے والے تمہاری مثل امم ہیں۔

یہاں بھی کلمہ امثال موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر انسان گدھا الو جیسا ہے۔ ہرگز نہیں "انما" کا حصر اضافی ہے نہ کہ حقیقی، یعنی میں نہ خدا ہوں نہ خدا کا بیٹا بلکہ تمہاری طرح

خالص بندہ ہوں جیسے ہاروت، ماروت کا کہنا:

انما نحن فتنة

چوتھے اس طرح کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ایمان، عبادات معاملات غرض یہ کہ کسی شئی میں ہم جیسے نہیں۔ ہر بات میں فرق عظیم ہے۔ حضور علیہ السلام کا کلمہ انا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اللہ کا رسول ہوں۔ اگر ہم یہ کہیں تو کافر جائیں۔ حضور کا ایمان دیکھی ہوئی چیزوں پر کہ رب تعالیٰ کو جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمالیا، ہمارا ایمان سنا ہوا ہے۔ ہمارے لئے ارکان اسلام پانچ، حضور کے لئے چار، یعنی آپ پر زکوۃ فرض نہیں۔ دیکھو شامی، کتاب الزکوۃ، ہم پر پانچ نمازیں فرض، حضور علیہ السلام پر چھ چھٹا یعنی تہجد بھی فرض ومن اللیل فتهجد به نافلة لك ہم کو چار بیویوں کی اجازت۔ حضور علیہ السلام کے لئے کوئی تعداد ازواج معین ومقرر نہیں جس قدر چاہیں فرمائیں۔ ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہیں۔ مگر حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات سب مسلمانوں کی مائیں "وازواجه امهاتهم" کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں ولا تنكحوا ازواجه من بعده ابداً ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہو۔ حضور کی میراث نہ بٹے۔ ہمارا پیشاب پاخانہ ناپاک۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات شریفہ امت کے لئے پاک۔ (دیکھو شامی باب الانجاس)

"مرقات" باب احکام المیاہ، فصل اول میں ہے:

و من ثم اختار كثير من اصحابنا طهارة فضلاته

اسی مرقات باب الستر کے شروع میں ہے:

ولذا حجمه ابو طيبة فشرب دمه

اسی طرح مدارج النبوۃ جلد اول وصل عرق شریف صفحہ ۲۵ میں بھی ہے۔ یہ تو شرعی احکام میں

فرق بتائے گئے ورنہ لاکھوں امور میں فرق عظیم ہے۔ہم کو اس ذات کریم سے کوئی نسبت نہیں۔

بے مثلی حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو

نہیں کوئی تمہارا ہم رتبہ نہ کوئی تمہارا ہم پایا

اس قدر فرق عظیم کے ہوتے ہوئے مثلیں کے کیا معنی

پانچویں اس طرح کہ اس آیت میں ہے بشر مثلکم یہ نہیں ہے کہ انسان مثلکم بشر کے معنی ہیں ذو بشرہ، یعنی ظاہری چہرے مہرہ والا، بشر کے معنی ہیں ظاہری کھال کے تو معنی یہ ہوئے کہ میں ظاہر رنگ و روپ میں تم جیسا معلوم ہوتا ہوں کہ اعضائے بدن دیکھنے میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے یوحی الی ہم صاحب وحی ہیں۔یہ گفتگو بھی صرف ظاہری طور پر ہے ورنہ ہمارے ظاہری اعضا کو حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارکہ سے کوئی نسبت نہیں۔قدرت الٰہی تو دیکھو کہ منہ کا لعاب شریف کھاری کنویں میں پڑے پانی کو میٹھا کر دے۔حدیبیہ کے خشک کوئیں میں پڑ جاوے تو پانی پیدا کر دے حضرت جابر کی ہانڈی میں پڑ کر شوربا اور بوٹیاں بڑھا دے۔آٹے میں پڑے تو آٹے میں برکت دے صدیق کے پاؤں میں پہنچ کر سانپ کے زہر کو دفع کرے۔عبداللہ ابن عتیک کے ٹوٹے ہوئے پاؤں میں پہنچ کر ہڈی جوڑ دے۔حضرت علی کی دکھتی ہوئی آنکھ سے لگے تو کحل الجواہر کا کام دے۔آج ہزار روپیہ کی دوا بھی اس قدر اثر نہیں رکھتی۔اگر سر پاک سے قدم پاک تک ہر عضو شریف کی برکات دیکھنا ہیں تو ہماری کتاب شان حبیب الرحمان کا مطالعہ کرو۔ہمارے ہر عضو کا سایہ حضور کے کسی عضو کا سایہ نہیں پسینہ پاک میں مشک و عنبر سے بہتر خوشبو۔اس کی تفصیل گزشتہ اوراق میں فقیر اویسی غفرلہٗ نے عرض کر دی ہے۔

چھٹے اس طرح کہ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد اول باب سوم وصل ازالہ شبہات میں فرماتے ہیں

ودر حقیقت متشابہات اند علماء آں را معانی لائقہ تاویلات رائقہ کردہ راجع بحق ساختہ اند

یہ آیات حقیقت میں متشابہات ہیں کہ علماء نے ان کے مناسب معانی اور بہتر تاویلیں کر کے حق کی طرف پھیرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح:

یَدُ اللّٰہِ فَوقَ اَیدِیھِم یَا مَثَلُ نُورِہٖ کَمِشکٰوۃٍ

وغیرہ آیات جو بظاہر شان خداوندی کے خلاف معلوم ہوتی ہے وہ متشابہات ہیں۔ اسی طرح اِنَّمَا بَشَرٌ وغیرہ وہ آیات جو بظاہر شان مصطفیٰ کے خلاف ہیں متشابہات ہیں لہٰذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔

ساتویں اس طرح کہ روزہ وصال کے بارے میں حضور نے فرمایا اَیُّکُم مِثلِی تم میں ہم جیسا کون ہے؟ بیٹھ کر نفل پڑھنے کے بارے میں فرمایالکنی لست کاحد منکم لیکن ہم تمہارے طرح نہیں۔ صحابہ کرام نے بہت موقعوں پر فرمایا اینا مثلہ ہم میں حضور علیہ السلام کی طرح کون ہے؟ احادیث تو فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے نہیں اور اس آیت سے خا دتا ہے کہ ہم جیسے ہی ہیں ان میں مطابقت کرنا ضروری ہے وہ اسی طرح ہو سکتی ہے کہ آیت میں تاویل کی جاوے۔

آٹھویں اس طرح کہ تفسیر روح البیان سورہ مریم میں کٓھٰیٰعٓصٓ کے ماتحت ہے کہ حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں۔ صورت بشری صورت حقی، صورت ملکی۔ بشریت کا ذکر اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ حقی کا ذکر ہوا مَن رَاٰنِی فَقَدرَ اَلحَقَّ جس نے ہم کو دیکھا حق کو دیکھا صورت ملکی کا ذکر فرمایا لِی مَعَ اللّٰہِ وَقتٌ لَا یَسَعُنِی فِیہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُرسَلٌ بعض وقت ہم کو اللہ سے وہ قرب ہوتا ہے کہ نہ اس میں مقرب فرشتہ کی گنجائش ہے نہ مرسل

نبی کی۔ معراج میں سدرہ پہنچ کر طاقت جبریلی ختم ہوگئی۔ مگر حضور علیہ السلام کی بشری طاقت کی ابھی ابتداء نہ تھی۔ اس آیت میں محض ایک صورت کا ذکر ہے۔

نویں اس طرح کہ بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ میں یہ تو فرمایا کہ ہم تم جیسے بشر ہیں یہ نہ فرمایا کہ کس وصف میں تم جیسے ہیں یعنی جس طرح تم محض بندے ہو۔ نہ خدا نہ خدا کے بیٹے نہ خدا کی صفات سے موصوف اسی طرح میں عبداللہ ہوں نہ اللہ ہوں۔ نہ ابن اللہ ہوں عیسائیوں نے چند معجزات دیکھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہہ دیا۔ تم ہمارے صدہا معجزات دیکھ کر یہ نہ کہہ دینا بلکہ کہنا عبداللہ ورسولہ۔

تفسیر کبیر شروع پارہ ۱۲ از یر آیت فَقَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا قصہ نوح میں ہے کہ نبی بشر اس لئے ہوتے ہیں کہ اگر فرشتہ ہوتے تو لوگ ان کے معجزات کو ان کی ملکی طاقت پر محمول کر لیتے۔ آپ جب بشر ہو کر یہ معجزات دکھاتے ہیں تو ان کا کمال معلوم ہوتا ہے غرضیکہ انبیاء کی بشریت ان کا کمال ہے۔ لہٰذا آیت کا مقصود یہ ہوا کہ ہم تم جیسے بشر ہو کر ایسے کمالات دکھاتے ہیں۔ تم تو دکھادو۔

دسویں اس طرح کہ بہت سے الفاظ وہ ہیں جو پیغمبر اپنے لئے استعمال فرما سکتے ہیں اور وہ ان کے اہل ہیں مگر دوسرا کوئی ان کی شان میں یہ کہے تو گستاخی ہے دیکھو آدم علیہ السلام نے عرض کیا رَبَّنَا ظَلَمۡنَاۤ اَنۡفُسَنَا یونس علیہ السلام نے رب سے عرض کیا اِنِّىۡ كُنۡتُ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا فَعَلۡتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيۡنَ لیکن کوئی دوسرا اگر ان حضرات کو ظالم یا ضال کہے تو ایمان سے خارج ہوگا۔ اسی طرح بشر کا لفظ بھی ہے۔

سوال ۱:...... حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا:......

وَاكۡرِمُوۡا اَخَاكُمۡ

تم اپنے بھائی کا (ہمارا) احترام کرو جس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہمارے بھائی ہیں۔ مگر بڑے بھائی ہیں نہ کہ چھوٹے۔

﴿۳﴾......قرآن فرماتا ہے:

وَاِلیٰ مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْباً وَ اِلیٰ ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا وَاِلیٰ عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا۔

(پارہ ۸ سورہ ۷)

ان آیات میں رب نے انبیائے کرام کو مدین ثمود اور عاد کا بھائی فرمایا معلوم ہوا کہ انبیاء امتیوں کے بھائی ہوتے ہیں۔

جواب ا۔......حضور علیہ السلام نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور تواضع وانکسار فرمایا اَخَاکُمْ اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی؟ ایک بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں تو رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر پکارے۔ اسی طرح رب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب وصالح وہود علیہم السلام مدین اور ثمود اور عاد قوموں میں سے تھے۔ کسی اور قوم کے نہ تھے۔ یہ بتانے کے لئے اَخَاھُمْ فرمایا یہ کہاں فرمایا کہ ان کی قوم والوں کو بھائی کہنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور ہم پہلے باب میں ثابت کر چکے ہیں کہ انبیائے کرام کو برابری کے القاب سے پکارنا حرام ہے۔ اور لفظ بھائی برابری کا لفظ ہے۔ باپ بھی گوارہ نہیں کرتا کہ اس کا بیٹا اس کو بھائی کہے۔

سوال ۵۔......قرآن کہتا ہے:......

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ

مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام بھی مومن ہیں لہذا آپ بھی ہم مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو حضور علیہ السلام کو کیوں نہ بھائی کہا جاوے۔

جواب:

پھر تو خدا کو بھی اپنا بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن میں ہے:

الملك القدوس السلام المؤمن

اور ہر مومن آپس میں بھائی۔ لہٰذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی معاذ اللہ۔ نیز بھائی کی بیوی بھابھی ہوتی ہے اور اس سے نکاح حلال اور نبی کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں ان سے نکاح کرنا حرام ہے۔ (قرآن کریم) لہٰذا نبی ہمارے لئے مثل والد ہوئے والد کی بیوی ماں ہے نہ کہ بھائی کی۔ جناب ہم تو مومن ہیں۔ اور حضور علیہ السلام عین ایمان۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے:

فالصدق فی الغار والصدیق لم یریا

﴿ترجمہ﴾......یعنی غار ثور میں صدق بھی تھا صدیق بھی تھے

حضور علیہ السلام اور عام مومنین میں صرف لفظ مومن کا اشتراک ہے جیسے رب اور عام مومنین میں نہ کہ حقیقت مومن میں ہم اور طرح کے مومن ہیں اس کی تفصیل ہم جواب نمبر ا میں بیان کر چکے ہیں۔

سوال:......حضور علیہ السلام اولاد آدم ہیں ہماری طرح کھاتے پیتے سوتے جاگتے اور زندگی گزارتے ہیں بیمار ہوتے ہیں، موت آتی ہے اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے ان کو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جاوے۔

جواب:......اس کا فیصلہ مثنوی میں خوب فرمادیا ہے:

گفت اینك ما بشر ایشاں بشر　　ما و ایشاں بستہ خوابیم وخور!

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ　　هست فرقے درمیاں بے انتہا

هر دو یك گل خورد و زنبور و نحل　　زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل

ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب — زیں یکے شد نیش زاں دیگر عسل
ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب — زیں یکے سرگیں شد و زلی مشکناب
ایں خورد گرد و پلیدی زیں جدا — واں خورد گرد وہمہ نور خدا

کفار نے کہا کہ ہم اور پیغمبر بشر ہیں کیونکہ ہم اور وہ دونوں کھانے سونے میں وابستہ ہیں اندھوں نے یہ نہ جانا کہ انجام میں بہت بڑا فرق ہے۔ بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہے مگر اس سے زہر اور اس سے شہد بنتا ہے۔ دونوں ہرن ایک ہی دانہ پانی کھاتے ہیں۔ مگر ایک سے پاخانہ اور دوسرے سے مشک بنتا ہے۔ یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی ہے نبی کے کھانے سے نور خدا ہوتا ہے۔

یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری کتاب اور قرآن یکساں ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں۔ ایک ہی قسم کے حروف تہجی سے دونوں بنیں ایک ہی پریس میں چھپیں۔ ایک ہی جلد ساز نے جلد باندھی۔ ایک ہی الماری میں رکھی گئیں۔ پھر ان میں فرق ہی کیا ہے۔ مگر کوئی بے وقوف بھی نہیں کہے گا کہ ان ظاہری باتوں سے ہماری کتاب قرآن کی طرح ہوگئی۔ تو ہم صاحب قرآن کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یہ نہ دیکھا کہ حضور کا کلمہ پڑھا جاتا ہے ان کو معراج ہوئی ان کو نماز میں سلام کرتے ہیں ان پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء ان کے خدام بارگاہ ہیں۔ یہ اوصاف ماو شما تو کیا ملائکہ کو بھی نہ ملے۔

محمد بشر لا کالبشر — یاقوت حجر لا کالحجر
حضور علیہ السلام بشر ہیں عام بشر نہیں — یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں

بعض دیوبندی کہتے ہیں کہ اگر حضور کو بشر کہنا حرام ہے تو چاہیے کہ انسان یا عبد کہنا بھی حرام

ہو کہ ان سب کے معنی قریب قریب ہیں۔ پھر تم کلمہ میں عَبدُہٗ وَرَسُولُہٗ کیوں کہتے ہو؟

جواب:...... یہ ہے کہ لفظ بشر کفار بہ نیت اہانت کہتے تھے اور نبی کو رب نے انسان یا عبد بطور تعظیم فرمایا:

خلق الانسان علمه البیان اور اسری بعبدہٖ لیلاً

لہٰذا یہ الفاظ تعظیماً کہنا جائز ہے اور بشر کہنا حرام ہے جیسے راعنا اور انظرنا ہم معنی ہیں مگر راعنا کہنا حرام ہے کہ طریقہ کفار ہے۔

ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا:

عبد دیگر عبدہٗ چیزے وگر او سراپا انتظار او منتظر

حضور کی عبدیت سے رب کی شان ظاہر ہوتی ہے اور رب کی عظمت سے ہماری عبدیت جیسی وزیر بھی شاہی خادم ہے اور سپاہی بھی مگر وزیر سے بادشاہ کی شان کا ظہور اور شاہی نوکری سے سپاہی کی عزت۔

سوال:...... شمائل ترمذی میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں:

کان بشر من البشر حضور علیہ السلام بشروں میں سے ایک بشر تھے۔ اسی طرح جب حضور علیہ السلام نے عائشہ صدیقہ کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمانا چاہا۔ تو صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کو حلال ہے۔ دیکھو حضرت عائشہ نے حضور علیہ السلام کو بشر کہا اور صدیق نے اپنے کو حضور کا بھائی بتایا۔

جواب:...... بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے احکام ہیں۔ حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورتاً اس کلمہ کو استعمال فرمایا ہے۔ صدیقہ الکبریٰ تو یہ فرما رہی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک نہایت بے تکلفی اور سادگی سے عام

مسلمانوں کی طرح گزری کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ ہی سے انجام دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور نے مجھے خطاب اخوت سے نوازا ہے کیا اس خطاب پر حقیقی بھائی کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ اور میری اولاد حضور کو حلال ہوگی یا نہیں؟ ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں۔ حضرت خلیل نے ایک ضرورت پر حضرت سارہ کو فرمادیا ھذا اختی یہ میری بہن ہیں حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت سارہ اب آپ کو بھائی کہہ کر پکارتیں۔

ہم ان حضرات کا عام محاورہ دکھاتے ہیں سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام رشتہ میں صدیقہ کے زوج اور سیدنا علی کے چچازاد بھائی حضرت عباس کے بھائی کی اولاد ہیں۔ مگر یہ حضرت جب بھی روایت حدیث کرتے ہیں تو صدیقہ یہ نہیں فرماتیں کہ میرے زوج نے فرمایا، یا حضرت عباس یا حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ نہیں کہتے کہ ہمارے بھتیجے یا ہمارے بھائی نے یہ فرمایا۔ سب یہ ہی فرماتے ہیں:

قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم تو جو حضرات رشتہ کے لحاظ سے بھائی ہیں وہ بھی بھائی نہیں کہتے تو ہم کمینوں غلاموں کو کیا حق ہے کہ بھائی کہیں۔

نسبت خود بسگت کردم وبس منفعلم　　　زانکہ نسبت بسگ کوئے توشد بے ادبی است

ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب　　　ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

جناب شروع اسلام میں تو یہ حکم تھا کہ حضور علیہ السلام سے کچھ عرض کرنا چاہے وہ پہلے کچھ صدقہ دے بعد میں عرض کرے۔ قرآن فرماتا ہے

یا یھا الذین اٰمنوا اذانا جیتم الرسول فقد موابین یدی نجوا کم صدقة

(پارہ ۲۸ سورہ ۵۸ آیت ۱۲)

یعنی اے ایمان والو جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو۔ تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو۔

سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر عمل بھی کیا کہ ایک دینار خیرات کر کے دس مسائل دریافت کیے (تفسیر خازن یہی آیت) پھر یہ حکم اگرچہ منسوخ ہوگیا۔ مگر محبوب علیہ السلام کی عظمت شان کا پتہ لگ گیا کہ نماز میں رب سے ہمکلام ہو تو صرف وضو کرو۔ لیکن حضور علیہ السلام سے عرض معروض کرنا ہو تو صدقہ کرو پھر بھائی کہنا کہاں رہا۔

نوٹ:...... حضرت مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے نقل کردہ سوالات سے جوابات کے بعد مزید کوئی ضرورت نہیں صرف آخر میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدائی وحی کی بحث ضروری ہے کہ اس کے ظاہر سے مخالفین حضور علیہ السلام کو نہ صرف اپنے جیسا ثابت کرتے ہیں بلکہ شور مچاتے ہیں کہ (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلی وحی سے پہلے علم تک نہ تھا کہ آپ نبی ہیں یا عہدہ نبوت سنبھالیں گے بلکہ عین نزول وحی بھی آپ کی بشریت کا عجز اور بے خبری واضح ہے۔ فقیر آئندہ اوراق میں اس پر مختصر تبصرہ عرض کرے گا۔

آغاز اظہار نبوت:

اظہار نبوت سے قبل حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں حیثیتیں بطریق اتم ظاہر ہوتی ہیں لیکن افسوس کہ منکرین کمالات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار و مشرکین کی طرح صرف بشر ماننا آپ کی نوری حقیقت کا یاسرے سے انکار کر دیا یا نوری حیثیت کی روایات کو موضوع یا ضعیف قرار دے کر اپنا رشتہ کفار و مشرکین سے جوڑا پھر جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو اس وقت سے لے کر آپ کے وصال مبارک بلکہ بعد کی تمام حیثیات کو من حیث البشر، بشر بشر کی رٹ لگاتے رہے اور لگا رہے ہیں

اہلسنت کا عقیدہ	مخالفین کا عقیدہ
حضور ظہور نبوت سے پہلے بھی نبی تھے صرف اب اظہار فرمایا	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم تک نہ تھا کہ میں نبی بنوں گا
حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدائشی عالم تھے صرف نبوت کے طریقہ کار کو عمل میں لانے کے لئے من حیث البشر ظاہر نہیں فرمایا	آپ کو کچھ خبر نہ تھی اسی لئے جب جبرائیل علیہ السلام آئے تو ڈر گئے گھبرا گئے وغیرہ وغیرہ
ابتدائے وحی تا وصال من حیث البشر امور سرانجام دیئے تاکہ امت کو بشریت کی تعلیم سے عرفان الٰہی نصیب ہو	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر امر میں مجبور محض تھے عام بشر و انسان کی طرح آپ نے امور بشریت طے فرمائے۔

تفصیل آغاز وحی:

حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ:

منقول ہے کہ جب ظہور نبوت کا وقت قریب آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلوت اور گوشہ نشینی محبوب (۱) کر دی گئی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ حراء میں جسے جبل نور بھی اس سے تعلیم مدنظر تھی کہ خلوت (گوشہ) نشینی سے ہی معرفت الٰہی کا حصول آسان ہے ورنہ جو خدا خلوت میں نبوت عطا کرتا ہے وہ جلوت میں بھی کر سکتا ہے۔ اویسی غفرلہٗ

اہلسنت اور مخالفین کا اسی پہلی وحی سے اختلاف شروع ہو جاتا ہے وہ ترجمہ کرتے ہیں میں پڑھا ہوا نہیں یہ غلط ہے اس لئے صیغہ اسم فاعل کا معنی مفعول کہاں سے نکل آیا ہم

معنی کرتے ہیں میں پڑھتا نہیں یا پڑھنے والا نہیں وغیرہ وغیرہ اویسی غفرلہٗ

کہتے ہیں خلوت نشینی اختیار فرمائی۔ اس جگہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمال کعبہ سے چشم مبارک کو روشن بھی فرماتے اور عبادت الٰہی بھی کرتے اور رب العزت کی جانب متوجہ ہو کر عالم استغراق میں بیٹھا بھی کرتے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ایسی خلوت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت فکر سے تھی یا ذکر سے لیکن مذہب مختار یہ ہے کہ قلبی وزبانی ذکر سے تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت مَن سے جو کچھ آپ کے نزدیک ثابت تھا یا ہر وہ چیز جو آپ کے نزدیک انبیاء سابقین علیہم السلام کی شریعت میں سے ثابت تھی یا جو چیز آپ کی بصیرت میں مستحسن تھی اس پر عمل فرماتے تھے۔ آپ اپنے کاشانہ اقدس سے کچھ طعام لے جایا کرتے اور جب طعام ختم ہو جاتا یا گھر والوں کی جانب رجحان ہوتا تو پہاڑ سے اتر آتے۔ اس کے بعد آپ توشہ لے کر دوبارہ تشریف لے جاتے۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال ایک مرتبہ مکہ کی بستی سے باہر تشریف لے جاتے اور ایک ماہ غار حرا میں خلوت گزیں رہتے جب ایام وحی قریب آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلوت وعبادت میں کثرت کر دی اور التزام شروع فرما دیا یکا یک آپ پر حق کا ظہور ہوا، وحی اتری اور قرآن مجید نازل ہوا، کوئی (۲) یہ خیال نہ کرے کہ نبوت کا ظہور اور وحی کا ورود ریاضت ومجاہدہ اور عبادت کے اثر سے تھا اس لئے کہ نبوت، حق تعالیٰ کی محض عنایت وموہبت ہے اس میں کسب وعمل کا کوئی دخل نہیں ہے۔

تبارك الله ما وحی بمكتسب ولا نبی علی غيب بمتهم

ہاں ولایت میں کسب وریاضت سے البتہ کچھ نسبت وتعلق ہے اور اس میں اس کی تاثیر کا کچھ

(۱) یہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا بیان ہے۔ اویسی غفرلہٗ

(۲) اس میں مرزائیوں کا رد ہے کہ وہ نبوت کو بھی کسبی سمجھتے ہیں۔ اویسی غفرلہٗ

دخل ہے کیونکہ اس کے ذریعہ بعض جہانوں کا کشف، بعض روحانیت کا مشاہدہ اور بعض معانی کا الہام حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن نبوت قرب خاص اور ایک مخصوص نسبت ہے جس کا تعلق وحی آسمانی سے ہے اس کے حامل روح القدس ہیں جنہیں روح الامین اور جبریل کہتے ہیں۔ یہ منصب رفیع محض اصطفاء اور اجتباء الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔

جبرائیل کی حاضری:

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں فرشتہ وحی لے کر حاضر ہوا تو اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کو مژدہ ہو کہ میں جبریل ہوں اور مجھے حق تعالیٰ نے آپ کے پاس بھیجا ہے آپ امت کی جانب خدا کے رسول ہیں۔ آپ جن وانس کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی دعوت دیجئے۔ اور کہا اے محمد پڑھیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں یا میں پڑھتا نہیں۔

فائدہ:...... مطلب یہ کہ میں اُمی ہوں، کسی سے میں نے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا، اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے اپنی آغوش میں لیا اور پوری طاقت صرف کی جتنی کہ میری اس کے ساتھ تھی۔ حدیث کے لفظ دو معنی کو متحمل ہیں ایک یہ کہ جبریل نے آغوش میں لے کر اپنی پوری طاقت جتنی اس میں تھی مجھ پر صرف کر دی اور وہ بے بس ہو گئے دوسرے معنی یہ کہ جتنی میری طاقت تھی اتنی زور سے مجھے آغوش میں لے لیا اور میں بے طاقت ہو کر بے بس ہو گیا لیکن درست پہلے ہی معنی ہیں شارحین نے اس کی تصریح کی ہے پھر جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو چھوڑ کر دوبارہ کہا پڑھئے۔ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ جبریل نے پھر آغوش میں لیا اور بھینچا پھر چھوڑ کر کہا پڑھئے؟ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں۔ تیسری مرتبہ پھر جبریل نے آغوش میں لیا اور بھینچا اور کہا...... اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ

عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَم

یعنی پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھیے اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا۔ آدمی کو وہ سکھایا جو نہ جانتا تھا۔

فائدہ:.....ایک روایت میں ہے کہ جبریل نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شیطان کے شر سے استعاذہ کیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

پھر جبریل نے کہا کہیے:

بسم الله الرحمٰن الرحيم

اس کے بعد کہا:

اقراء باسم ربك الذى خلق

مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی قوت وطاقت کی جانب نظر نہ ڈالئے بلکہ ہماری تائید وتقویت پر نظر رکھئے کیونکہ ہم آپ کے رب اور آپ کے معلم ہیں۔

ازالہ وہم:

جبریل علیہ السلام کا آغوش میں لے کر دبانا یہ ایک قسم کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود گرامی میں ملکوتی انوار داخل کر کے تصرف کرنا تھا تا کہ آپ وحی کے قبول کرنے میں آمادہ اور اس کے ماسواء سے خالی وبے التفات ہو جائیں۔ نیز اس میں اس قول کے وزنی ہونے کی جانب اشارہ ہے جو آپ کی جانب القا ہونے والا ہے جبکہ قرآن کریم میں ہے:

إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا

بے شک ہم آپ پر وزنی قول القاء فرمائیں گے۔

اس سے اس جانب بھی اشارہ ہے کہ یہ از قسم تخیل ووسواس نہیں ہے اس لئے کہ تخیل ووسواس کی تاثیر اور تصرف جسم میں نہیں ہوتی۔ اور اس میں بار بار کی تکرار سے مقصود، تاکید ولزوم اور مبالغہ ہے۔ اس جگہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد:

ما انا بقارئ میں ایک بحث ہے وہ یہ کہ امی کا تعلیم وتلقین کے ذریعہ کسی کلام کو پڑھنا کیسے بعید وخلاف ہے باوجودیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصاحت و بلاغت کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ البتہ کسی کتاب کو یا کسی لکھی ہوئی تحریر کو پڑھنا امیت کے منافی ہے۔ اس لئے یہ کلمہ اس مقام کی ہیبت اور دہشت سے ہی صادر ہوا ہوگا اور حدیث کے شارحین نے اس کلمہ کو امیت پر ہی محمول کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے کہا:

اقراء یا محمد

تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں کیا پڑھوں میں نے تو کچھ پڑھا نہیں؟ اس پر جبریل نے ایک جنتی حریر کا نامہ نکالا جو موتی اور یاقوت سے مرصع تھا۔ اور کہا پڑھیے حضور نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟ پھر جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آغوش میں لیا اور خوب بھینچا۔ آخر حدیث تک یہ معنیٰ امیت کے مناسب ہیں۔

اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے زمین پر پاؤں مارا اور چشمہ نکالا۔ اس سے وضو کیا جو کلی کرنے تک پانی ڈالنے، چہرہ اور دونوں ہاتھ دھونے اور سر کا ایک بار مسح کرنے پر مشتمل تھا۔ اس فعل کے ذریعہ وضو کرنا سکھانا مقصود تھا۔ غالباً اس قسم کے افعال میں عملی تعلیم، قولی تعلیم سے خاص کر زیادہ آسان اور سہل ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی وضو کیا، پھر جبریل علیہ السلام نے ایک چلو پانی لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر چھینٹا دیا اور آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھائی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے مقتدی بنے۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اسی طرح وضو کرنا اور نماز پڑھنا ہے۔

یہ بات تعلیم قولی میں بھی آچکی ہے۔(۱)

پھر جبریل علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ کی جانب مراجعت فرمائی تو آپ کا قلب مبارک اور کنپٹیوں کا گوشت لرز رہا تھا جس طرح خوف و دہشت کے وقت ہوا کرتا ہے یا جیسے کہ گائے کے ذبح کے وقت ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر فرمایا زملونی زملونی مجھے کمبل اڑھاؤ، مجھے کمبل اڑھاؤ انہوں نے آپ کے جسم انور پر کمبل ڈالا اور چہرۂ انور پر سرد پانی کے چھینٹے دیئے تاکہ خوف دور ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خدیجہ سے سارا حال بیان کیا اور فرمایا مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں خطرے میں نہ پڑ جاؤں۔ سیدہ خدیجہ نے عرض کیا آپ غم نہ کھائیے اور خوش رہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ، آپ کو کسی خطرے میں نہ ڈالے گا اور نہ آپ کو کسی کے آگے ذلیل ورسوا ہونے دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اچھائی ہی فرمائے گا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلہ رحمی فرماتے، عیال کا بوجھ اٹھاتے، ریاضت ومجاہدہ کرتے، مہمان نوازی فرماتے، بیکسوں اور مجبوروں کی دستگیری کرتے محتاجوں اور غریبوں کے ساتھ بھلائی کرتے، لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے، لوگوں کی سچائی میں ان کی مدد اور ان کی برائی سے حذر فرماتے ہیں یتیموں کو پناہ دیتے، سچ بولتے اور امانتیں ادا فرماتے ہیں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح کے امی ہیں فقیر کا رسالہ "پڑھا لکھا امی" پڑھیے۔ اویسی غفرلہٗ

(۱) لطیفہ ایسے امور سے ایک بدبخت ٹولی نے ثابت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استاد تھے حالانکہ ان کا ایسا کرنا اور حضور علیہ السلام کا ویسا کرنا اسی لئے تھا کہ یہی نبی آخر الزمان ہیں یہ ہمارا موقف ہے۔ اویسی غفرلہٗ

ازالہ وہم:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل سے بشر مجبور پر استدلال کیا ہے۔ ہم کہتے ہیں اس سے اظہار نبوت کی دلیل کو پختہ کرنا ہے اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اسلام کی مضبوطی کی دلیل۔

فراست خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ایک روایت میں ہے کہ آپ خوبرو، خوش خلق، خوش آواز، نیک کردار، خوش گفتار اور عالی ہمت ہیں مطلب یہ کہ جس میں یہ خوبیاں ہوں اور اس کی حالت ایسی ہو وہ نہ کسی برائی میں مبتلا ہوگا اور نہ کسی خطرے کو دیکھے گا۔ گویا سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان باتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی واطمینان دلایا۔ یہ باتیں سیدہ خدیجہ کی کمال فراست ودانائی اور حقائق اشیاء اور صدق احوال کی معرفت رکھنے پر دلالت کرتی ہیں۔

(مدارج النبوت ص ۲۱ ج ۲)

ورقہ کے پاس جانا:

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا حال مبارک بیان فرمایا تو سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خوشی سے مدہوش ہو گئیں۔ اس کے بعد سیدہ خدیجہ اس حالت کی تائید وتقویت کی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے (۱) پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل بہت نیک تھے یہ قریش کے طور وطریق اور جاہلیت کی رسوم سے نکل کر حقیقی دین عیسوی اختیار کر کے موحد بن گئے تھے۔ ان کو انجیل کا علم خوب آتا تھا اور وہ انجیل سے عربی زبان میں کچھ لکھا کرتے تھے وہ عبرانی زبان کو بھی جانتے تھے۔ ان سے سیدہ خدیجہ نے کہا اے میرے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے کی بات تو سنیے وہ کیا فرماتے ہیں؟

---

(۱) ورقہ کے پاس جانے کو بھی مخالفین نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجبور بشر ہونے کی دلیل بنائی حالانکہ اپنی نبوت کی تصدیق کرانے کے لئے گئے تاکہ کفار ومشرکین پر مہر ثبت ہو۔ اویسی غفرلہٗ

فائدہ:...... سیدہ خدیجہ نے حضور کو ورقہ کا برادر زادہ یعنی بھتیجا کہا تھا۔ یہ عرب کا عرف ہے کہ وہ ایک دوسرے کو برادر یا برادر زادہ کہا کرتے ہیں اور اہل سیر یہ بھی کہتے ہیں کہ ورقہ، حضرت عبداللہ کے ہم عمر تھے۔ ورقہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کیا بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا تمام حال جو گزرا تھا ان سے بیان فرما دیا۔ یہ سن کر ورقہ نے کہا یہ وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوتا تھا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو مبارک دخوشی ہو کہ آپ اللہ کے رسول ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہ نبی ہیں جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی کہ "میرے بعد ایک رسول مبعوث ہوگا جس کا نام نامی احمد ہے" اور قریب ہے کہ آپ کافروں کے ساتھ جہاد وقتال پر مامور ہوں۔ کاش میں اس دن تک زندہ رہتا اور جوان قوی وتوانا ہوتا جب آپ کی قوم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جگہ سے نکالے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں! آپ جو کچھ لے کر تشریف لائے ہیں اس کی مانند کوئی ایک لے کر کبھی نہیں آیا۔

اس کے باوجود ان سے دشمنی کی گئی اور انہیں ایذائیں پہنچائی گئیں۔ مطلب یہ کہ سنتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ کافر لوگ ہمیشہ نبیوں کے دشمن رہے ہیں اور کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کی کافروں نے دشمنی نہ کی ہو۔ اگر میں نے آپ کا وہ دن پایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری پوری نصرت ومدد کروں گا۔(۱)

پھر کچھ عرصہ کے بعد ورقہ نے وفات پائی۔ اور ظہور دعوت کا زمانہ انہوں نے نہ پایا لیکن وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والوں اور آپ کی تصدیق کرنے والوں میں سے

(۱) ورقہ رضی اللہ عنہ کی جملہ تقریر ہمارے موقف کی دلیل ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ منکرین کفار ومشرکین کو یقین ہو کہ میں وہی نبی آخر الزمان ہوں جس کے لئے اہل کتاب حالات سناتے تھے۔ اویسی غفرلہٗ

ہیں ۔ایسے اور بہت سے حضرات ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت عنصری کے ظہور و وجود سے پہلے ہی آپ پر ایمان لائے ہوئے تھے جیسے حبیب نجار وغیرہ اب رہا یہ کہ ورقہ کو صحابی کہہ سکتے ہیں؟ تو ظاہر ہے کہ صحابہ کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ "من رای النبی مومنا" جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایمان کے ساتھ دیکھا، تو یہ ان پر صادق ہے اور اس میں ظہور دعوت کی شرط نہیں لگائی گئی ہے۔ مشکوۃ میں ایک حدیث مروی ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورقہ کے انتقال کے بعد ان کا حال دریافت کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں ان کو دیکھا ہے وہ سفید لباس پہنے ہوئے ہیں، سفید لباس ایمان کی نشانی ہے۔ روضۃ الاحباب میں ایک حدیث مروی ہے کہ فرمایا میں نے قیس کو جنت میں دیکھا ہے اس کے جسم پر سبز لباس ہے۔ اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کی ہے۔ قیس سے مراد ورقہ ہیں۔ قس اور قیس، نصاریٰ کے علمی دانشمندوں اور ان کے دینی پیشواؤں کو کہتے ہیں اور مواہب لدنیہ میں کہا گیا ہے کہ وہ آپ پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں اور ابن مندہ نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے۔ (مدارج ص ۵ ج ۲)

موقف اہلسنت کی تائید:

فقیر اویسی غفرلہ یہاں اہلسنت کے موقف پر دلائل کے ڈھیر لگا سکتا ہے اور اسلاف صالحین کی ان گنت عبارات پیش کر سکتا ہے لیکن اختصار کے پیش نظر یہاں صرف شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان پر اکتفا کرتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حضور علیہ السلام کو ورقہ کے پاس لے جانے کے واقعہ میں یہ اشارہ ہے کہ حیرت و اشتباہ کے وقت علماء اور اہل بصیرت سے مشورہ اور استفسار کرنا لازم ہے اسی سے صوفیاء کرام اور طالبان و سالکان طریقت، اپنے مشائخ سے کشفِ حقیقتِ حال کے لئے اپنے خیالات اور واقعات کو پیش کرنے میں استدلال کرتے ہیں۔

وہابیہ کے سوال کے دوصدی پہلے جواب:

جولوگ آج حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاجز بشریت کا سوال کرتے ہیں اس کا دوصدی پہلے شاہ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب لکھا چنانچہ فرمایا کہ:

حدیث بخاری کا سیاق کلام یہ ہے کہ حضور خوف سے کانپتے لرزتے تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے کہا کہ میں اپنے آپ سے ڈرتا ہوں۔

تقریر لاجواب:

سیدہ خدیجہ نے صفات حمیدہ اور کمالات رفیعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی کہ ایسی خوبیوں والا شخص ابتلا و خذلان سے محفوظ رہتا ہے۔ سیدہ خدیجہ بعد اظہار نبوت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ورقہ کے پاس آپ کے حال مبارک کی وضاحت و استفسار کی غرض سے لے گئیں حالانکہ یہ ثابت ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر ایسے معجزات ظاہر فرمائے جن سے ہمیں آپ کی صداقت کی معرفت ہوئی جیسا کہ مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں اس کلام الٰہی کے سننے سے پہلے داخل ہوئے تو ہر جانب سے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یارسول اللہ کی ندائیں سماعت فرمائیں کوئی کہنے والا نظر نہ آتا تھا ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نزول وحی سے پہلے ایسی آوازیں سماعت فرماتے تھے جس کا بولنے والا نظر نہ آتا تھا۔ اور سات سال سے خاص قسم کی روشنی ملاحظہ فرماتے تھے اور اس سے خوش ہوتے تھے۔ خواہ اس روشنی سے مراد محسوس کردہ روشنی ہو یا علم و یقین کا ایسا نور جس سے دل خوش، کشادہ اور منشرح ہو جاتا ہے اور ہر شجر و حجر سے سلام کرنے کی آواز سنا کرتے تھے۔ جامع الاصول اور کتاب الوفاء میں منقول ہے کہ اظہار نبوت سے قبل تین سال اسرافیل علیہ السلام

آپ کی خدمت میں حاضر رہے اس کے بعد جبریل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے۔
صاحب سفر السعادۃ فرماتے ہیں کہ سات سال کی عمر مبارک تھی کہ حق تعالیٰ عزاسمہ نے
اسرافیل کو حکم دیا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہیں چنانچہ اسرافیل
ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
گیارہ سال پورے فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک یا دو کلمہ سے زیادہ نہ بات
کرتے تھے۔ اسی طرح میکائیل کے بارے میں بھی کہا گیا ہے کہ جس وقت جبریل فرمان
باری لے کر آئے اس وقت میکائیل کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت وخدمت میں
حاضر رہتے ہوئے انتیس سال ہو گئے تھے لیکن ان سب کو حضوری ورفاقت آپ کو معلوم نہ
ہوتی تھی اور نہ وہ وحی لاتے تھے کیونکہ وحی کا لانا جبریل کا کام ہے۔ چنانچہ ایسے انوار و بزرگی
کے ظاہر ہونے اور ایسے اسرار کے آشکارا ہونے کے باوجود، تردد وابہام اور اشتباہ کی کون سی
گنجائش ہے اور اس کا کہاں احتمال ہے۔ لہٰذا دل کا لرزنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
خوف و دہشت کھانا، منصب نبوت کی غایت ہیبت وجلال اور اس کی مشقت کی وجہ سے جس
کی وجہ سے بشری طاقت اس کے دبدبہ کے غلبہ سے بیتاب ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا یہ ارشاد کہ **خشیت علی نفسی** مجھے اپنے آپ سے خوف لگتا ہے، اسی حالت کی
جانب اشارہ فرمانا ہے اور اس کو اسی مفہوم و معنی پر محمول کرنا چاہئے یا یہ بات ہے کہ جب
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کے بار، اس کی صعوبت، اس کے ادا کرنے اور منصب
نبوت بجالانے پر غور و فکر کیا تو آپ کے پشت کی طاقت ٹوٹ گئی اور آپ اپنے آپ سے
ڈرے کہ کہیں آپ اس بار کے نیچے ہلاک نہ ہو جائیں۔ اور اسی بناء پر فرمایا **خشیت علی
نفسی** اور یہ کہا گیا یہ خشیت اس علم سے پہلے تھی کہ آپ یہ جانتے کہ یہ جبریل آئے ہیں
جن وشیطان نہیں اور ایک بات یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے تئیں مجنون و

کاہن کہلوانا شاق وناگوار تھا جیسا کہ واقعہ پر نظر کرکے کچھ لوگوں نے کہا ہے یہ غلط ہے، کیونکہ یہ خوف ودہشت، جبریل کا نزول اور وحی کا ورود نبوت کا علم حاصل ہونے اور مشاہدۂ آیات اور ظہور انوار واسرار کے بعد ہے۔ جیسا کہ معلوم ہوا۔ اور اگر اس وقت کے پیش آنے سے پہلے ابتدائے احوال میں بعض ایسی نشانیوں کے ظہور کے وقت جن میں احتمال واشتباہ ہوتا ہے اثبات کریں تو درست ہے۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ورقہ کے پاس لے جانا، شک وشبہ اور اصل علم ویقین کے حاصل کرنے کے لئے نہ تھا بلکہ یقین واطمینان، وضوحِ محبت اور ظہورِ محبت کی زیادتی کے لئے تھا جو نور علی نور کے حکم میں ہے۔ اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جن صفات وکمال کے ساتھ استدلال کیا وہ تردد، خذلان اور ضلال کے منافی ہے، انہوں نے اس استدلال سے علم نظری حاصل کیا ہوگا۔ اس لئے کہ ممکن ہے انہیں وہم یا کوئی اور احتمال لاحق ہو گیا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اس احتمال واشتباہ سے پاک ومنزہ ہے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ورقہ کے کہنے اور تسلی دینے سے کسی طرح کی وضاحت وانکشاف حاصل بھی ہوا ہوگا تو ایسا ہی ہوگا جیسے کہ کسی معجزے کے ظہور کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "اشھدانی رسول اللہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً میں خدا کا رسول ہوں، آپ کا یہ فرمانا اس لئے تھا کہ لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے اور وہ تصدیق وایمان کے لئے تیار وآمادہ ہو جائیں۔ اس مفہوم کو خوب اچھی طرح ذہن نشیں اور اس مطلب کو خوب عمدہ طریقہ سے سمجھ لینا چاہئے تاکہ اس مقام پر کوئی تمہیں وہم وشک میں نہ مبتلا کر دے۔

(مدارج النبوۃ اردو ص ۴۷ تا ص ۵۳ ج ۲)

خلاصہ کلام:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول الخلق پھر جملہ عالمین کے رسول ہیں۔ عالم بشریت میں تشریف لا کر بشری لوازمات اختیار فرمائے اسی لئے آپ کی بشریت حق ہے لیکن حقیقت نور، اس کا انکار گمراہی اور جہالت ہے۔ فقیر نے اس تصنیف میں ہر پہلو سے تفصیلی گفتگو کی ہے۔ لغزش وخطا سے استغفار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ فقیر کی یہ سعی مشکور فرما کر فقیر کے لئے راہ آخرت کا توشہ اور عوام اہل اسلام کے لئے مشعل راہ اور ناشر کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

انبیاء کرام کو بشر کہنا کفار کا شیوہ ہے

اہل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جملہ انبیاء علیہم السلام کو کامل بشر مانتے ہیں بشریت کی کوئی بھی ان میں کمی نہیں سمجھتے۔ لیکن اللہ نے انہیں جملہ آلائش بشریہ اور تمام کثافتوں سے ایسا پاکیزہ اور مقدس بنایا ہے کہ ان کی بشریت نور ہی نور ہوگئی۔ یہی اکابر واسلاف کا عقیدہ ہے جن کی تصریحات آخر میں عرض کروں گا. اس کے باوجود اہل سنت حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یونہی دیگر انبیاء علیہم السلام پر بشریت کا اطلاق بے ادبی وگستاخی سمجھتے ہیں اس کے چند وجوہ ہیں فقیر یہاں پر مختصراً اس کی تشریح عرض کرتا ہے۔ مثلاً انبیاء علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا کفار ومشرکین کا شیوہ رہا سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام کو ابلیس نے بشر کہا۔ فقیر پہلے اجمالی نقشہ پیش کرتا ہے اس کے بعد ان کی تفصیل عرض کروں گا۔ (انشاء اللہ)

جن نبیوں کو کفار نے بشر کہا

✿......ابلیس نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو:

قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۝ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ

ترجمہ کنزالایمان......

✿......حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

ترجمہ کنزالایمان......تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں لیکن تم جیسا آدمی چاہتا ہے۔

(پارہ ۱۸، سورۃ المومن آیت: ۲۴)

✿...... حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ۝

ترجمہ کنزالایمان:...... اور بولے اس قوم کے سردار جنہوں نے کفر کیا اور آخرت کی حاضری کو جھٹلایا اور ہم نے اُنہیں دنیا کی زندگی میں چین دیا کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اُسی میں سے پیتا ہے اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی

کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔

(پارہ ۱۸، سورۃ المؤمن ۳۳،۳۴)

✿...... حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۚ فَاَسْقِطْ
عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

ترجمہ کنزالایمان...... بولے تم پر جادو ہوا ہے، تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور بے شک ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔

(پارہ ۱۹، سورۃ الشعراء، آیت ۱۸۵ تا ۱۸۶)

✿...... حضرت نوح، حضرت ہود وغیرہما علیہم الصلوٰۃ والسلام کو

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِى اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ
مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۭ
تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ
قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰي
مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ
وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ

ترجمہ کنزالایمان:...... ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے آسمان اور زمین کا بنانے والا؟ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہارے کچھ گناہ بخشے اور موت کے مقرر وقت تک تمہاری زندگی بے عذاب کاٹ دے؟ بولے تم تو ہمیں جیسے آدمی ہو، تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے باز رکھو جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لے آؤ۔ ان کے رسولوں نے ان سے کہا: ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے

بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے؛ اور ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے، اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسا ہے۔

(پارہ ۱۳، سورۃ ابراہیم آیت: ۱۱،۱۰)

۞......حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:......تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر اور ان کی قوم ہماری بندگی کر رہی ہے۔ تو انہوں نے اُن دونوں کو جھٹلایا تو ہلاک کئے ہوؤں میں ہو گئے۔

(پارہ ۱۸، سورۃ المؤمن، آیت: ۴۷)

۞......حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو حواری صادق و مصدوق کو

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ

ترجمہ......بولے تم تو نہیں مگر ہم جیسے آدمی اور رحمٰن نے کچھ نہیں اُتارا تم نرے جھوٹے ہو،

(پارہ ۲۲ سورۃ یٰسین، آیت: ۱۵)

......حضرت اسحاق، ابراہیم، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسماعیل، یسع، یونس، لوط علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ

رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ
وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ
وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَ زَكَرِيَّا
وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ
وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ
ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝
ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا
لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ
وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا
لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ
اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝
وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ
شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ
هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ
وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَ لَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ
خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝

ترجمہ کنزالایمان:......اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم پر عطا فرمائی ہم جسے چاہیں درجوں بلند کریں بے شک تمہارا رب علم و حکمت والا ہے اور ہم نے اُنہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کیے، ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اُس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو۔ اور زکریا اور یحیٰی اور عیسیٰ اور الیاس کو یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں اور اسماعیل اور یسع اور یونس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک

کرتے تو ضرور اُن کا کیا اکارت جاتا۔ یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی، تو اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے اس کے لیے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں۔ یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم اُنہیں کی راہ چلو تم فرماؤ میں قرآن پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہان کو اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اُتارا، تم فرماؤ کس نے اُتاری وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے روشنی اور لوگوں کے لیے ہدایت جس کے تم نے الگ الگ کاغذ بنا لیے ظاہر کرتے ہو اور بہت سے چھپا لیتے ہو اور تمہیں وہ سکھایا جاتا ہے جو نہ تم کو معلوم تھا نہ تمہارے باپ دادا کو، اللہ کہو پھر انہیں چھوڑ دو اُن کی بے ہودگی میں انہیں کھیلتا۔

(سورۃ الانعام پارہ ۷۔ آیت ۸۴ تا ۹۱)

✿...... جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ٘ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا٘ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ١ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۝

(پارہ ۲۸ سورۃ التغابن، آیت: ۵ و ۶)

ترجمہ کنزالایمان:...... کیا تمہیں اُن کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے پہلے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے یہ اس لیے کہ اُن کے پاس اُن کے رسول روشن دلیلیں لاتے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے اور پھر گئے اور اللہ نے بے نیازی کو کام فرمایا اور اللہ بے نیاز ہے سب خوبیوں سراہا۔

۞......حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝

ترجمہ:......اور بولے اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہ اُتارا گیا اُن کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ اُن کے ساتھ ڈر سناتا۔

(پارہ ۱۸، سورۃ الفرقان، آیت:۷)

۞......حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝

(پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت:۳)

ترجمہ کنزالایمان:......اُن کے دِل کھیل میں پڑے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشاورت کی کہ یہ کون ہیں کہ تم ہی جیسے آدمی تو ہیں کیا جادو کے پاس جاتے ہو دیکھ بھال کر۔

(پارہ ۱۷، سورۃ الانبیاء آیت:۳)

۞......حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

ترجمہ کنزالایمان:...... یا تمہارے لیے طلائی گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھ جانے پر بھی ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک ہم پر ایک کتاب نہ اُتارو جو ہم پڑھیں تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔

(پارہ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۹۳و۹۴)

خلاصہ یہ کہ ہر نبی کے دور کے کفار و مشرکین نے اپنے زمانے کے نبی پر ایمان لانے سے لوگوں کو روکنے کے لیے اپنے نبی کو "اپنے جیسا بشر" کہا اور اپنے اس کہنے سے نبی کی شان میں توہین و تنقیص ہی مراد لی تھی۔

شیطان نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہا:

قرآن مجید میں کئی مقام پر مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اوّل انسان، ابوالبشر سیدنا آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب پیدا فرمایا تو تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تمام فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ابلیس لعین نے سجدہ نہ کیا اور سجدہ نہ کرنے کے جرم کی پاداش میں اس کی لاکھوں برس کی عبادت و ریاضت اکارت و برباد ہوگئی اور وہ اللہ کے مقرب بندہ کے عہدہ سے معزول ہوکر مردود و ملعون بن گیا۔ (اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ ابلیس تا دیوبند میں دیکھیے) قرآن مجید میں ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے سے انکار کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تعظیم کا سجدہ نہ کیا اس کی اس حرکت پر اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا، تو اس نے کیا جواب دیا؟ وہ دیکھیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ:......

قَالَ يٰۤاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۝ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۝ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۝

(پارہ ۱۴، سورۃ الحجر، ۳۲تا۳۵)

﴿ترجمہ کنزالایمان﴾...... ''فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا۔ بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بودار گارے سے تھی فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے''

قارئین کرام!...... اس آیت کو اور اس کے ترجمہ کو بغور ملاحظہ فرمائیں۔ قرآن مجید نے صاف فیصلہ فرما کر یہ بات ظاہر فرمادی کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''بشر'' ہونے کی وجہ سے ہی سجدہ نہ کیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے وہی جواب دیا جو ہمارا موضوع ہے یعنی یہی کہا کہ میں بشر کو سجدہ نہیں کرتا۔ اللہ نے اسے اس گستاخانہ بات سے لعنتی بنا کر جنت سے باہر نکال دیا۔ وغیرہ وغیرہ

۲: حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کفار نے بشر کہا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کفار کو بت پرستی وغیرہ سے روکا تو کافروں نے کہا:

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَاۤ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚ

(پارہ ۱۸، سورۃ المومنون آیت: ۲۴)

﴿ترجمہ﴾...... تو اس کی قوم کے جن سرداروں نے کفر کیا بولے یہ تو نہیں مگر تم جیسا بشر

چاہتا ہے کہ وہ تمہارا بڑا بنے اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا۔

فائدہ:..... اس آیت سے ایک بات یہ ثابت ہوئی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنے والے کافر تھے۔ کیونکہ آیت میں کفروا کے الفاظ وارد ہیں اور جس کا ترجمہ "جن سرداروں نے کفر کیا وہ بولے" ہوتا ہے۔ نبی کے لئے لفظ "اپنے جیسا بشر" کا استعمال کرنا زمانہ قدیم کے کافروں کا طریقہ ہے۔

حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام:

حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو توحید خالص کا پیغام دیا اور لوگوں کو اصنام پرستی یعنی بتوں کی پوجا کرنے اور بتوں کو اپنا معبود ماننے سے روکا اور صرف ایک اللہ واحد القھار کی عبادت کرنے کی نصیحت فرمائی تو ان کی قوم کے کافروں نے قوم کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا: کہ ان کی بات مت مانو، یہ تمہاری طرح بشر ہیں تمہاری طرح کھاتے پیتے ہیں۔

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝

(سورۃ المومنون آیت ۳۳و۳۴)

﴿ترجمہ﴾..... "کہ یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی، جو تم کھاتے ہو اسی میں سے کھاتا ہے اور جو تم پیتے ہو اسی میں سے پیتا ہے اور اگر تم کسی اپنے جیسے آدمی کی اطاعت کرو جب تو تم ضرور گھاٹے میں ہو۔"

فائدہ:..... درجہ بالا آیت میں قوم نوح، قوم ہود، قوم عاد کے کفار کا مقولہ بیان کیا

گیا ہے گویا یہ کئی گستاخ قوموں، کافروں کا مقولہ ہے جو ہمارا موضوع ہے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ قوم نوح، قوم ہود اور قوم عاد کے کافروں نے بھی اپنے اپنے نبی کو اپنے جیسا بشر کہا تھا اور ان کے انسان ہونے، کھانے پینے اور تقاضائے بشری کے افعال کو دلیل بنا کر ان کو اپنے جیسا بشر ثابت کرنے کی سعی ناکام کی تھی۔ معلوم ہوا کہ جو مومن نہیں ہوتا وہی اپنے نبی کو اپنے جیسا بشر کہنے کی گستاخی کرتا ہے اور بشر کا بہانہ پیش کر کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گستاخی و بے ادبی کی باتیں بناتے ہیں۔

حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام:

حضرت صالح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی قوم کو برائیوں سے روکا اور خدا کے عذاب سے ڈرایا تو ان کی قوم نے ان کے پیغام کو جھٹلانے کے لئے "بشر" ہونے کا ہی بہانہ پیش کیا۔ قرآن مجید میں ہے کہ:۔

پھر چند آیتوں کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ پھر چند آیتوں کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ

﴿ترجمہ﴾...... تم تو ہم جیسے آدمی ہو تو کوئی نشانی لاؤ اگر سچے ہو۔

(پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء آیت ۱۵۴)

فائدہ:...... اس آیت میں ارشاد ہے کہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے سے لوگوں کو روکنے کے لئے یہ بات ہی اٹھائی کہ تم تو ہماری طرح بشر (آدمی) ہو۔ حضرت صالح علیہ السلام کو بشر کہنے کا ان کا مقصد صرف یہی تھا کہ

حضرت صالح علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہہ کر ان کی شان وعظمت گھٹائی جائے تا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت وتعظیم جمنے نہ پائے۔ حضرت صالح علیہ السلام کو بشر کہہ کر ان کی صداقت کو بھی چیلنج کیا اور یہاں تک کہا کہ اگر تم اپنے نبی اور رسول ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو کوئی نشانی (معجزہ) پیش کرو۔

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام:

حضرت شعیب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اَصْحٰبُ لْئَیْکَۃِ یعنی "بن والوں" نے اپنے جیسا بشر کہہ کر جھٹلایا۔ یہ بَن (صحرا) مدین کے قریب واقع تھا۔ جس میں کثیر تعداد میں درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو ان کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ جیسا کہ اہل مدین کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔

(خزائن العرفان)

فائدہ!...... اصحاب مدین اور بَن والوں میں یہ خرابی تھی کہ وہ ناپ تول میں بے ایمانی کرتے تھے اور کم تولتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ رہزنی یعنی لوٹ مار اور ڈکیتی کا پیشہ کرتے تھے اور لوگوں کو لوٹ لیتے تھے اور ان کی کھیتیاں تباہ و برباد کر دیتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اللہ کا ڈر سنایا اور ان افعال رذیلہ وقبیحہ سے باز آنے کی نصیحت فرمائی۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی رُشد وہدایت پر مشتمل باتوں کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا لہٰذا انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی اطاعت سے لوگوں کو روکنے کے لئے وہی "بشر" ہونے کا بہانہ پیش کیا۔ اس کا ذکر قرآن مجید کے پارہ نمبر ۱۹ سورۃ الشعراء میں کیا گیا ہے۔

قوم ثمود وغیرہ اور انبیاء کرام علیہا الصلوٰۃ والسلام

کفار قوم ثمود نے بھی قوم نوح اور قوم عاد کی طرح اپنے نبی کو اپنے جیسا بشر کہنے کی گستاخی کر کے لوگوں کو ان کی رسالت کا انکار کرنے پر ابھارنے کی رذیل حرکت کی تھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ ۛ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ

قَالُوا إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيدُونَ أَن تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝

(پارہ ۱۳، سورۃ ابراہیم، آیت: ۹ و ۱۰)

﴿ترجمہ﴾...... کیا تمہیں ان کی خبریں نہ آئیں جو تم سے پہلے تھیں نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو ان کے بعد ہوئے۔ بولے تم تو ہم ہی جیسے آدمی ہو۔ تم چاہتے ہو کہ ہمیں اس سے باز رکھو، جو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے۔ اب کوئی روشن سند ہمارے پاس لے آؤ۔

فائدہ:...... اس آیت میں صاف بیان ہے کہ قوم ثمود، قوم نوح، قوم عاد اور بعد کی دیگر اقوام کے کافروں نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے کھلم کھلا کہا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو۔ تم ہم کو ہمارے باپ، دادا کے دین سے منحرف کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم واقعی اللہ کے بھیجے ہوئے نبی ہو تو اپنے نبی ہونے کے ثبوت میں کوئی روشن دلیل پیش کرو۔ تاکہ تمہاری نبوت کا دعویٰ سچ ثابت ہو۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جن انبیاء کرام سے ان کی نبوت کے ثبوت میں کافروں نے دلیل طلب کی تھی۔ ان انبیاء کرام نے بہت سی روشن دلیلیں پیش فرمادی تھیں لیکن ان کی قوم نے بغض، عناد، سرکشی اور ہٹ دھرمی کی بنا پر

جدید دلیل طلب کی تھی اور اب تک کے پیش کردہ معجزات کا انکار کر دیا تھا۔ الحاصل! ان کافروں نے انبیاء کرام کی رسالت کا انکار کرنے کے لئے بشر ہونے کا بہانہ پیش کیا تھا جب قوم نوح، قوم ہود، قوم عاد، قوم ثمود اور دیگر اقوام کے کافروں نے اپنے اپنے نبی کو "اپنے جیسا بشر" کہہ کر ان کی شان اور عظمت گھٹا کر ان کے منصب تبلیغ اور پیغام توحید کی وقعت و اہمیت کم کر کے لوگوں کو ان کی بات ماننے سے روکنے کی کوشش کی اور بشر ہونے کا مسئلہ زور و شور سے چھیڑا اور نبی کی رُشد و ہدایت پر مشتمل باتیں کاٹنے کے لئے ہر بات میں بشر، بشر اور بشر کی راگنی آلاپنی شروع کی، تب ان کو جواب دیتے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام نے فرمایا:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ

﴿ترجمہ﴾:۔۔۔ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔

(پارہ ۱۳، سورہ ابراہیم، آیت:۱۱)

فائدہ:۔۔۔۔اس آیت میں انبیاء کرام کے جواب کا بیان ہوا ہے۔ انبیاء کرام نے اپنی قوم کے ان کافروں کو جواب دیا ہے جو نبی کو اپنے جیسا بشر کہہ کر ان کی تحقیر اور تذلیل کرتے تھے۔ انبیاء کرام نے ان بشر کہنے والوں کو ایسا جامع اور مانع جواب مرحمت فرمایا ہے کہ اگر ان کافروں میں ذرّہ برابر بھی فہم و عقل ہوتی تو انبیاء کرام کے صرف ایک جملے پر مشتمل جواب سے اپنے زعم باطل اور اعتقاد فاسد کا ردّ بلیغ اور دندان شکن جواب محسوس کرتے۔ انبیاء کرام نے نبی کو بشر کہنے والے کافروں کو جو

جواب دیا ہے اس کے جملے پر قارئین کرام خاص توجہ فرمائیں۔

کافروں نے کہا کہ انبیاء ہماری طرح بشر ہیں، انبیاء کرام نے کافروں کو جواب دیا کہ "ہم ہیں تو تمہارے جیسے بشر لیکن اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے" جس کا مطلب یہ ہوا کہ اے کافرو! ہم صرف ظاہری صورت میں تمہاری طرح ہیں لیکن ظاہری صورت کی مساوات سے دھوکہ کھا کر ہم کو اپنے جیسا قیاس مت کرو کیونکہ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ یعنی "اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرما کر ہمیں نبوت ورسالت کا تاجِ کرامت عنایت فرما کر ہمیں تم سے افضل اور برگزیدہ فرمایا ہے اور ہم کو نبوت ورسالت کا جو منصب عطا فرمایا اس منصب عالی کی وجہ سے تمہارے اور ہمارے درمیان باعتبار مراتب فرق عظیم ہے۔ ہم تمہاری مثل نہیں اور نہ تم ہماری مثل ہو اور نہ ہو سکتے ہو۔

حضرت موسیٰ وحضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام:

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے قوم بنی اسرائیل کو اللہ کے دین کی طرف بلایا اور فرعون اور اس کے درباریوں کو "دعوتِ حق" دی، تو فرعون اور اس کے ہمنواؤں نے جو جواب دیا اس کا بیان قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۝ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا

(پارہ ۱۸، سورہ المومنون آیت: ۴۵ تا ۴۷)

﴿ترجمہ﴾...... "پھر ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی آیتوں اور روشن سندوں کے ساتھ بھیجا، فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف، تو انہوں نے غرور کیا اور وہ لوگ غلبہ پائے ہوئے تھے۔ تو بولے کیا ہم ایمان لے آئیں اپنے جیسے دو آدمیوں پر"

فائدہ:..... اس آیت سے ایک بات یہ بھی ثابت ہوئی کہ کفار، مشرکین، منافقین، یہود اور نصاریٰ نے انبیاء کرام کی شان و عظمت گھٹانے کے لئے ان کو "اپنے جیسے بشر" کہا۔ اسی طرح اولیاء عظام کی شان و عظمت گھٹانے کے لئے اولیاء کو بھی اپنے جیسا بشر کہا۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو مقدس حواری (صحابی) یعنی حضرت صادق اور مصدوق یا بروایت دیگر حضرت یوحنا اور حضرت بولس اجلہ اولیاء بنی اسرائیل سے تھے ان کے متعلق بھی سرکشوں نے یہی کہا تھا۔ مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا یعنی "تم ہمارے جیسے آدمی ہو" ان سرکشوں کے نقش قدم پر چل کر دور حاضر کے منافقین بھی انبیاء اور اولیاء کو اپنے جیسا بشر کہتے اور لکھتے ہیں۔

اولوالعزم انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام:

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ
قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى
وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى
وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ
وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ
وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ
يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ
فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۭ قُلْ لَّآ اَسْـَٔــلُكُمْ
عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ
قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰي بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ

﴿ترجمہ﴾......اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کیے، ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب او ریوسف اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں نیکوکاروں کو اور زکریا اور یحیٰ اور عیسیٰ اور الیاس اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔ اور کچھ ان کے باپ، دادا، اولاد اور بھائیوں میں سے بعض کو اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے دے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔ یہ ہیں جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی، تو اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے اس کے لئے ایک ایسی قوم لگا رکھی ہے جو انکار والی نہیں۔ یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہیں کی راہ چلو تم فرماؤ میں قرآن پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، وہ تو نہیں مگر نصیحت سارے جہاں کو اور یہودیوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیئے تھی، جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا"

(پارہ ۷، سورۃ الانعام آیت: ۸۴ تا ۹۱)

فائدہ:..... ان آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ اور عظیم المرتبت انبیاء ومرسلین کا ذکر فرمایا ہے۔ ان آیات میں جن انبیاء کا ذکر فرمایا گیا ہے ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

﴿۱﴾......حضرت اسحٰق ﴿۲﴾......حضرت یعقوب ﴿۳﴾......حضرت نوح

﴿۴﴾......حضرت داؤد ﴿۵﴾......حضرت سلیمان ﴿۶﴾......حضرت ایوب

﴿۷﴾......حضرت یوسف ﴿۸﴾......حضرت موسیٰ ﴿۹﴾......حضرت ہارون

﴿۱۰﴾......حضرت ذکریا ﴿۱۱﴾......حضرت یحیٰ ﴿۱۲﴾...... حضرت عیسیٰ

﴿۱۳﴾......حضرت الیاس ﴿۱۴﴾......حضرت اسماعیل ﴿۱۵﴾......حضرت یسع

﴿۱۶﴾......حضرت یونس ﴿۱۷﴾......حضرت لوط

(علیٰ حبیبنا وعلیہم افضل الصلاۃ والسلام)

مذکورہ مقدس انبیاء کرام کے علاوہ ان کے آباء واجداد، اولاد اور بھائیوں میں سے بھی کچھ حضرات کا ضمناً اور اشارۃً ذکر فرمایا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت نمبر ۸۷ میں ہے کہ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ یعنی اور کچھ ان کے باپ دادا اور اولاد اور بھائیوں میں سے" مذکورہ نفوس قدسیہ کا مذکورہ آیات میں ذکر فرما کر ان کی شان وعظمت اور فضیلت کا اظہار فرماتے ہوئے رب تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔

......ہم نے ان کو راہ دکھائی۔

......ان نیکوکاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔

......وہ ہمارے قرب کے لائق ہیں۔

......ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی۔

......ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی۔

......ہم نے ان کو کتاب دی۔

......ہم نے ان کو حکم دیا۔

......ہم نے ان کو نبوت عطا فرمائی۔

......ہم نے ان کو ہدایت فرمائی۔

انبیاء کرام کے مندرجہ بالا فضائل وخصائص قرآن مجید میں اس لئے بیان فرمائے گئے ہیں کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ انبیاء کرام اور دیگر صالحین اللہ کے پیدا کیے ہوئے انسان اور اللہ کے بندے ہونے کے باوجود کثیر فضیلتوں اور خصوصیتوں کے حامل ہونے کی وجہ سے وہ تمہاری طرح عام انسان نہیں ہیں ہی یعنی بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ نہیں ہیں۔ ظاہری صورت بشری سے دھوکہ کھا کر ان کو اپنے جیسا قیاس مت کرنا۔ وہ عام انسانوں کی طرح نہیں بلکہ ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وَاجْتَبَیْنٰھُمْ یعنی "ہم نے انہیں چن لیا ہے" یعنی یہ حضرات عام انسانوں کی طرح اور تمہاری مثل نہیں بلکہ ہمارے خاص چنے ہوئے بندے ہیں۔ ان کی عظمت اور شانِ رفعت کا ہم اپنے مقدس کلام یعنی قرآن مجید میں بیان فرما کر تمہیں آگاہ ومتنبہ کرتے ہیں کہ خبردار! ان حضرات کو اپنے جیسا بشر نہ سمجھنا بلکہ ان کے جن اوصاف کا ہمارے مقدس کلام میں تذکرہ کیا گیا ہے ان اوصاف کو ہمہ وقت ملحوظ خاطر رکھ کر ان کے عظمت ورفعت کے مقر اور معترف رہنا۔ لیکن! سرکشوں نے اللہ تعالیٰ کے اس حکم عالی کو بھی لا اُبالی پن اور بے اعتنائی سے پس پشت ڈال دیا اور بغض وعناد کے جذبہ کے تحت عمداً اور قصداً انبیاء کرام کو اپنے جیسا بشر کہا اور اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام اور حکم کی بے قدری اور بے وقعتی کرنے کا جرم عظیم کیا۔ جس کا بیان بھی مندرجہ بالا آیات میں ہے کہ:۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ

یعنی...... اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی۔

اللہ تعالیٰ ان منکرین عظمت انبیاء کی خوئے بد اور خصلت کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ انہوں نے اللہ کی قدر نہ کی۔ جس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اللہ کے ارشاد اور فرمان کی قدر نہ کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ اور چنے ہوئے بندے یعنی انبیاء کرام اور عباد صالحین کے متعلق فرمایا کہ ہم نے ہر ایک کو اُس کے وقت میں فضیلت دی، ان کو ہمارے قرب کا لائق بنایا وغیرہ وغیرہ لیکن سرکشوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہ مانا اور فرمانِ الٰہی کی قدر نہ جانی اور کیا کہا؟

اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ط

﴿ترجمہ﴾...... جب بولے اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اتارا" یعنی انبیاء کرام کو بشر کہا اور بشر کہنے کی آڑ اور پردہ میں ایمان لانے کا انکار کیا۔

ثابت ہوا کہ جو بے ایمان ہوتے ہیں وہی نبی اور رسول کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں نبی کو اپنے جیسا بشر کہنے والے اللہ کے حکم کو بھی جھٹلاتے ہیں۔ ارتکاب جرم توہین انبیاء کے ساتھ ساتھ شان الوہیت کا بھی انکار کرتے ہیں کیونکہ:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے مقدس بندے انبیاء کرام نیکوکار ہیں، ہدایت یافتہ ہیں، ہمارے قرب کے لائق ہیں، ہم نے ان کو فضیلت دی، ہم نے ان کو چن لیا ہم نے ان کو کتاب، حکم اور نبوت عطا فرما کر برگزیدہ کیا۔ لیکن......

سرکش لوگ کہتے ہیں کہ نبی ہمارے جیسے بشر ہیں۔ فرمانِ الٰہی کے متضاد بولی بول کر سخت اور قبیح جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

کفار کی بری عادات

قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا

(پارہ ۲۸ سورۃ التغابن آیت: ۵ و ۶)

﴿ترجمہ﴾......کیا تمہیں ان کی خبر نہ آئی جنہوں نے تم سے کفر کیا اور اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے تو بولے کیا آدمی ہمیں راہ بتائیں گے تو کافر ہوئے اور پھر گئے۔

(کنزالایمان)

تجزیہ:

کافروں نے بشر کے رسول ہونے کا انکار کیا اور یہ کمال بے عقلی اور نافہمی ہے، بشر کا رسول ہونا تو نہ مانا اور پتھر کا خدا ہونا تسلیم کرلیا۔

خلاصہ یہ کہ گذشتہ اُمتوں میں سے جن لوگوں نے کفر کیا اور دردناک عذاب کے مستحق ہوئے ان کافروں کے کفر کی بڑی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اپنے نبی کو بشر کہا تھا۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ کافروں نے کہا کہ یہ بشر کیا ہمیں راہ بتائیں گے؟ ان کا یہ قول نقل فرمانے کے بعد فوراً ارشاد ہوتا ہے کہ فَكَفَرُوْا تو کافر ہوئے، ثابت ہوا کہ نبی کی شان گھٹانے کے لئے نبی کو صرف "بشر" کہنے والے کو قرآن مجید کافر کہہ رہا ہے تو جو

لوگ نبی کو صرف ''بشر'' نہیں بلکہ ''اپنے جیسا بشر'' اور ''عاجز بندہ'' کہتے ہیں ان کے لئے یہی حکم نافذ ہوگا کہ وہ گستاخ ہیں اور شان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بے خبر ہیں اسی بے خبری کی نحوست سے رسول کریم علیہ السلام کو محض اپنے جیسا عاجز بندہ جیسا عقیدہ رکھ کر کفر کی سرحد میں داخل ہو جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ کفار اور مشرکین نے زمانہ قدیم سے یہ اصول بنا رکھا تھا کہ لوگوں کو انبیاء کرام پر ایمان لانے سے روکنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے دماغوں میں یہ بات ڈال دی جائے کہ تم جن کو نبی یا رسول مان کر، ان پر ایمان لا کر، ان کی پیروی کرنا چاہتے ہو وہ تم جیسے ہی بشر ہیں۔ جب یہ تمہاری طرح بشر ہیں تو ان میں کوئی خصوصیت نہیں۔ ان پر ایمان لانا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا عقل و دانش سے بعید ہے۔ کفار اور مشرکین نے ہر دور میں یہی ہتھ کنڈا آزمایا اور ہر دور کے نبی اور رسول کو اپنے جیسا بشر کہنے کی گستاخی کی۔

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم:

اوراق سابقہ میں انبیاء سابقین کو ان کے دور کے منکروں نے اپنے جیسا بشر کہنے کی جو غلیظ اور رذیل حرکتیں کیں تھیں اس کا تفصیلی بیان آیات قرآنی کی روشنی میں بیان ہو چکا قرناً بعد قرنٍ جب سید الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ اقدس آیا اور آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ''نور حق'' کی ضیا باری سے عالم کائنات درخشاں اور تاباں ہو رہا تھا اور بنی آدم اسلام کا پرچم آب و تاب سے لہرانے لگا تو کفار، مشرکین، یہود اور نصاریٰ کے سینوں میں حسد ابھرے اور لوگوں کو گروہ در گروہ اور جوق در جوق داخل اسلام ہوتے دیکھ کر ان کی آنکھوں سے

چنگاریاں اُڑنے لگیں۔ اسلام کے اُمنڈتے اور بڑھتے ہوئے سیلاب کی روک تھام کے لئے انہوں نے کئی حربے آزمائے اور ان میں ایک حربہ وہی پرانا جوان کے آباء واجداد بلکہ ماضی کے کفار ومشرکین سے وراثت میں ملا تھا اور وہ حربہ یہ تھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ماضی کے انبیاء کرام کی طرح ''اپنے جیسا بشر'' کہہ کر ان کی شان وشوکت کو نیچا دکھانے کی کوشش کی جائے بشری تقاضوں کے تحت ان سے جو افعال صادر ہوتے ہیں مثلاً کھانا پینا، چلنا پھرنا وغیرہ کو پیش کر کے ان کو اپنے جیسا بشر کہہ کر لوگوں کو ان پر ایمان لانے سے روکا جائے۔ اس منصوبہ کے تحت کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ نے متحدہ منظم سازش شروع کی اور حضور اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عظمت ورفعت گھٹانے کے فاسد ارادہ سے ''بشر'' ہونے کا شور اور واویلا مچانا شروع کیا اور لوگوں کو بہکانے کے لئے کہنے لگے کہ ان کی بات مت مانو، ان پر ایمان مت لاؤ، ان کو اللہ نے رسول بنا کر نہیں بھیجا۔ یہ تمہاری مثل ایک ''بشر'' ہی ہیں وغیرہ وغیرہ ان کے اس واویلا کا قرآن مجید میں متعدد مقام پر تذکرہ ہے چند آیات ملاحظہ ہوں:

قرآن مجید پارہ ۱۸، الفرقان، آیت: ۷ میں ہے کہ:

وَقَالُوا مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا ۝

﴿ترجمہ﴾...... ''اور بولے اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے۔ کیوں نہ اُتارا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ ان کے ساتھ ڈرسناتا۔

فائدہ:...... اس آیت میں منکرین رسالت کا مقولہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے لوگوں کو روکنے کے لئے آپ کو بشر

ثابت کرنے کے لئے لوگوں سے کہا کہ دیکھو، تم جس کو اللہ کا رسول سمجھ کر ان کے لائے ہوئے دین میں داخل ہو رہے ہو۔ وہ رسول تو ہماری طرح کھاتا پیتا ہے اور چلتا پھرتا ہے۔ اگر واقعی یہ اللہ کے رسول ہوتے تو اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہوتا جو ہم کو اللہ کا حکم سنا کر ڈراتا لیکن اس کے ساتھ نہ تو کوئی فرشتہ ہے علاوہ ازیں وہ عام انسانوں کی طرح کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہے لہٰذا وہ ہماری طرح بشر ہیں۔ ثابت ہوا کہ کافروں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان وعظمت گھٹانے کے لئے ہی "بشر، بشر کی رٹ لگائی یاد رہے کہ نضر بن حارث سردار کفار مکہ نے یہ کہا تھا کہ یہ رسول کھاتا پیتا اور چلتا پھرتا ہے اسی کی وراثت میں ہمارے دور کے مدعیان توحید اس کلمہ کو بار بار دہراتے ہیں:

لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ ۗ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِينَ ظَلَمُوا هَلْ هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

﴿ترجمہ﴾...... "ان کے دل کھیل میں پڑے ہوئے ہیں اور ظالموں نے آپس میں خفیہ مشاورت کی کہ یہ کون ہیں؟ ایک تم ہی جیسے آدمی تو ہیں۔"

(پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت: ۳)

کفار کا قاعدہ:

اہل کفر کا ایک اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کو ذہن نشین کرا دی جائے گی کہ وہ تم جیسے بشر ہیں تو پھر کوئی ان پر ایمان نہیں لائے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے کفار نے یہ بات کہی اور اس کو چھپایا لیکن آج کل کے بعض بیباک یہ کلمہ اعلان کے ساتھ کہتے ہیں اور نہیں شرماتے۔"

فائدہ:...... اس آیت سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ زمانہ اقدس کے کفار اور مشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہمارے تمہارے جیسے بشر کہنے کی جو مہم چلائی تھی اس کا منشا اور مقصد صرف یہی تھا کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان گھٹانا

چاہتے تھے تاکہ لوگوں کے دلوں سے آپ کی عظمت ومحبت کم ہو جائے اور لوگ آپ پر ایمان لانے سے باز رہیں۔ علاوہ ازیں مذکورہ آیت کے مقدس الفاظ وَاَسَرُّوا النَّجْوَی یعنی ''آپس میں خفیہ مشاورت کی'' سے اس حقیقت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنے کی پالیسی کفار اور مشرکین کی خفیہ مشاورت تھی اور اس خفیہ مشاورت کا مقصد اصلی یہی تھا کہ لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرادی جائے کہ جس رسول کی محبت کا تم دم بھرتے ہو وہ رسول تمہاری طرح بشر ہیں۔

زمانہ ماضی کے کفار ومشرکین کے نقش قدم پر چل کر اور ان کے طرز عمل کو مشعل راہ بنا کر دورِ حاضر کے منافقین بھی انبیاء کرام اور خصوصاً سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہہ کر عوام المسلمین کے دلوں سے آپ کی عظمت ومحبت کم کرنے کی سازش کرتے ہیں اور اس سازش کو ایک منظم جماعتی حیثیت سے رائج کرتے ہیں اور علی الاعلان کرتے ہیں۔ کیونکہ اپنے اس فاسد اعتقاد کو زیور طباعت سے آراستہ کر کے شائع کرتے ہیں ماضی کے کفار اور دورِ حاضر کے منافقین کا نبی کو بشر کہنے کا نظریہ یکساں ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ ماضی کے کفار اپنا یہ فاسد نظریہ خفیہ طور پر پھیلاتے تھے لیکن دورِ حاضر کے منافقین زمانہ ماضی کے کفار ومشرکین سے دو نہیں بلکہ چار قدم آگے ہیں۔ کیونکہ جو بات علی الاعلان کہتے ہوئے ماضی کے کفار ومشرکین جھجکتے تھے اور چھپ چھپ کر خفیہ طور پر جو بات کہتے تھے، وہی بات دورِ حاضر کے منافقین اعلانیہ طور پر کہہ کر اپنی بیباکی، بے حیائی، بے شرمی، شقاوت قلبی اور سنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

حضور اقدس، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان عظمت ورفعت کو گھٹانے کی غرض سے زمانہ اقدس کے کفار ومشرکین نے ''بشر'' ہونے کے معاملہ کو غلو کی حد تک اُچھالا جہاں دیکھو وہاں ''بشر'' کا معاملہ زیر بحث تھا۔ انکار نبوت کے لئے ان کفار کے پاس صرف ''بشر'' کا معاملہ سب سے بڑا ہتھیار تھا۔ اس معاملہ کے ضمن میں انہوں نے شور وغل اور واویلا مچا رکھا تھا۔ کفار ومشرکین کے اس ہنگامہ کا رد بلیغ اور مُسکت جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آیت کریمہ نازل فرمائی کہ:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

(پارہ ۱۵ بنی اسرائیل آیت: ۹۳، ۹۴)

﴿ترجمہ﴾..... ''تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو، میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر اسی نے کہ بولے کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا۔''

فائدہ:..... رسول کو بشر ہی جانتے رہے اور ان کے منصب نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے کمالات کے مقر اور معترف نہ ہوئے۔ یہی ان کے کفر کی اصل تھی اور اسی لئے وہ کہا کرتے تھے کہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔''

اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ جب کفار ومشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق ''بشر'' ہونے کا غوغا مچایا اور ''بشر'' ہونے کا بہانہ پیش کر کے لوگوں کو ایمان لانے سے روکنے کی تحریک کو فروغ دیا اور معاملہ حد سے بڑھ گیا، تب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ قُلْ یعنی ''اے محبوب! تم فرماؤ'' کیا

فرمادو؟ سُبْحَانَ رَبِّیْ یعنی "پاکی ہے میرے رب کو" قارئین کرام! خاص توجہ دیں اور اس آیت کریمہ کے انداز بیان کی خوبیوں سے لطف اندوز ہوں اور بارگاہ رب العزت جل جلالہ میں اپنے رؤف ورحیم آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجاہت اور قدر ومنزلت کا اندازہ لگائیں کہ کفار ومشرکین نے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہا تھا۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ دے رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا ہے اس کا انداز بیان ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب سے فرماتا ہے کہ قُلْ یعنی "اے محبوب! تم فرماؤ" آیت قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓى اِلَیَّ کے ضمن میں تفصیل سے بیان کریں گے۔ یہاں صرف اتنی بات ذہن نشین کریں کہ اللہ تعالیٰ منکرین بارگاہ رسالت کو جو جواب مرحمت فرما رہا ہے وہ اپنے محبوب کی زبانی مرحمت فرما رہا ہے لیکن وہ جواب مرحمت فرمانے سے پہلے اپنے محبوب کو حکم فرماتا ہے کہ کافروں نے تم کو اپنے جیسا بشر کہا ہے۔ ان کا جواب دینے سے پہلے تم ہماری پاکی بیان کرو اور فرماؤ رب کو" کافروں کو جواب دینے سے قبل اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے میں کیا حکمت ہے وہ یہ ہے کہ میرا رب ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ اس کی قدرت وحکمت غیر متناہی اور ہر چیز کو محیط ہے۔ اس کی قدرت وحکمت کے اسرار ورموز ہر عیب ونقص سے پاک ہیں میرا رب ایسا قادر مطلق ہے کہ اس کی تمام صفات میں عیب ونقصان کا وہم وگمان وامکان ہی نہیں ہوسکتا بلکہ مکمل سُبْحَانَ رَبِّیْ یعنی پاکی اور پاکی کے جلوے ہی ہیں۔ اس رب سبحان عظیم نے اپنے پیدا کیے ہوئے بیشمار انسانوں میں سے چند مخصوص اور چنے ہوئے انسانوں کو نبوت ورسالت کے منصب عالی سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس پاک

رب قدیر نے انسانوں ہی میں سے اپنے مخصوص بندوں کو جب نبی اور رسول کی حیثیت سے چنا ہے تو رب قدیر کا یہ چننا اور پسند فرمانا بھی عیب ونقص سے پاک ہے۔ ان انبیاء ومرسلین کا انسان ہونا کوئی عیب یا نقص نہیں بلکہ رب سبحان عظیم کی حکمت کاملہ کے اسرار ورموز کا مخزن ہے لہٰذا اے نافہمو! اے بے عقلو! اگر تمہارے زعم وخیال میں نبی ورسول کا انسان ہونا عیب ہے تو تم رب کی قدرت اور اس کی شان سبحان عظیم میں عیب جوئی کرتے ہو۔ اگر نبی اور رسول کا انسان ہونا عیب یا نقص ہوتا تو وہ پاک رب اپنے مخصوص بندوں کو یعنی نبوت ورسالت کے عالی منصب پر فائز ہونے والے مقدس حضرات انبیاء کو بشریت کے عیب ونقص سے داغدار نہ کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سابق انبیاء کرام علیہم السلام کی روش کے مطابق کفار ومشرکین کو سنایا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی "میں کون ہوں؟ آدمی ہوں اللہ کا بھیجا ہوا۔" کفار ومشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر کہا تھا۔ آپ کو بشر کہنا ان کی عقل کا فتور وفساد تھا۔ ان کی نافہمی اور بے عقلی کا ہی نتیجہ تھا کہ اپنے پر قیاس کرکے یہ نازیبا بات کہی تھی۔ لہٰذا ان کی عقلوں کے معیار کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ جواب دیا گیا کہ تم میرے متعلق بشر ہونے کی بات پھیلاتے ہو اور میرے بشر ہونے کے معاملہ کو اہمیت دیتے ہو، تو اب مجھ سے سنو، ہاں! ہاں! میں بشر (آدمی) ہی ہوں لیکن صرف بشر ہی نہیں بلکہ بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی "اللہ کا بھیجا ہوا آدمی (بشر) ہوں۔ میں تمہاری طرح عام سطح کا انسان نہیں ہوں بلکہ اللہ کا مخصوص، چنا ہوا اور منصب رسالت سے سرفراز رسول ہوں۔ مجھے صرف بشر مت سمجھو۔ اپنی بشریت پر میری بشریت کو قیاس مت کرو، کیونکہ میں بَشَرًا رَّسُوْلًا ہوں تمہارا مجھے بشر کہنا

تمہاری گمراہی

یعنی" اور کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا، جب ان کے پاس ہدایت آئی مگر یہ کہ بولے اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا؟" یعنی میں تمہارے پاس رُشد وہدایت کا پیغام توحید لیکر آیا ہوں۔ تاکہ تمہیں کفروشرک کی ضلالت وگمراہی کی تاریکی سے نکال کر نورِایمان کی دولت سے مالامال کروں لیکن تم میرے بشر ہونے کے معاملہ کو اُٹھاتے ہو اور دولت ایمان سے محروم رہتے ہو اور میرے رسول ہونے میں شک کرتے ہوئے یہ کہتے ہو کہ کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ تم میرا بشر ہونا ہی دیکھتے ہو لیکن میرے منصب نبوت اور اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ کمالات نہیں دیکھتے۔ ہاں! ہاں! سن لو! میں بشر ہوں تو کیا ہوا؟ میرا بشر ہونا تمہاری طرح نہیں۔ میں بَشَرًا رَّسُوْلًا ہوں۔ مجھے عام بشر کی مانند گمان کر کے ایمان سے کیوں محروم رہتے ہو؟ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ کفار ومشرکین نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منصب نبوت ورسالت، تصرفات وکمالات، خصوصیات وصفات، فضائل وکمالات اور دیگر محاسن طیبہ عالیہ کا اقرار واعتراف نہ کیا اور آپ کو صرف بشر ہی جانتے رہے اور یہی بات ان کے کفر کی اصل تھی۔ نبی کو اپنے جیسا بشر کہہ کر کافر کے کافر ہی رہے۔ مقولہ کفار نبی علیہ السلام کے متعلق دہرانا منجانب اللہ ممنوع ہے۔ چنانچہ قرآن مجید ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا

﴿ترجمہ﴾..... اے ایمان والو دَاعِنَا نہ کہو اور یوں عرض کرو حضور ہم پر نظر رکھیں۔

فائدہ:...... دَاعِنَا کہنے سے منع فرمایا اس لئے کہ مقولہ کفار ہے چنانچہ شانِ نزول

ملاحظہ ہو۔ تفسیر روح البیان ودیگر اکثر تفاسیر میں ہے کہ اہل ایمان کا طریقہ تھا کہ جب حضور علیہ السلام انہیں بیان فرماتے تو حسب عادت متکلم کبھی سامنے والوں سے کبھی دائیں کبھی بائیں جانب گفتگو فرماتے تو صحابہ کرام عرض کرتے رَاعِنَا ہماری رعایت فرمایئے یعنی ہماری طرف گفتگو ہوتا کہ آپ کے چہرہ اقدس کو سیر ہو کر دیکھ سکیں چونکہ لفظ رَاعِنَا سریانی یا عبرانی لفظ تھا اور یہ کلمہ گالی کا بھی تھا جب یہود وغیرہ نے سنا تو وہ بھی حضور علیہ السلام کو اسی کلمہ سے پکارتے اور ان کا مقصد گالی ہوتا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو روک دیا کہ آئندہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رَاعِنَا سے نہ پکارا کریں۔ اس سے ثابت ہوا کہ جو مقولہ کفار ہو وہ انبیاء کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بولنا بے ادبی و گستاخی ہے اور سابقہ اوراق میں تفصیل سے گزرا ہے کہ شیطان سے لیکر ابوجہل و دیگر کفار و مشرکین کا شیوہ رہا ہے کہ وہ انبیاء علیہ السلام کے لئے بشر بشر کی رٹ لگاتے رہے۔

انہوں نے اپنے اپنے نبی کی شان و عظمت گھٹانے کے لئے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ یہ نبی تم جیسے ہی بشر ہیں اور جو تم کھاتے پیتے ہو یہ بھی وہی کھاتے پیتے ہیں اور اگر تم نے اپنے ہی جیسے بشر کی فرمانبرداری کی تو تم ضرور گھاٹے یعنی نقصان میں ہو۔ حاصل کلام یہ ہے کہ کافروں نے "بشر" ہونے کا سبب اور بہانہ جتا کر اپنی قوم کو انبیاء کرام کے خلاف ورغلانے اور اُکسانے کی کوشش کی اور قوم کو دھمکی بھی دی کہ اگر تم نے اپنے جیسے بشر کی اطاعت کی تو تم کو بہت بڑا نقصان اُٹھانا پڑے گا۔

قاعدہ:...... عرف عام میں بھی ہے اور شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے کہ جو کلمہ عامی ہر اعلیٰ ادنیٰ پر مستعمل ہوتا ہو اگرچہ حقیقتاً وہ صحیح بھی ہو لیکن اعلیٰ کو خصوصیت سے اسی لفظ سے استعمال کیا جائے تو گستاخی ہے مثلاً جولاہ ایک برادری ہے جو ان کے ہر فرد پر استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن ان میں کوئی شخص دینی یا دنیاوی اکرام و احترام سے نوازا گیا ہے اب

خصوصیت سے کہا جائے جولاہ صاحب السلام علیکم وغیرہ وغیرہ۔ ایسے استعمال پر بولنے والے کو گستاخ اور بے ادب کہا جائے گا یونہی بلا تمثیل سمجھئے کہ لفظ بشر ہر چمار بھنگی، بدمعاش، فاسق وفاجر، کفار و اہل ایمان سب کے لئے ایک حیثیت رکھتا ہے لیکن خصوصیت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی عامی حیثیت سے بشر بشر کی رٹ لگا نا گستاخی ہے اگر یہ نیت تحقیر وتوہین ہو تو کفر ہے جیسے کافروں کا شیوہ تھا۔

ہم آنے والے اوراق میں مخالفین کے ان اعتراضات کے جوابات لکھتے ہیں جو حضور علیہ السلام کو بشر کہنے کے جواز میں بطور دلائل پیش کرتے ہیں۔

سوال:۔......قرآن مجید کی نص قطعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر نہ کہو۔

جواب:۔ نمبر ا:......اللہ تعالیٰ کا فرمانا اور ہمارا کہنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صورت میں تمہارے جیسے ہیں۔ ہمیں آپ کو بشر کہنے کا حکم نہیں کہ قولوا انما ھو بشر مثلنا اے لوگو تم کہا کرو کہ حضور علیہ السلام ہم جیسے بشر ہیں۔ بلکہ قل میں اس جانب اشارہ ہے کہ بشر وغیرہ کے کلمات تم کہہ دو ہم تو نہ کہیں گے۔ ہم تو فرمائیں گے......

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا

وغیرہ ہم تو آپ کی شان بڑھائیں گے آپ انکساراً یہ فرما سکتے ہیں۔

جواب:۔ نمبر ۲......اس آیت میں کفار سے خطاب ہے، چونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے لہٰذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں اس سے کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے۔ اسی لیے کفار کے لئے کہا گیا: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور صحابہ کرام کو فرمایا گیا ایکم مثلی تم میں کون

ہے میری مثل اور فرمایا انی لست وکمثلکم میں تمہارے جیسا نہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے کبھی نہیں کہا کہ حضور تو ہمارے جیسے ہیں۔ہاں کافروں نے بار بار کہا کہ آپ تو ہماری مثل ہیں۔

جواب:۔ نمبر۳......

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ آیت ختم نہ ہوئی بلکہ آگے آرہا ہے یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ آیت بتا رہی ہے کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اس امر میں ہماری مثل ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور ہمارا خدا ایک (واحد) ہے ورنہ انسان غور کرے کہ اس کی کونسی شے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثل ہے ولادت مبارکہ سے لیکر زندگی کے ہر شعبہ اور ظاہری بشریت کے جملہ اطوار آپ کے ایسے نرالے ہیں کہ انسان اپنی بشریت کو سامنے لائے تو سوائے گمراہی کے کچھ حاصل نہ ہو۔یہ ایک حقیقت ہے کہ ہماری بشریت اور محبوب علیہ السلام کی بشریت میں کوئی نسبت نہیں۔مولانا مثنوی میں فرماتے ہیں:۔

اے ہزاراں جبرائیل اندر بشر	بہر حق سوئے غریباں یک نظر

حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت ہزار ہا جبرئیلی حیثیت سے اعلیٰ ہے۔

فرقیت از کجا تا کجا:

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان،عبادات،معاملات غرضیکہ کسی شے میں ہم جیسے نہیں ہر بات میں فرق عظیم ہے۔حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمان دیکھی ہوئی چیزوں پر کہ رب کو جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمالیا۔ہمارا ایمان سنا ہوا ہے ہمارے لیے ارکان

اسلام پانچ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چار یعنی آپ پر زکوۃ فرض نہیں۔ دیکھو شامی شروع کتاب الزکوۃ۔ ہم پر پانچ نمازیں فرض حضور علیہ السلام پر چھ یعنی تہجد بھی فرض ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہو حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث نہ بٹے۔ ہمارا پیشاب، پاخانہ ناپاک، حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضلات شریفہ امت کے لئے پاک۔ دیکھو (شامی باب الانجاس) مرقات باب الاحکام المیاہ، فصل اول میں ہے۔ ومن ثم اختلر کثیر من اصحابنا طھارۃ فضلآتہ۔ اسی مرقاۃ باب الستر کے شروع میں۔ ولذا حجمۃ ابو طیبۃ فشرب معۃ اسی طرح مدارج النبوۃ میں جلد اول وصل عرق شریف صفحہ ۲۵ میں بھی ہے۔ یہ تو شرعی احکام میں فرق بتائے گئے ورنہ لاکھوں امور میں فرق عظیم ہے۔ ہم کو اس ذات کریم سے کوئی نسبت ہی نہیں یوں سمجھو کہ بے مثل خالق کے بے مثل بندے ہیں۔

جواب: نمبر ۴...... اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے اس آیت میں بھی کلمہ مثل ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نور خدا چراغ کی طرح روشن ہے اس مسئلہ کو دوسری آیت سے سمجھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ترجمہ﴾...... نہیں ہے کوئی جانور زمین میں نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو مگر وہ تمہاری طرح امتیں ہیں۔

فائدہ:...... اس آیت میں کلمہ امثال موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر انسان گدھے، اُلّو جیسا ہے ہرگز نہیں اس آیت کی رُو سے کسی کو کہا جائے کہ جناب تو اُلّو کی طرح ہیں وہ نہ صرف ناراض ہوگا بلکہ لڑنے مرنے پر اتر آئے گا ہم اسے جتنا سمجھائیں کہ جناب ناراض نہ ہوں اللہ تعالیٰ نے ہر جانور کو انسانوں جیسا وامثالکم فرمایا ہے وہ ہرگز نہیں مانے گا اسے اپنی توہین بنا کر دشمنی کریگا کہ کہاں اُلّو اور کہاں......

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارفع اعلیٰ ذات اور ہم سراپا غلیظ وکثیف، پھر صرف مثلکم سے دعویدار بنیں کہ حضور علیہ السلام تو ہماری مثل ہیں جیسے ہم عاجز وبیکار بندے تو (معاذ اللہ)، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہاں وہی مثل مانا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہماری مثل ہیں کہ معبود نہیں اور شکل وصورت بظاہر بشری ہے لیکن حقیقت نور علیٰ نور

بے مثل حق کے مظہر ہو پھر مثل تمہارا کیونکر ہو

نہیں کوئی تمہارا ہم رتبہ نہ کوئی تمہارا ہم پایہ

اس قدر فرق عظیم ہوتے ہوئے مثلیت کے کیا معنی (جاء الحق)

جواب: نمبر ۵...... آیت میں بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہا گیا ہے یعنی ظاہری چہرے مہرے والا کیونکہ بشرہ کہتے ہیں ظاہر کھال کو قرآن مجید میں ہے:

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (المدثر، پارہ ۲۹) آدمی کی کھال اتار کو لیٹی ہے۔ اب معنیٰ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رنگ وروپ میں تمہارے جیسے ہیں۔ کہ اعضائے بدن دیکھنے میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یُوحٰی اِلَیَّ ہم صاحب وحی ہیں۔ یہ گفتگو بھی فقط ظاہری طور پر ہے ورنہ ہمارے ظاہری اعضاء کو حضور علیہ السلام کے اعضاء مبارکہ سے کوئی نسبت نہیں۔ کہ منہ کا لعاب شریف کھاری کنویں میں پڑے پانی کو میٹھا کردے۔ حدیبیہ کے خشک کنویں میں پڑ جائے تو پانی پیدا کردے حضرت جابر کی ہانڈی میں پڑ کر شوربا اور بوٹیاں بڑھا دے۔ آٹے میں پڑے تو آٹے میں برکت دے صدیق کے پاؤں میں پہنچ کر سانپ کے زہر کو دفع کرے۔ عبداللہ ابن عتیق کے

ٹوٹے ہوئے پاؤں میں پہنچ کر ہڈی کو جوڑ دے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دکھتی ہوئی آنکھ میں لگے تو کحل الجواہر کا کام دے۔ اندھوں کی آنکھوں میں نور پیدا کردے۔ وغیرہ وغیرہ تفصیل دیکھئے فقیر کی کتاب ''نبوی شفاخانہ''

نوٹ:...... مخالفین کا آیت کو دعویٰ پیش کرنا ان کی گمراہی کی کھلی دلیل ہے۔ اس لیے کہ یہ آیت بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ متشابہات میں سے ہے۔ شیخ عبدالحق مدارج النبوۃ جلد اول باب سوم وصل ازالہ شبہات میں فرماتے ہیں ''و متشابہات اند رعلماء آں را معانی لائقہ تاویلات رائقہ کردہ راجع بحق ساختہ اند۔'' یہ آیات حقیقت میں متشابہات ہیں کہ علماء نے ان کے مناسب معانی اور بہتر تاویلیں کر کے حق کی طرف پھیرا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یا مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ وغیرہ آیات جو بظاہر شانِ خداوندی کے خلاف معلوم ہوتی ہیں وہ متشابہات ہیں۔ اسی طرح اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وغیرہ وہ آیات جو بظاہر شانِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہیں متشابہات ہیں لہٰذا ان کے ظاہر سے دلیل پکڑنا غلط بھی ہے۔ اور گمراہی بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ

پارہ ۳ آل عمران

لطیفہ:...... یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے دورانِ درس یہ آیت اپنے دعویٰ میں پڑھی

تو فقیر کے ایک شاگرد نے ٹوکا کہ جناب یہ آیت متشابہات میں سے ہے فلہذا جناب کے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتی اس نے کہا غلط کہہ رہے ہو اس نے مدارج النبوۃ کا حوالہ مذکورہ دکھایا تو کھسیانا ہو گیا۔ آیت کے متشابہات میں سے ہونے کی تفصیل وتحقیق فقیر کی تصنیف ازالۃ المتشابہات فی الآیات المتشابہات میں پڑھیے۔

جواب:۔ نمبر۲...... حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں بھی خود کو بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرمایا ہے یہ آپ کی تواضع ہے علاوہ ازیں انبیاء کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لیے جو الفاظ از روئے عجز وانکسار استعمال فرمائیں وہ ان کا کمال ہے دوسرے کو حق نہیں کہ وہ بھی ایسے ہی کہتا پھرے ایسے کہنے والے کو گستاخ و بے ادب سمجھا جاتا ہے۔ بارگاہ الٰہی میں حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا یونس علیہ السلام نے رب سے عرض کیا: اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا: فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ لیکن کوئی دوسرا اگر ان حضرات کو ظالم یا ضال کہے تو ایمان سے خارج ہوگا۔ یہ ایسے ہے جیسے صاحبان مناصب مثلاً وزیر اعظم، صدر صاحب قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہیں کہ میں تمہارا خادم ہوں اب کوئی کہتا پھرے کہ وزیر اعظم اور صدر ہمارے خدام وغلام ہیں تو مار کھائے گا۔ یونہی انبیاء کرام علیہم السلام کے تواضعانہ الفاظ مثلاً بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہے کہ حضور علیہ السلام تو ہماری مثل ہیں تو جہنم کی سزا پائے گا۔

سوال:۔...... اہل سنت انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بشر کے اطلاق کو حرام سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن واحادیث میں صراحۃً انبیاء کرام علیہم السلام کو بھائی، برادر کہا گیا ہے اسی لئے مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں

حضور پاک علیہ السلام کو بڑا بھائی کہہ دیا تو کیا حرج کیا ہے۔

مثلاً حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق فرمایا واکرموا اخاکم تم اپنے بھائی کا(ہمارا) احترام کرو۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام ہمارے بھائی ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا، وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا، وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا

ان آیات میں رب نے انبیائے کرام کو مدین، ثمود اور عاد کا بھائی فرمایا معلوم ہوا کہ انبیاء امتیوں کے بھائی ہوتے ہیں۔

جواب:...... حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کرم کریمانہ سے بطور تواضع وانکسار فرمایا اخاکم اس فرمانے سے ہم کو بھائی کہنے کی اجازت کیسے ملی؟ ایک بادشاہ اپنی رعایا سے کہتا ہے کہ میں آپ لوگوں کا خادم ہوں تو رعایا کو حق نہیں کہ بادشاہ کو خادم کہہ کر پکارے۔ اسی طرح رب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شعیب وصالح وہود علیہم السلام مدین او رثمود اور عاد قوموں میں سے تھے۔ کسی اور قوم کے نہ تھے یہ بتانے کے لئے اَخَاھُمْ فرمایا یہ کہاں فرمایا کہ ان کی قوم والوں کو بھائی کہنے کی اجازت دی گئی۔ یہ تو عرف ومحاورہ کے طو رپر انبیاء کرام علیہم السلام کا تعارف کرایا گیا ہے کہ وہ حضرات اپنی برادری اور قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں انبیاء کرام علیہم السلام کو بھائی بھائی کہا جائے۔

سوال:...... قرآن مجید میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور حضور علیہ السلام بھی مومن ہیں لہٰذا آپ بھی مسلمانوں کے بھائی ہوئے تو حضور علیہ السلام کو کیوں نہ بھائی کہا جائے؟

جواب:...... پھر تو خدا کو بھی اپنا بھائی کہو کیونکہ وہ بھی مومن ہے قرآن مجید ہے۔
اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ اور ہر مومن آپس میں بھائی۔لہٰذا خدا بھی مسلمانوں کا بھائی۔معاذ اللہ

سوال:...... حضور نبی پاک علیہ السلام اولاد آدم ہیں ہماری طرح کھاتے، پیتے، سوتے ،جاگتے اور زندگی گذارتے ہیں بیمار ہوتے ہیں موت آتی ہے اتنی باتوں میں شرکت ہوتے ہوئے ان کو بشر یا اپنا بھائی کیوں نہ کہا جائے؟

جواب:...... اس کا فیصلہ مثنوی مولانا روم نے خوب فرمادیا ہے

گفت ایں کہ ما بشر ایشاں بشر — ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور
ایں نہ دانستند ایشاں از عمےٰ — ہست فرقے درمیاں بے انتہا
ہر دو یک گل خورد زنبور و نحل — زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل
ہر دو گوں آہو گیا خوردند آب — زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب
ایں خورد گردد پلیدی زیں جدا — واں خورد گردد ہمہ نور خدا

﴿ترجمہ﴾...... کفار نے کہا کہ ہم اور پیغمبر بشر ہیں کیونکہ ہم دونوں کھانے ،سونے میں وابستہ ہیں اندھوں نے یہ نہ جانا کہ انجام میں بہت بڑا فرق ہے۔بھڑ اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول چوستی ہے مگر اس سے زہر اور اس سے شہد بنتا ہے۔دونوں ہرن ایک ہی دانہ پانی کھاتے ہیں مگر ایک سے پاخانہ دوسرے سے مشک بنتا ہے۔یہ جو کھاتا ہے اس سے پلیدی بنتی ہے نبی کے کھانے سے نور خدا ہوتا ہے۔

﴿نوٹ﴾...... یہ سوال تو ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ میری کتاب اور قرآن یکساں

ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک ہی روشنائی سے ایک کاغذ پر ایک ہی قلم سے لکھی گئیں۔ایک ہی قسم کے حروف تہجی سے دونوں بنیں ایک ہی پریس میں چھپیں۔ایک ہی جلد ساز نے جلد باندھی۔ایک ہی الماری میں رکھی گئیں پھر ان میں فرق ہی کیا ہے مگر کوئی بیوقوف بھی نہیں کہے گا کہ ان ظاہری باتوں سے ہماری کتاب قرآن کی طرح ہوگئی۔تو ہم صاحب قرآن کی مثل کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یہ نہ دیکھا کہ حضور کا کلمہ پڑھا جاتا ہے ان کو معراج ہوئی ان کو نماز میں سلام کرتے ہیں اور ان پر درود بھیجتے ہیں۔تمام انبیاء و اولیاء اُن کے خدام بارگاہ ہیں۔یہ اوصاف ماوشما تو کیا ملائکہ کو بھی نہ ملے۔

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَا كَالْبَشَرِ يَاقُوتٌ حَجَرٌ لَا كَالْحَجَرْ

حضور علیہ السلام بشر ہیں عام بشر نہیں، یاقوت پتھر ہے مگر عام پتھر نہیں

سوال:۔۔۔۔۔شمائل ترمذی میں حضرت صدیقہ کی روایت ہے کہ فرماتی ہیں كَانَ بَشَرٌ مِنَ الْبَشَرِ حضور علیہ السلام بشروں میں سے ایک بشر تھے اسی طرح جب حضور علیہ السلام نے عائشہ صدیقہ کو اپنی زوجیت سے مشرف فرمانا چاہا تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کا بھائی ہوں کیا میری دختر آپ کو حلال ہے۔دیکھو حضرت عائشہ نے حضور علیہ السلام کو بشر کہا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو بھائی بتایا۔

جواب:۔۔۔۔۔بشر یا بھائی کہہ کر پکارنا یا محاورہ میں نبی کریم علیہ السلام کو یہ کہنا حرام ہے عقیدہ کے بیان یا دریافت مسائل کے اور احکام ہیں۔حضرت صدیقہ یا صدیق رضی اللہ عنہما عام گفتگو میں حضور علیہ السلام کو بھائی یا بشر نہ کہتے تھے یہاں ضرورۃً اس کلمہ کو

استعمال فرمایا ہے صدیقۃ الکبریٰ تو یہ فرمارہی ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زندگی پاک نہایت بے تکلفی اور سادگی سے عام مسلمانوں کی طرح گذری کہ اپنا ہر کام اپنے ہاتھ ہی سے انجام دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ دریافت کیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے خطاب اخوت سے نوازا ہے کیا اس خطاب پر حقیقی بھائی کے احکام جاری ہوں گے یا نہیں؟ اور میری اولا حضور علیہ السلام کو حلال ہو گی یا نہیں؟ ہم بھی عقیدے کے ذکر میں کہتے ہیں کہ نبی بشر ہوتے ہیں حضرت خلیل علیہ السلام نے ایک ضرورت پر حضرت سارہ کو فرمایا ھذا اختی یہ میری بہن ہیں حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں۔ اس سے لازم نہیں آتا کہ حضرت سارہ اب آپ کو بھائی کہہ کر پکارتیں۔

صحابہ کرام کا ادب:

سب کو معلوم ہے کہ حضور علیہ السلام رشتہ میں صدیقہ کے زوج اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بھائی کی اولاد ہیں۔ مگر یہ حضرات جب بھی روایت حدیث کرتے ہیں تو صدیقہ یہ نہیں فرماتیں کہ میرے زوج نے فرمایا، سب یہی فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم تو جو حضرات رشتہ کے لحاظ سے بھائی ہیں وہ بھی بھائی نہیں کہتے۔ تو ہم کمینوں غلاموں کو کیا حق ہے کہ بھائی کہیں

نسبتِ خود بسگت کردم وبس منفعلم
زانکه نسبت بسگت کوئے تو شد بے ادبی است
هزار بار بشویم دهن بمشك وگلاب
هنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ادب:

آپ سے سوال ہوا کہ آپ بڑے بشر ہیں یا حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا بڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ہاں میں آپ سے دو سال پہلے پیدا ہوا۔

(شفا ملخصا)

فائدہ:......غور فرمایئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے چچا ہیں اور حضور علیہ السلام ان کا اکرام واحترام والد جیسا فرماتے اور عام حکم فرمایا عمك مثل ابیك تیرا چچا تیرے باپ کی مانند ہے۔ لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو گوارہ نہ ہوا کہ وہ خود کو حضور علیہ السلام سے اونچا (بڑا) کہیں۔ اگر کہتے تو ان کا حق تھا لیکن ادب بھی تو ایک اعلیٰ جوہر ہے اسے کیسے چھوڑتے۔

انتباہ:...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات تاریخ میں تفصیل کے ساتھ ثبت ہیں کسی صحابی نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ داری کو ملحوظ رکھ کر وہی رشتہ استعمال کیا ہو مثلاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وعمر فاروق رضی اللہ عنہ کہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے داماد ہیں، حضرت عثمان وحضرت علی رضی اللہ عنہما نے کہا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سسر ہیں حضرت عباس وحضرت حمزہ رضی اللہ عنہما نے کہا ہو کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے بھتیجا ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ کسی کو اعلیٰ عہدہ دار سے کوئی نسبت ہوتی ہے تو وہ فخر وناز سے اہل دنیا پر فوقیت کے اظہار پر کہتا ہے میں

تو وزیر اعظم یا صدر کا سسر ہوں یا داماد ہوں یا فلاں ہوں یہ ہوں اور وہ ہوں بلکہ ہم نے آنکھوں سے دیکھا کہ محض قومی نسبت ہو تو بھی وہ صاحبان عوام کے کان کھا جاتے ہیں کہ جناب صدر و وزیر اعظم تو ہماری برادری کے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن صحابہ کرام کا ادب کا حال اوپر معلوم ہوا کہ کسی بھی موقعہ پر صراحۃ و کنایۃ نہ اشارۃ رشتہ ظاہر کیا بلکہ صدق دل سے فخر و ناز سے کہتے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرماتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

بلکہ اکثر بولتے، فداہ ابی وامی وروحی وغیرہ اور یہاں یہ حال ہے کہ ہر موضوع میں تاثر دیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے جیسے بشر ہیں۔ فرق صرف نبوت کا ہے اور بس

سوال:...... جب تم مانتے ہو کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں اگرچہ نوری سہی لیکن پھر بھی کہتے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر نہ کہو۔

جواب:...... دل میں عقیدہ رکھنا اور ہے اسے زبان پہ لانا اور بہت سے شرعی مسائل ہیں جن کے لئے عقیدہ دل میں رکھا جانا ضروری ہے لیکن اسے زبان پہ لانا نہ صرف ناجائز ہے بلکہ بسا اوقات کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ مثلاً ہم سب کا عقیدہ ہے کہ اللہ ہر شے کا خالق ہے لیکن زبان پہ لانا کہ وہ خالق الکلاب والخنازیر والقازورات ہے، کفر ہے جیسا کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے شرح فقہ اکبر میں لکھا بعینہ اسے مولوی اشرف علی تھانوی نے بوادر النوادر میں نقل کیا۔

یونہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چرواہا کہنا کفر ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکریاں چرائیں اگرچہ مزدوری پر نہیں ۔آپ کو بکریاں چرانے والا مانیں گے لیکن زبان پر چرواہالانا گستاخی ہے۔وغیرہ وغیرہ۔

یونہی ماں ،باپ اسماء جیسے ہیں ہم نام لیکر انہیں پکاریں گے وغیرہ وغیرہ۔

اس کی تفصیل فقیر کے رسالہ "گستاخی کیا ہے" کا مطالعہ کیجئے۔

برائے رابطہ :

ادارہ تالیفات اویسیہ المعروف سیرانی کتب خانہ

ماڈل ٹاؤن بی محکم الدین سیرانی روڈ نزد سیرانی مسجد بہاول پور

''القرآن قصیدة النبی آخر الزمان''

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

بتقاضائے ایمان عشق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور عشق محبوب کے کمالات پڑھنے سننے سے بڑھتا ہے اور قرآن مجید نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مجموعہ ہے۔

دلیل کے لئے فقیر کی ایک تصنیف بنام ''القرآن قصیدة النبی آخر الزمان'' یہ رسالہ اس کا ایک نمونہ ہے اور فقیر کے لئے یہ تحفہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام توشہ آخرت اور ناظرین کرام کے مشعل راہ۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی غفرلہ

بہاول پور پاکستان ۱۲ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

قرآن میں فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔(الفتح:۲۹)

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مصطفیٰ ہیں۔ (آل عمران:۳۳)

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجتبیٰ ہیں۔ (آل عمران:۱۷۹)

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرتضیٰ ہیں۔ (الجن:۲۷)

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عبد کامل ہیں۔ (بنی اسرائیل:۱)

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی امی ہیں۔ (الاعراف:۱۵۷)

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں۔ (المائدہ:۱۵)

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برہان ہیں۔ (النساء:۱۷۴)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ (الاحزاب:۴۰)

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

☆......سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہید (گواہ) ہیں۔ (البقرہ:۱۴۳)

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ

☆......سیدنا محمد ﷺ کا اسم گرامی احمد بھی ہے۔ (الصف:۶)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

☆......سیدنا محمد ﷺ شاہد (حاضر و ناظر) ہیں۔ (الاحزاب:۴۵، الفتح:۸، المزمل:۸)

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

☆......سیدنا محمد ﷺ سراج منیر (چمکا دینے والے آفتاب) ہیں۔ (الاحزاب:۴۵)

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا

☆......سیدنا محمد ﷺ داعی الی اللہ (اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے) ہیں (الاحزاب:۴۵)

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

☆......اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنیٰ رؤف و رحیم اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا فرمائے۔ (التوبہ:۱۲۸)

یٰسٓ

☆......رسول معظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یسین (اے سردار یا اے انسان کامل) کہہ کر خطاب فرمایا۔ (یٰسین:۱)

طٰہٰ

☆......جان کائنات سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طٰہٰ (اے پاکیزہ رہنما) کہہ کر بھی خطاب فرمایا۔ (طٰہٰ:۱)

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ بِٱلۡحَقِّ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗا

☆......حضور علیہ السلام بشیر (خوش خبری دینے والے) ہیں۔ (البقرہ:۱۱۹)

إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ بِٱلۡحَقِّ بَشِيرٗا وَنَذِيرٗا

☆......حضور علیہ السلام نذیر (ڈرسنانے والے) ہیں۔ (البقرہ:۱۱۹)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡمُزَّمِّلُ

☆......آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡمُزَّمِّلُ (اے جھرمٹ مارنے والے) کہہ کر خطاب فرمایا گیا۔ (المزمل:۱)

يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡمُدَّثِّرُ

☆......آپ ﷺ کو يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡمُدَّثِّرُ (اے کمبل اوڑھنے والے) کہہ کر خطاب فرمایا گیا۔ (المدثر:۱)

وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ إِلَّا رَحۡمَةٗ لِّلۡعَٰلَمِينَ

☆......آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا گیا۔ (الانبیاء:۱۰۷)

أَنَا۠ أَوَّلُ ٱلۡمُسۡلِمِينَ

☆......حضور علیہ السلام سب سے پہلے مسلمان ہیں۔ (الانعام:۱۶۳)

لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٞ

☆......نبی کریم ﷺ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ (الاحزاب:۲۱)

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٖ

☆......آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق عظیم ہیں۔ (القلم:۴)

☆......اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے لئے آپ پر ایمان لانا لازم ہے۔(النساء:۳۲)

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

☆......خدا کا محبوب بننے کے لئے آپ کی اتباع ضروری ہے۔ (آل عمران:۳۱)

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا

☆......اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے بھی آپ کے گواہ ہیں۔ (النساء:۱۶۶)

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا

☆......حضور ﷺ باذن الٰہی شریعت کے مالک ہیں۔ (الحشر:۷)

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

☆......آپ مومنوں پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہیں۔ (آل عمران:۱۶۴)

هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

☆......آپ سچے دین اور ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔ (الفتح:۲۸)

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

☆......اللہ تعالیٰ اپنی معرفت آپ کے وسیلے سے عطا فرماتا ہے۔ (الاخلاص:۱)

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

☆......آپ کی بعثت کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ (البقرہ:۱۲۹)

مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

☆......حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی آمد کی بشارت دی۔ (الصف:۶)

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

☆......آپ کے میلاد پر اللہ تعالیٰ نے خوشی منانے کا حکم دیا۔ (یونس:۵۸)

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ

☆......آقا علیہ السلام شریعت کے احکام کے شارح ہیں۔ (النحل:۴۴)

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

☆......پاک چیزیں حلال اور گندی چیزیں حرام فرماتے ہیں۔ (الاعراف:۱۵۷)

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ

☆......بوجھ اور گلے کے پھندے سے نجات دلاتے ہیں۔ (الاعراف:۱۵۷)

لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

☆......آپ اندھیروں سے اجالوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ (ابراہیم:۱)

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

☆......آپ لوگوں کو سیدھی راہ کی ہدایت دیتے ہیں۔ (الشوریٰ:۵۲)

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

☆......حضور اکرم ﷺ لوگوں کو کتاب و حکمت سکھاتے ہیں۔ (البقرہ:۱۵۱)

وَيُزَكِّيْكُمْ

☆......آپ لوگوں کو پاک کرتے ہیں۔ (البقرہ:۱۵۱، آل عمران:۱۶۴، الجمعہ:۲)

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ

☆......آپ کو حلال و حرام کا اختیار دیا گیا۔ (الاعراف:۱۵۷)

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ

☆......آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد کسی کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (الاحزاب:۳۶)

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً

☆......پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کچھ عرض کرنے سے قبل صدقہ کرنا ضروری تھا۔ (المجادلہ:۱۲)

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ

☆......اللہ تعالیٰ نے آپ کو نرم دل و مہربان بنایا ہے۔ (آل عمران:۱۵۹)

مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى

☆......رب تعالیٰ نے آپ کو مشقت اٹھانے سے منع فرمادیا۔ (طٰہٰ:۲)

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ

☆......آپ پر اتارا گیا قرآن بے مثل ہے۔ (البقرہ:۲۳)

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

☆......آپ کی ازواج مطہرات بھی بے مثل ہیں۔ (الاحزاب:۳۲)

وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْؕ

☆......آپ کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔ (الاحزاب:۶)

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْؕ

بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِۚ

☆......آپ کی زوجہ مطہرہ کی پاکی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی۔ (النور:۱۱)

لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًاۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ

اِفْكٌ مُّبِیْنٌ

☆......نزول قرآن سے قبل بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سے بدگمانی حرام ہے۔ (النور:۱۲)

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا

☆......حضور علیہ السلام کے اہل بیت اطہار پاک ہیں۔ (الاحزاب:۳۳)

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ

☆......سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ (التوبہ:۱۰۰)

یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰهُ النَّبِیَّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

☆......محشر میں آپ کو اور مومنوں کو رسوانہ کیا جائے گا۔ (التحریم:۸)

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

یَجْحَدُوْنَ

☆......حبیب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے جھٹلانے سے جو صدمہ ہوا اسے دور فرمایا گیا۔ (الانعام:۳۳)

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ

☆......کفار کے طعنوں کے جواب میں آپ کی دلجوئی فرمائی گئی۔

(الکہف:٦، الشعراء:٣، الحجر:٩٧، الذریت:٥٤)

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ

☆......رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مذاق اڑانے والوں کے مقابلہ کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ (الحجر:٩٥)

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا

☆......اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے روشن فتح فرمادی۔ (الفتح:١)

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ

☆......آپ کی بعثت اس لئے ہے کہ دین حق سب ادیان پر غالب ہو۔ (الفتح:٢٨)

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ

☆......اہل کتاب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول ہونے کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے تھے۔ (الانعام:٢٠)

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

☆......اللہ تعالیٰ نے دین کے معاملہ میں آپ کی امت پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔

(الحج:٧٨، مائدہ:٦، البقرہ:١٨٥)

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ

☆......آپ کی امت کو تمام انبیائے کرام پر ایمان لانے کا اعزاز ملا۔ (البقرہ:٢٨٥)

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

☆......آپ کی امت سابقہ امتوں پر گواہ ہوگی اور حضور علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔ (البقرہ:۱۴۳)

نوٹ :۔ اس کے علاوہ متعدد آیات ہیں ہم صرف نمونہ کے طور انہیں پر اکتفا کرتے ہیں اور انہیں سے چند آیات کی تفسیر وتشریح کرتے ہیں۔

آیات قرآن

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

☆......پیارے حبیب ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سارے عالموں کے لئے رحمت کرنے والا بنا کر۔

فائدہ: سارے عالموں میں سوائے اللہ کے سب شامل ہیں کہ نہیں؟ ہم سے جو پہلے تھے وہ بھی العالمین میں شامل ہیں اور ہمارے جو بعد میں آئیں گے وہ بھی العالمین میں شامل ہیں۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

☆......اللہ نے ایمان والوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں سے رسول بھیجا۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

☆......تمہارے پاس نور آیا اور روشن کتاب آئی۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا

☆......اے پیارے نبی ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ

☆......بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر اور سچے دین پر، تا کہ اوپر رکھے اس کو ہر دین سے اور کافی ہے اللہ حق ثابت کرنے والا، محمد رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے اثر سے یہ ان کا حال تورات میں ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ

☆......اور جب کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا، کہ تمہیں کتاب وحکمت دوں گا، پھر تمہارے ہاں وہ رسول تشریف لائیں گے جو تمہاری تصدیق کرنے والے ہوں گے، تم ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور میرا یہ بوجھ اٹھالیا؟ عرض کی ہاں ہم نے اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک دوسرے کی گواہی دو اور میں تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

تفسیرہ اس آیہ مبارکہ میں کتنا اور کیسے فضائل مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیان ہے اہل فہم پر واضح اور روشن ہیں تفصیل وتحقیق کے لئے فقیر کی تصنیف ''یثاق'' کا مطالعہ فرمائیں۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

☆......جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت عین اللہ ہی کی اطاعت ہے۔اس قسم کی آیات قرآن میں بہت زیادہ ہیں۔

فائدہ: اللہ کریم کی اطاعت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت بھی ہر مومن کے لئے لازمی ہے، اور حضور کے کسی بھی ارشاد کی اطاعت عین اللہ ہی کی اطاعت ہے۔کیا خوب فرمایا ہے عارف رومی قدس سرہ نے

گفتہ او گفتہ اللہ بود　　گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

ہم نے تیرے ذکر کو بلند کر دیا۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى

اور عنقریب تیرا رب تجھے اتنا زیادہ عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

☆......ہم نے تم کو کوثر ''بہت زیادہ برکات وفراوانی والی چیزیں'' عطا کیں۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

☆......اے محبوب تم فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمان بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

☆......اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

☆......تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اپنے جھگڑوں میں تمہیں حاکم نہ مانیں اور تمہارے فیصلہ پر تنگ دل اور مکمل طور سے تسلیم کریں۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

☆......یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

☆......میرے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

☆......وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو صرف اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا

☆......رسول اکرم کو اس طرح نہ پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

فائدہ: اس آیت کے تحت عام مسلمانوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ حضور کو ان کا

نام لے کہ یا محمد ندا نہ کرنا چاہئے بلکہ غایت تعظیم وتوقیر کے ساتھ یارسول اللہ، یا نبی اللہ یا حبیب اللہ، یا خاتم النبین جیسے القابات کے ساتھ ندا کیا کرو۔

نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں اعلیٰ القاب سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ، یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، طٰہٰ، یٰسٓ لیکن دوسرے انبیاء علیھم السلام کو ان کے اسماء مبارکہ سے۔ کسی نے کیا خوب کہا:

یا آدم است باپدر انبیاء خطاب — یا ایھا النبی خطاب محمد است

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ۝

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

فائدہ: پہلی آیت میں اونچا بولنے سے منع فرمایا۔ دوسری آیت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں آہستہ بولنے سے روکا۔ پہلی آیت میں محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اونچا نا گوار ہے۔ کیونکہ اس میں سمع خراشی ہے۔ اور

پست بولنے سے سامع کو متکلم کی آواز نہ سننا دشواری اللہ کو یہ بھی گوارہ نہیں۔ اور اس کے خلاف کرنے سے تمام اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ ان آیات میں شیخین (سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) مخاطب ہیں جیسا کہ تفاسیر میں درج ہے جب شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق یہ حال ہے پھر ہم تم کس باغ کی مولی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً

☆......اے ایمان والو! جب تم کوئی بات رسول سے عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو یہ تمہارے لیے بہتر اور ستھرا ہے پھر اگر تمہیں مقدور نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ

☆......اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ حاضر ہو جب تک اذن نہ پاؤ مثلاً کھانے کے لئے بلائے جاؤ نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

☆......اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا

☆......اور تمہیں نہیں پہنچتا کہ اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ کہ ان کے بعد کبھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑی سخت بات ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ

☆......(اے میرے محبوب) تحقیق بے شک ہم نے بھیجا ہے تم کو حق کے ساتھ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا، اور تم سے دوزخ والوں کا سوال نہیں کیا جائے گا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ

☆......(اے محبوب) تحقیق بے شک ہم نے بھیجا ہے تم کو شاہد بنا کر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اے لوگو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور عزت کرو اور توقیر کرو رسول کی۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا

☆......اور جب یہ اپنی جانوں پر ظلم کریں (گناہ کرلیں) اور میرے محبوب یہ تیرے پاس آجائیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور رسول بھی ان کے لئے شفاعت فرمائے تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ

☆......بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔

فائدہ: اس آیت میں واضح ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ عالمین کے رسول ہیں یہاں تک کہ ملائکہ کرام وانبیاء عظام علیہم السلام آپ علیہ

السلام کے امتی ہیں۔

نوٹ:۔ ہم نے آیات مذکورہ میں سے بعض آیات کی مختصر تفسیر کی سب کی اجمالی تفسیر لکھی جائے تو بھی ایک ضخیم تصنیف ہو مضمون کو طوالت سے بچانے کے لئے اسی پر اکتفا کیا گیا ہے صرف نمونہ کے طور انہیں آیات میں سے ایک آیت کو ذرا تفصیل سے عرض کردوں تا کہ اہل ایمان کو تازگی نصیب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ۭ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

☆...... بیشک ہم نے تمہیں حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنا تا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و تکریم کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔

اس آیت کی تفسیر میں علماء نے فرمایا:۔

شفا شریف میں ہے کہ: اَلْاَكْثَرُ وَالْاَظْهَرُ اَنَّ هٰذَا فِيْ حَقِّهٖ. صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جواہر البحار صفحہ ۱۳ جلد اول)

حضرت علامہ خفاجی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَعْنٰى تُعَزِّرُوْهُ (تَجِلُّوْهُ) اَلْاِجْلَالُ اَفْعَالٌ مِّنَ الْجَلَالِ وَهُوَ التَّنَاهِيْ فِيْ عِظَمِ الْقَدْرِ وَلِذَا خُصَّ بِاللّٰهِ تعالیٰ فَقِيْلَ ذُوْالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ كَمَا قَالَهُ الرَّاغِبُ وَقَالَ الْمُبَرِّدُ شَيْخُ التَّفْسِيْرِ وَالْعَرَبِيَّةِ (تُعَزِّرُوْهُ) تُبَالِغُوْا فِيْ تَعْظِيْمِهٖ علیہ الصلوۃ والسلام وَهُوَ مُوَافِقٌ لِمَا قَالَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وَلَيْسَ اَخَصَّ مِنْهُ كَمَا تَوَهَّمَ (شفا شریف صفحہ ۲۹ جلد دوم مع نسیم الریاض ومعہ شرح للملا علی

قاری یَنْصُرُوْنَهٗ وَقِیْلَ یُبَالِغُوْنَ فِیْ تَعْظِیْمِهٖ وَیُوَقِّرُوْهُ اَیْ یُعَظِّمُوْنَهٗ۔

(شفا صفحہ ۴۲ جلد اول)

حضرت جلال الدین المحلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: وَیُعَزِّرُوْهُ یَنْصُرُوْنَهٗ وَقُرِئَ بِزَائَیْنِ مَعَ الْفَوْقَانِیَةِ وَیُوَقِّرُوْهُ وَیُعَظِّمُوْهُ۔

جلالین کے حاشیہ کمالین میں ہے: قَالَ الْبَغْوِیُ وَهَاتَانِ الْكِنَايَتَانِ رَاجِعَانِ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاشیہ ۲۴ تحت آیت مذکورہ۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ الْمُنْذِرْ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فِیْ قَوْلِهٖ وَیُعَزِّرُوْهُ یَعْنِیْ اِجْلَالٌ وَیُوَقِّرُوْهُ یَعْنِیْ التَّعْظِیْمُ یَعْنِیْ مُحَمَّدًا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(الدر المنثور صفحہ ۷۱ جلد اول)

حضرت الشیخ العارف احمد انصاری المالکی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: یُؤْخَذُ مِنْ هٰذِهِ الْآیَةِ اَنَّ مَنِ اقْتَصَرَ عَلٰی تَعْظِیْمِ اللّٰهِ وَحْدَهٗ اَوْعَلٰی تَعْظِیْمِ الرَّسُوْلِ وَحْدَهٗ فَلَیْسَ بِمُؤْمِنٍ بَلِ الْمُؤْمِنُ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ تَعْظِیْمِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَتَعْظِیْمِ رَسُوْلِهٖ وَلٰكِنَّ التَّعْظِیْمُ فِیْ كُلِّ بِشَانِهٖ فَتَعْظِیْمُ اللّٰهِ لِتَنْزِیْهَهٗ عَنْ صِفَاتِ الْحَوَادِثِ وَتَعْظِیْمُ رَسُوْلِهٖ اِعْتِقَادُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا وَّصِدْقًا لِكَافَّةِ الْخَلْقِ بَشِیْرًا اَیْ غَیْرَ ذَالِکَ مِنْ اَوْصَافِهِ الْعَالِیَةِ وَشَمَائِلِهِ الْمَرْضِیَّةِ۔

(حاشیہ علی الجلالین صفحہ ۸۲ جلد چہارم)

خلاصہ یہ کہ ”آیت ”تُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ“ کی ضمیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور آپ کی تعظیم وتوقیر واجب ہے اس میں ذرا برابر کمی ہوئی

جہنم میں جانے کے سوا چارہ نہیں اور اس کی جملہ عبادات بے کار۔

احادیث مبارکہ

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ کی حد ہے نہ حساب چند روایات مقدسہ تبرکاً حاضر ہیں۔

عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِکٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یَقُوْلُ لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص تم میں سے کامل مومن نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے باپ اور اولاد بلکہ سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ اصل ایمان رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت ہے اگر محبت نہیں تو کچھ نہیں، اگرچہ لمبی لمبی نمازیں پڑھے۔ اور اگر محبت کرے تو یقیناً اپنے محبوب کے ساتھ اس کا حشر ہوگا اگرچہ اعمال میں قصور ہو۔

حَدَّثَنِیْ اَبُوْزَیْدٍ قَالَ صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الْفَجْرَ وَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّھْرُ فَنَزَلَ وَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا۔

ابوزید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی آپ منبر پر چڑھے اور ہمیں خطبہ دیا یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا تو آپ اترے اور

نماز ظہر پڑھی پھر آپ منبر پر چڑھ گئے اور خطبہ پڑھا یہاں تک کہ عصر ہو گئی پھر اتر کر نماز پڑھی پھر منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس خبر دی ہم کو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ساتھ اس خبر کے جو ہو چکی ہے اور آئندہ ہو گی۔ پس ہم میں سے زیادہ علم والا وہ شخص ہے جو ہم میں سے زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو ما کان و ما یکون (علم کلی) یعنی جو کچھ گذرا اور جو قیامت تک ہونے والا ہے سب کے ذرہ ذرہ کو جانتے ہیں۔

حدیث شریف:۔ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک روز ہم سے غائب ہو گئے اور ہم نے گمان کیا وہ نہ آئیں گے۔ تو جب آپ آ گئے تو آپ نے ایک سجدہ کیا یہاں تک کہ لمبا سجدہ کیا کہ ہم نے گمان کیا کہ شاید آپ کی روح مبارک قبض کی گئی۔ جب آپ نے سر مبارک اٹھایا تو فرمایا: کہ میرے رب تعالیٰ نے مجھ سے میری امت کے بارہ میں مشورہ کیا اور پوچھا ہے کہ میں تیری امت کے ساتھ کیا معاملہ کروں؟ میں نے عرض کی کہ اے خداوہ تیرے بندے تیری مخلوق ہیں جو تو چاہے کر۔ پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے مشورہ کیا تو میں نے اسی طرح استغفار کیا۔ علامہ نبہانی نے حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۷۱۳ میں اس حدیث میں زیادہ کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ کیسے ہے؟ تو آپ نے فرمایا میری زندگی تمہارے لئے اس لئے بہتر ہے کہ مجھ کو وحی آتی ہے تو میں تمہیں حلال حرام کی خبر دیتا ہوں اور

میری موت اس لئے بہتر ہے کہ ہر جمعرات کو تمہارے اعمال میرے مجھ پر پیش کئے جائیں گے پس جو اچھے ہوتے ہیں میں اللہ کی حمد کرونگا اور جو برے ہوتے ہیں میں اللہ سے بخشش مانگوں گا۔

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام اس وقت بھی ہمارے حال سے بے خبر نہیں ہمارے اچھے کام دیکھ کر آپ خوش ہوتے ہیں اور برے دیکھ کر ہمارے لئے بخشش مانگتے ہیں۔

حدیث شریف:۔ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنِّیْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ اَوْ مَفَاتِیْحَ الْاَرْضِ ۔ بے شک مجھے زمین کے خزانے کی کنجیاں عطا کی گئیں۔

بخاری جلد دوم صفحہ ۵۸۵ و صفحہ ۹۷۵، مشکوۃ شریف صفحہ ۵۴۷۔

حدیث شریف:۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ کنجیوں کے مالک حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ۔ (مشکوۃ شریف جلد دوم صفحہ ۵۱۲)

میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

(بخاری جلد اول صفحہ ۴۱۸، الشیخان والنسائی کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۴۲، صفحہ ۱۳۹)

وَفِیْ رِوَایَتِہٖ وَبَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ اُوْتِیْتُ خَزَائِنَ الْاَرْضِ

(صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۱۰۴۲ صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۴۴ مشکوۃ شریف صفحہ ۵۱۲)

وَفِیْ رِوَایَتِہٖ وَبَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اِذْ جِیْئَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدِیْ وَرَوَاہُ اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ۔

کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۱۷ حدیث ۳۱۲

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:۔ بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُوْتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الدُّنْیَا۔ میں سو رہا تھا کہ تمام خزائنِ دنیا کی کنجیاں مجھے دی گئیں۔

(متفق علیہ بخاری ومسلم کنوز الحقائق للمناوی جلد اول صفحہ ۱۰۰)

حدیث شریف ۷۔ حضرت علی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:۔ اُوْتِیْتُ مَفَاتِیْحُ الْاَرْضِ مجھے تمام زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

(رواہ احمد فی مسندہ حدیث صحیح

جامع صغیر جلد اول صفحہ ۴۶، کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۴۶)

فائدہ: اہل ایمان کے لئے اس قدر کافی ہے۔

عظمت مصطفیٰ کے پرستار

نبی پاک شہ لولاک سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل وکمالات کا علم مخلوق میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے سوا کسی کو کیا معلوم ایک پنجابی شاعر نے خوب کہا ہے۔

قدر نبی دا اللہ جانے یا اصحابی
قدر پانی دا مچھلی جانی یا مرغابی
قدر پھلاں دا بلبل جانے جیڑھی صاف دماغاں والی
قدر پھلاں دا گدھ کی جانے مردے کھاون والی
قدر نبی دا جانن ولے ونج ستے وچ مدینے
قدر نبی دا اے کی جانن دنیا دار کمینے

☆...... نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یا حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

☆...... پھولوں کی قدر بلبل کو ہے جو صاف دماغ والی ہے گدھ بیچاری کو کیا خبر وہ تو مردہ خور ہے۔

☆...... حضور نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت جاننے والے مدینہ پاک میں آرام فرما ہو گئے یہ دنیادار کمینے کیا جانیں سلطان کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کو۔

نوٹ:۔ اللہ جل شانہ کے متعلق عظمت وعزت کے ارشادات قرآن مجید کی آیات بطور نمونہ اوراق سابقہ میں بیان ہوئے کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کوائف ملاحظہ ہوں۔

صحابہ کرام اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا ایک نمونہ

قاضی عیاض فرماتے ہیں:۔ فَصْلٌ فِیْ عَادَةِ الصَّحَابَةِ فِیْ تَعْظِیْمِهٖ علیه السلام وَاِجْلَالِهٖ وَتَوْقِیْرِهٖ وَاِلٰی قَوْلِهٖ. قَالَ عُرْوَةُ ابْنُ مسعود حِیْنَ وَجَّهَتْهُ قُرَیْشٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَرَاٰی مِنْ تَعْظِیْمِ اَصْحَابِهٖ لَهٗ مَارَاٰی وَاَنَّهٗ لَا یَتَوَضَّاءُ اِلَّا اِبْتَدَرُوْا وَضُوْئَهٗ وَکَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلَیْهِ وَلَا یَبْصِقُ بِصَاقًا وَلَا یَتَنَخَّمُ بِنَخَامَةٍ اِلَّا تَلَقَّوْهَا بِاَکُفِّهِمْ فَدَلَکُوْهَا وُجُوْهَهُمْ وَاَجْسَادَهُمْ وَلَا تَسْقُطُ مِنْهُ شَعَرٌ اِلَّا اِبْتَدَرُوْهَا وَاِذَا اَمَرَهُمْ بِاَمْرٍ اِبْتَدَرُوْا اَمْرَهٗ وَاِذَا

تَكَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهٗ وَمَا يُحِدُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظَرَ اِلَّا تَعْظِيْماً لَهٗ فَلَمَّا رَجَعَ اِلٰى قَوْمِهِمْ قَالَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِنِّيْ جِئْتُ كِسْرٰى فِيْ مُلْكِهٖ وَقَيْصَرَ فِيْ مُلْكِهٖ وَالنَّجَاشِيَّ فِيْ مُلْكِهٖ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ مَلِكاً فِيْ قَوْمِهٖ قَطُّ مِثْلَ مُحَمَّدٍ اَصْحَابِهٖ مَا يُعَظِّمُ مُحَمَّداً اَصْحَابُهٗ۔ (شفا شریف)

فصل صحابہ کرام کی عادت حضور علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کے بیان میں۔

حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بموقعہ حدیبیہ) کفار کے ہاں واپس گئے، اوراس نے جو صحابہ کرام کی حضور علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کے متعلق دیکھا کہ آپ وضو کرتے ہیں تو صحابہ وضو کا پانی فوراً لے لیتے ہیں، اس پر بھی لڑائی کا منظر بن جاتا۔ آپ تھوکتے یا کھنگھارتے یا ہاتھوں کا بال گرتا تو وہ اٹھا لیتے، آپ کسی کام کا فرماتے تو فوراً تعمیل کرتے، جب آپ بولتے تو اپنی آوازیں پست کر دیتے، بلکہ خاموش رہتے۔ آپ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے، محض تعظیم وتکریم کی وجہ سے۔ جب وہ (عروہ) اپنی برادری میں گئے تو فرمایا اے قریش! میں کسریٰ وقیصر کے ملک میں گیا اور نجاشی کے ہاں بھی لیکن بخدا میں نے کسی بادشاہ اوراس عزت کی کیفیت نہیں دیکھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کی ہے، اور کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم وتکریم نہیں دیکھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرتے ہیں۔

حدیث شریف:۔ بی بی ام ایمن فرماتی ہیں:۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اٹھ کر گھر میں کسی برتن میں پیشاب کیا میں جاگی تو پیاس محسوس ہوئی میں

نے اسی برتن سے پی لیا، لیکن مجھے معلوم نہ ہوا کہ یہ کیا ہے۔ صبح اٹھتے ہی فرمایا: اے ام ایمن اس برتن والی شئے کو باہر پھینک دے۔ میں نے عرض کی حضور! وہ تو میں نے رات کو پی لیا تھا۔ آپ یہ سن کر: فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُہٗ قَالَ اَمَا وَاللّٰہِ مَایَجِعَنَّ بَطْنُکِ اَبَداً۔ حضور ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان مبارک دکھائی دیے، پھر فرمایا اے ام ایمن تیرا پیٹ کبھی درد نہ پائے گا۔

(خصائص کبری، کنزالعمال)

☆...... برکت بی بی:۔ برکت بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:۔ کَانَ یَبُوْلُ فِیْ قَدَحٍ مِنْ عِیْدَانٍ ثُمَّ یُوْضَعُ تَحْتَ سَرِیْرِہٖ فَاِذَا الْقَدَحُ لَیْسَ فِیْہِ شَیْءٌ۔

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم لکڑی کے پیالہ میں بول اقدس فرمایا کرتے پھر اپنی چارپائی کے نیچے رکھ دیتے۔ (پھر صبح کو گرایا جاتا ہوگا) ایک رات دیکھا وہ خالی تھا آپ نے گھر والوں سے پوچھا کہ اسے کوئی باہر پھینک آیا ہے؟ برکت بی بی جو، ام المومنین بی بی ام حبیبہ کے ساتھ حبشہ سے آئی تھی اور بی بی کی کنیت ام یوسف تھی۔

(عبدالرزاق عن ابن جریج)

بول مبارک کی برکت:۔ محدثین کرام لکھتے ہیں کہ: فَمَا مَرِضَتْ حَتّٰی کَانَ مَرَضُھَا مَاتَتْ۔

وہ ام یوسف پھر کبھی بیمار نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ آخری بیماری تھی جس میں فوت ہوئی۔

حضرت عباس نے ادب کیا:۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قِیْلَ لِلْعَبَّاسِ اَنْتَ اَکْبَرُ اَوْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ قَالَ ھُوَ اَکْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَا وُلِدْتُ قَبْلَہٗ۔ (کنز العمال)

یعنی حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ کسی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضرت عباس نے جواب دیا کہ حضرت بڑے ہیں لیکن میں آپ سے پہلے پیدا ہوا۔

فائدہ:۔ حضرت عباس سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا احترام کرتے تھے۔ لیکن حضرت عباس کو احترام نبوی نے اپنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکبر کہنے کی اجازت نہیں دی بلکہ حضرت عباس نے فرمایا کہ میں آپ سے پہلے پیدا ہوا۔

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ایک بدوی صحابی تھے جن کا نام "زاہر" تھا۔ وہ جب خدمت اقدس میں پیش ہوتے تو وہاں کی چیزیں سبزی ترکاری اور پھل پھول وغیرہ لاتے اور بطور ہدیہ پیش کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو کھانے پینے کا سامان اور شہر کے تحفے وغیرہ عطا فرماتے۔ آپ فرماتے کہ زاہر ہمارے لئے جنگل (دیہات) ہے اور ہم اس کے لئے شہر ہیں۔ یعنی ہم اس سے جنگل کی چیزیں پا کر مستفید ہوتے ہیں اور وہ ہم سے شہر کی اشیاء پا کر مستفید ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خاص محبت رکھتے۔ اور وہ ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے حسین نہ تھے۔ ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے تھے،

وہ سامان جو گاؤں سے لاتے تھے فروخت کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اتفاق سے وہیں تشریف لے آئے، اور اچانک پیچھے سے دونوں ہاتھ ان کی آنکھوں پر رکھ کر ان کو آغوش میں لے لیا، انہوں نے کہا ارے یہ کون ہے؟ چھوڑ مجھے! لیکن جب کن انکھیوں سے دیکھ کر پہچان لیا کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اپنی پشت کو ذرا پیچھے کر کے آپ کے سینہ انور سے لگا دیا اور لگے (تبرکاً) زور زور سے ملنے اور رحمت کے خزینے سے فیض و سرور حاصل کرنے۔ آپ نے فرمایا کون ہے جو اس بندے کو خریدے؟

حضرت زاہر نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے فروخت کریں گے تو گھٹیا اور بہت کم قیمت پائیں گے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لٰكِنْ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ اَوْ قَالَ اَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ۔ (جمع الوسائل جلد دوم صفحہ ۲۹)

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم اللہ کے نزدیک گھٹیا اور کم قیمت نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔

حضرت ربیعہ کی تمنا اور آرزو

عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ كَعْبٍ قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاٰتِيْهِ بِوَضُوْءٍ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ قَالَ اَوْغَيْرُ ذٰلِكَ قُلْتُ ذَاكَ۔ (رواہ مسلم صفحہ ۱۹۳ جلد اول، والمشکوۃ)

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں ہوتا، پھر آپ کے لئے وضو کا پانی لاتا، آپ کی خدمت کیلئے تیار رہتا، اور

آپ کی دوسری خدمات بھی انجام دیتا رہتا، پھر آں حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: سوال کر۔ تو میں نے کہا کہ میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے علاوہ دوسری چیز مانگ، میں نے کہا وہی ہے جس کی میں نے عرض کی ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے نفس پر کثرت سجود کے ساتھ میرا ساتھ دے۔

اس حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے صحابی ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ جو مانگنا ہو مانگ۔ یعنی دنیا کی بھلائیوں سے یا آخرت کی بھلائیوں سے۔

نوٹ :۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے اس قسم کے ہزاروں واقعات، اور اولیاء عظام اور عوام امتیوں کا شمار ہی نہیں، فقیر صرف عبرت دلوانے کے لئے چند نمونے ہندوؤں وغیرہ مسلموں کے نذرانہ ہائے عقیدت پیش کرتا ہے تا کہ مومن کا ایمان روشن ہو۔

غیر مسلم شعرا کا نذرانہ عقیدہ

اودھ ناتھ نشترؔ لکھنوی

بنائے کن فکاں نور خدا کی بات کرتے ہیں
ادب کے ساتھ ختم الانبیاء کی بات کرتے ہیں
غرض تسنیم وکوثر سے ، نہ ہم کو کام جنت سے
کہ دل سے محمد مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں
سلام اے ذات عالی پر درود اس نور اقدس پر
پڑھو صل علیٰ ہم مصطفیٰ کی بات کرتے ہیں
وہ جس کے نور سے روشن ہیں یہ شام وسحر نشترؔ
اسی شمس الضحیٰ ، بدرالدجیٰ کی بات کرتے ہیں

دِلُّو رام

کچھ عشق پیمبر میں نہیں شرط مسلماں
ہیں کوثری ہندو بھی طلب گار محمد

انتباہ :۔ وثوق سے معلوم ہوا ہے کہ دلورام کوثری موت سے پہلے دولت ایمان سے نوازے گئے۔

ساجن بھارتی

سلام اے دیدہ دل کی تجلی ، نور ایمانی
سلام اے زینت وصد افتخار بزم امکانی
سلام اے آدمی کو آدمیت بخشنے والے
دلوں میں مومنوں کے بھرنے والے نور ایمانی
بخشنے والے میری بے نواؤں کو
یتیموں کے سروں پر رکھنے والے تاج سلطانی
یہی دل میں تمنا ہے ، یہی ارمان ہے ساجن
کہ میں ہوں اور محبوب خدا کے در کا دربانی

مہرلال سونی ضیا فتح آبادی

اگر تیرے اصولوں پر رہے قائم تیری امت
کوئی امت نہیں بڑھ کر جہان میں تیری امت سے

بشن سنگھ بیکل

اک جہالت کی گھٹا تھی چارسو چھائی ہوئی
ہر طرف خلق خدا پھرتی تھی گھبرائی ہوئی
شاخ دینداری کی تھی بے طرح مرجھائی ہوئی
لہلہا اٹھی تیر جب جلوہ آرائی ہوئی

کالیداس گپتا تخلص رضا

ساکھ میخانہ احمد کی ہے کتنی اچھی
جام اچھے ہیں ، خم اچھے ہیں ، صراحی اچھی

ناخدا جس پہ فدا ہے ، وہ محمد کا ہے نام
جس پہ دیندار چڑھا ہے ، وہی کشتی اچھی

جام وینا سے نہیں ہم کو سروکار مگر
آپ کے نام پہ آجائے تو مستی اچھی

اسوہ شاہ رسل کا جو ہوا دیوانہ
اس نے تعمیر طریقت کی اٹھائی اچھی

واسطے آپ کے جھیلوں تو ستم بھی اچھا
عشق میں آپ کے آئے تو بلا بھی اچھی

سامنے سیرت نبوی کے کوئی کیا ٹھہرے
نیک، مقبول ، خوش اسلوب ، انوکھی ، اچھی

کہہ گئے راہ محمد سے گذرنے والے
آپ ہوں جس کی طرف ، بات اسی کی اچھی

نعت کے بدلے رضا آج سنائی جو غزل
واقعی یہ تمہیں " میلاد " میں سوجھی اچھی

آخری گذارش:

یہ صرف چند نمونے ان مصروف حضرات کے لئے ہیں جنہیں روحانی غذا کی ضرورت ہے دنیوی مشاغل کی وجہ سے زیادہ نہ سہی کچھ تو ایمان کی تازگی کے لئے ہونا چاہئے۔

فقیر کی یہ ایک خدمت قبول ہوجائے تو بیڑا پار ہے مستفیدین کے لئے راہ ہدایت اور فقیر اور ناشرین کے لئے زادراہ آخرت ثابت ہو آمین

بجاہ حبیبہ سیدالمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

صفر المظفر ۱۴۲۲ھ ...... بروز چہارشنبہ قبل صلوۃ العصر

تعارف مؤلف مدظلہ

تصنیف کے ساتھ اگر مؤلف ومصنف کا تعارف ہوتو مؤلف کی شخصیت کی وجہ سے کتاب ورسالہ کی اہمیت بڑھ جاتی ہے یہاں مصنف کے تعارف میں مرکز سنیت بریلی شریف (انڈیا) کے مرکزی رسالہ "ماہنامہ اعلیٰ حضرت" کا وہ مضمون پیش کررہے ہیں جوانہوں نے "ماہنامہ الحدائق" میانوالی کے "مفسر اعظم نمبر" کے تبصرہ میں "حضرت فیض ملت" کی ذات پر قلم بند فرمایا۔

"الحدائق" کا مفسر اعظم پاکستان نمبر نہایت قابل قدر اور معلومات افزا شمارہ ہے اس مجلے میں صاحب تصانیف کثیرہ، شیخ التفسیر والحدیث، خطیب باکمال، مناظر بے مثال حضرت علامہ مولانا الحاج محمد فیض احمد اویسی صاحب قبلہ (محدث بہاول پوری) کی علمی ومذہبی، دینی، مسلکی، تصنیفی وتالیفی گراں قدر اور قابل ستائش خدمات جلیلہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ مجلہ ہندوستان وپاکستان کے کئی اکابر صاحبان قلم کے تاثرات و مضامین پر مشتمل ہے۔

واقعی "الحدائق" نے حضرت مفسر اعظم پاکستان پر یہ نمبر شائع کرکے بڑا اہم کام انجام دیا ہے۔ یعنی حضرت موصوف نے اپنے قارئین کو روشناس کرایا۔ اس پر راقم الحروف حضرت سید منصور شاہ اویسی بریلوی کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔

حضرت محدث بہاول پوری مفسر اعظم پاکستان کے لئے جتنی بھی خامہ فرسائی کی جائے وہ کم ہے۔ اس لئے کہ حضرت کی ذات والاصفات وہ کثیر الجہات شخصیت ہے، جس نے قوم وملت کو تصنیفات کا ایسا بیش بہا ذخیرہ عنایت فرمایا، جو دونوں جہان میں

کامیابی وسعادت وسرفرازی کا عظیم موجب ہے آپ وہ عظیم وجلیل اور نابغہ روزگار ویکتائے زمانہ شخصیت ہیں جس نے ۳ ہزار سے زائد کتابیں اہل اسلام کو عنائت کیں جس کی توصیف میں ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب پاکستان، رئیس التحریر حضرت علامہ ارشد القادری انڈیا، استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری ممتاز حسین صاحب ناطق ہزارہ، فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا محمد ایوب صاحب ہزارہ، حضرت علامہ قاضی عبدالدائم صاحب نقشبندی، فخر اہلسنت حضرت علامہ مفتی عبدالرزاق صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ راول پنڈی، سرمایہ اہل سنن حضرت علامہ حمید منشاء تابش قصوری جامعہ نظامیہ لاہور، محقق دوراں علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب جامعہ اسلامیہ لاہور، حضرت علامہ شمس الہدیٰ صاحب استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور انڈیا، جیسی شخصیات کے ساتھ ساتھ درجنوں پروفیسر، علماء، فضلاء، ادباء، ناقدین، دانش وران قوم، صاحبان لوح قلم ارباب فکر ونظر، محققین علم وادب رطب اللسان ہوں خامہ فرسا ہوں۔

واقعی وہ شخصیت دنیائے اسلام کے اہل علم وادب سے خراج تحسین کی مستحق ہے جس نے ترجمہ روح البیان ۱۶ جلدوں میں، تفسیر آیات القرآن (عربی) ۱۰ جلدوں میں، اردو تفسیر بنام "فیض القرآن" ۳۰ جلدوں میں، فیض الرسول فی اسباب النزول ۱۰ جلدوں میں، شرح حدائق بخشش ۲۵ جلدوں میں، شرح مثنوی ۲۵ جلدوں میں، شرح صحیح بخاری ۱۰ جلدوں میں، احادیث موضوعہ ۵ جلدوں میں، شرح مشکوٰۃ ۵ جلدوں میں مواعظ اویسیہ ۱۰ جلدوں میں، کشکول اویسی ۱۰ جلدوں میں، فیصلہ ہشت مسئلہ ۱۰ جلدوں میں، فتاویٰ اویسیہ ۱۰ جلدوں میں، شرح دارمی ۸ جلدوں میں، رسائل اویسیہ ۵

جلدوں میں، راز و نیاز ۵ جلدوں میں، خواتین کا اسلامی نصاب ۵ جلدوں میں، تفسیر اویسی ۱۵ جلدوں میں، ترجمہ مسلم مع مختصر حاشیہ ۱۰ جلدوں میں، ترجمہ ترمذی مع مختصر حاشیہ ۵ جلدوں میں، بیاض اویسی ۵ جلدوں میں، اویسی نامہ ۵ جلدوں میں، شرح دار قطنی ۱۰ جلدوں میں، الاحادیث السنیہ فی الفتاوی الرضویہ ۵ جلدوں میں، شرح جامی ۱۰ جلدوں میں تصنیف کی ہو۔

آپ کے بارے میں حضرت علامہ مفتی عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ "ان کا کثرت تصانیف وتالیفات میں کوئی مد مقابل دکھائی نہیں دیتا" صد فیصد درست ہے۔

محدث بہاول پوری حضرت علامہ فیض احمد اویسی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ صرف مفسر اعظم ہی نہیں بلکہ "مصنف اعظم" بھی ہیں، آپ نے اپنی تحقیقی وعلمی کتب کے ذریعہ صرف اہل پاکستان پر ہی نہیں بلکہ تمام دنیائے سنیت پر احسان کیا ہے۔ ضرورت شدیدہ اس بات کی ہے کہ آپ کی کتابوں کو زیادہ سے زیادہ اور جلد از جلد منظر عام پر لایا جائے تا کہ پڑھی لکھی دنیا ان سے استفادہ کر سکے۔

مجلہ "الحدائق" کا "مفسر اعظم پاکستان نمبر" صاحب تذکرہ حضرت محدث بہاول پوری کی حیات وخدمات کے اہم گوشوں کو کافی حد تک نمایاں کرتا ہے۔ لہذا قارئین سے گذارش ہے کہ مذکورہ نمبر حاصل کریں اور دیکھیں کہ اہل سنت میں آج بھی کیسے کیسے جید اور علم وفضل کے بحر ناپیدا کنار حضرات موجود ہیں۔ نیز مفسر اعظم پاکستان کی کتابیں پڑھ کر دنیا وآخرت کو منور وتابناک بنائیں۔ فقط

عبدالرحمٰن خان قادری بریلوی

مدحت فیض احمد کی

صاحبِ تصانیفِ کثیرہ استاذ الاساتذہ مفسرِ اعظم پاکستان

علامہ مولانا ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی قادری رضوی مدظلہ العالیہ

زباں کیسے کرے گفتار مدحت فیض احمد کی
ستونِ دینِ احمد ہے امامت فیض احمد کی

تصانیف کثیرہ ہیں کتابیں لکھیں چار ہزار
تعصب برطرف دیکھو یہ محنت فیض احمد کی

کیا تفسیر روح البیان کا اُردو میں ترجمہ
مکمل تیس پارے ہیں یہ ہمت فیض احمد کی

اکیلا بھی مذاہب باطلہ پر حاوی ہو بیٹھا
محض درویش سادہ لوح طبیعت فیض احمد کی

جھگڑتے آئے ہیں برسوں سے بس یہ دشمنِ دیں
قدم ہلنے نہیں پائے عزیمت فیض احمد کی

عُمر بھر فیض احمد دین احمد کو نہیں بھولے
مگر دیں بھی نہیں بھولے گا خدمت فیض احمد کی

عجب خوشبوئیں آتی ہیں مفسر کی محدث کی
میں جب بھی دیکھتا ہوں بس ذہانت فیض احمد کی

سنو لوگو! بہاولپور چراغ علم روشن ہے
ہے درسگاہ عظیم الشان عمارت فیض احمد کی

ماہِ رمضان روضہ پاک کی چھاؤں میں رہتے ہیں
مجھے تو اسلئے ہے بس محبت فیض احمد کی

خلیل اپنا ہے گھر مذکور جامعہ کی حدود اندر
روزانہ ہو ہی جاتی ہے زیارت فیض احمد کی

نہیں احساں بھلا سکتے حضور فیض ملت کے

نہیں احساں بھلا سکتے حضور فیض ملت کے
سکھاتے ہیں سبق سارے طریقت کے شریعت کے
خدا نے چن لیا اِن کو بڑا درجہ دیا اِن کو
بنے ہیں پیشوا امت کے

نہیں احساں بھلا سکتے حضور فیض ملت کے
جس میداں میں آگئے باطل وہاں سے بھاگ گئے
لگے نعرے نصرت کے

نہیں احساں بھلا سکتے حضور فیض ملت کے
یہ وقت کے سیوطی ہیں انمول اک موتی ہیں
سبھی قائل ہوئے عظمت کے

نہیں احساں بھلا سکتے حضور فیض ملت کے
لشکر کے فاروق حسینی فخر کرتا روق حسینی
ہوئے ہیں شاگرد حضرت کے

نہیں احساں بھلا سکتے حضور فیض ملت کے
سکھاتے ہیں سبق سارے طریقت کے شریعت کے
ہے ۹

منظوم تعارف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ ابوالصالح محمد فیض احمد اُویسی رضوی دامت برکاتہم العالیہ

از قلم: محمد حنیف اختر۔ خانیوال

حضرت علامہ فیض احمد ہمارے ہیں امام　آپ کو خدا نے بخشا ہے اعلیٰ مقام

ہیں اُویسی صاحب قبلہ ہم سبھی کے راہنما　اپنا رہبر مانتے ہیں آپکو سب خاص و عام

سُنیوں کے دل کی دھڑکن ہو رہیں آقا میرے　خدمت دین متیں بس کر رہے ہیں صبح و شام

آپ ہیں پیر طریقت آپ ہیں شیخ الحدیث　آپ ہیں آقا ہمارے آپکے ہیں سب غلام

مشغلہ ہے کتب لکھنا آپ کا بس ہر گھڑی　آپکے دم سے ہے زندہ سنت خیر الانام

ہیں مصنف اور مدرس اور قائد بالیقیں　روز و شب ہے خدمتِ اسلام بس اک کام

آپ ہیں عاشق حبیب کبریا کے باکمال　عمر بڑی آپکی ہو زندگی کو ہو دوام

زندگی کو دیکھ کر ہے آپکی مجھ کو یقیں　خدمتِ دیں کرتے کرتے عمر گزریگی تمام

آپ کا تلمیذ ہے یہ آپ کا ہے جاں نثار　پیش کرتا ہے ادب سے آپکو اختر سلام

﴿پیش کردہ﴾

سیرانی کتب خانہ سیرانی مسجد بہاولپور

0300-6830592

فہرست

ہماری عنقریب آنے والی مطبوعات

مشکل صیغے
کرامات صحابہ
نفس وشیطان کے دھوکے
اکابرین کے مناظرے
غایۃ المعمول فی علم الرسول
تاریخ محبوب مدینہ
تاریخ مسجد نبوی وگنبد خضریٰ
گناہ دھونے کا صابن
گلدستہء اویسی نمبر 1۔ برائے خواتین
گلدستہء اویسی نمبر 2۔ برائے سادات کرام
فرشتے ہی فرشتے
فضائل ہی فضائل

انسانی اعضاء بولتے ہیں
کالا تل
معمولات صحابہ بعد صلوٰۃ الجنازہ
وجد صوفیاء کا جواز
گاجر کے فوائد
بواسیر اور اس کا علاج
ماں کے پیٹ میں کیا ہے؟
اسلامی داڑھی
امام اور داڑھی
کوئی لا یوفی
گنج اور گنجہ
جانور جمادات بولتے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اہلِ سنت حضور سرورِ عالم ﷺ کو حرفِ نداء سے پکارتے ہیں۔اس مسئلہ کو فقیر دلائلِ شرعیہ سے اس رسالہ میں ثابت کرتا ہے۔

وَمَاتَوْفِیْقِی اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

عقیدہ : ہم حضور ﷺ کو نداء کرتے ہیں حیاۃ النبی ﷺ اور قریب (حاضر وناظر) سمجھ کر، نداء بطورِ حکایت اُن کا عقیدہ ہے جو حضور ﷺ کو زندہ اور دیگر اعلیٰ اوصاف سے موصوف نہیں مانتے ہمارے دلائل ملاحظہ ہوں۔

بحث یاندائیہ

فقیر اویسی غفرلہٗ نے "نعم الحامی شرح جامی" کی بحثِ نداء میں ایک رسالہ شامل کیا ہے بنام "برکات الرضا فی تحقیق حرف النداء" اس کی تلخیص یہاں حاضر ہے۔حرفِ نداء پکارنے اور کسی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔اس کی کئی قسمیں ہیں مثلاً انسان کو، حیوانات کو، جمادات کو، زندہ کو مردے کو اور موجود وغیر موجود کو پکارنا۔عبادت کے طور صرف رحم وکرم کی طلب میں خدا تعالیٰ کو، اور غیرِ خدا کو محض تعظیم وتکریم کے طور پر یا محبت و پیار سے، دور سے مدد کے لئے زندہ یا مردے کو پکارنا، ان تمام کو تفصیل کے ساتھ فقیر نے اپنی کتاب "ندائے یا رسول اللہ" میں لکھ دیا ہے۔یہاں صرف اس نداء سے بحث ہے کہ انبیاءِ کرام واولیاءِ عظام کو استغاثہ کے طور غائبانہ ان کی زندگی اور بعدِ وصال پکارنا ہمارے نزدیک وسیلہ کی نیت پر جائز ہے۔اور مخالفین اسے شرک سمجھتے ہیں۔ تفصیل تو فقیر نے اپنی مذکورہ بالا

کتاب میں لکھ دی ہے یہاں چند حوالہ جات پر اکتفاء کرتا ہے جس میں یہ ثابت ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر دورِ حاضر تک اہلِ حق غائبانہ فریاد کے طور نداء کرتے رہے اور منہ مانگی مراد پاتے رہے۔

راجز اسلمی

راجز صحابی رضی اللہ عنہ نے فریاد کی تو مشکل حل ہوئی چنانچہ طبرانی صحیح صفحہ۲۰۱ میں بی بی میمونہ سے مروی ہے کہ:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم بَاتَ عِنْدَھَا فِی لَیْلَتِھَا فَقَامَ یَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوۃِ فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ فِی مُتَوَضَّاہٗ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ ثَلَاثاً نُصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثاً فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سَمِعْتُکَ تَقُوْلُ فِی مُتَوَضَّائِکَ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ ثَلَاثاً نُصِرْتَ نُصِرْتَ ثَلَاثاً کَاَنَّکَ تُکَلِّمُ اِنْسَاناً فَھَلْ کَانَ مَعَکَ اَحَدٌ فَقَالَ ھٰذَا رَاجِزٌ یَسْتَنْصِرُنِی -

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ص۵۳۶ جلد۲)

ترجمہ۔ نبی کریم ﷺ اپنی زوجہ مطہرہ میمونہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی باری کی رات میں ٹھہرے، تو آپ ﷺ رات کو تہجد کے واسطے اٹھے نماز کے واسطے وضو کرتے وقت اسی مقام میں بیٹھے ہوئے میں نے سنا کہ آپ فرماتے ہیں کہ لَبَّیکَ لَبَّیکَ (یعنی میں تیرے پاس پہنچا، میں تیرے پاس پہنچا۔ تو مدد کیا گیا، تو مدد کیا گیا) تین دفعہ فرمایا؛ اور اپنے وضو کرنے کے مقام میں تشریف فرما ہیں کہیں دوسری جگہ بھی نہیں سر کے اور نہ غائب ہوئے۔ تو جب آپ ﷺ اس جگہ سے علیحدہ ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے ایسے سنا ہے کہ آپ وضو کرتے کے مقام پر بیٹھے ہی فرمارہے تھے لَبَّیکَ لَبَّیکَ نُصِرتَ، نُصِرتَ تین دفعہ فرمایا گویا کہ آپ

کسی انسان سے کلام فرماتے ہیں کیا حضور کے پاس کوئی تھا؟ آپ نے فرمایا کہ یہ راجز مجھ سے فریاد کرتا ہے۔

حضرت بلال صحابی رضی اللہ عنہ کی فریاد

حضرت بلال بن الحارث مُزَنِّی رضی اللہ عنہ سے قحط عام الرمادہ میں (کہ بعد خلافت فاروقی ۱۸ھ میں واقع ہوا) ان کی قوم بنی مُزنیہ نے درخواست کی کہ ہم مرے جاتے ہیں کوئی بکری ذبح کیجئے۔ فرمایا بکریوں میں کچھ نہیں رہا انہوں نے اصرار کیا آخر ذبیحہ کی کھال کھینچی تو نری سرخ ہڈی نکلی۔ یہ دیکھ کر بلال رضی اللہ عنہ نے نداء کی یَا مُحَمَّدَاهُ پھر حضور اقدس ﷺ نے خواب میں تشریف لاکر بشارت دی کہ تیری بکریاں صبح کو موٹی تازی ہو جائیں گی اور قحط بھی جاتا رہے گا۔ صبح کو جب بیدار ہوئے تو بکریوں کو دیکھا کہ وہ واقعی موٹی تازی ہو گئی ہیں اور قحط بھی جاتا رہا۔

(شواھد الحق ص ۱۳۲)

نبی کریم ﷺ کی پھوپھی صفیہ رضی اللہ عنہا

سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بی بی صفیہ رضی اللہ عنہا نے ابیات کہے ان میں ایک یہ تھا:۔

اَلَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْتَ رِجَاءُ نَا لَوْ کُنْتَ بِنَا بِرًّا وَلَمْ تَکُ جَافِیًا

ترجمہ: اے رسولِ خدا آپ ہی ہماری آس امید تھے۔ اور ہمارے مہربان تھے ہمارے ساتھ سختی نہیں کرتے تھے۔

فائدہ: بی بی نے وصال کے بعد نداء کی اور "رِجَاءُ نَا" (ہماری آس وامید) کہا۔ جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے سنا اور کوئی اعتراض نہ کیا اس سے اجماع صحابہ ہو گیا۔

(انوار ساطعہ ص ۲۴۱ جلد ۱)

اَغِثْنِی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت فرمائی کہ قیامت کے دن مختلف لوگ حاضر ہو ہو کر اَغِثْنِی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَغِثْنِی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ عرض کریں اور پکاریں گے۔ [۲]

قیامت میں کہو گے یارسول اللہ

مشہور حدیثِ شفاعت میں ہے کہ بروزِ قیامت اہلِ محشر دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو یَا مُحَمَّدُ کہہ کر شفاعت کے لئے عرض کریں گے۔ [۳]

غلام احمدِ مختار یوں پہچانے جائیں گے

کہ محشر میں بھی ہوگا ان کا نعرہ یارسول اللہ

لطیفہ : منکرین کہتے ہیں کہ یہ نعرہ واستغاثہ تو قیامت میں ہوگا؟! ہم کہتے ہیں کہ شرک ہر جگہ شرک ہے دنیا ہو یا آخرت، یہ کہاں کا اصول ہے کہ شرکیہ الفاظ وعمل آخرت میں جائز ہوں لیکن دنیا میں حرام؟!

لطیفہ : دیوبند کے قطب صاحب مولوی رشید احمد گنگوہی نے حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی اس عبارت کا یہ جواب دیا کہ لِاَنَّ رُوْحَہٗ الخ سے پہلے لفظِ لاَ کاتبین سے چھوٹ گیا ہے۔ اس جواب پر تبصرہ وہ کرے جو غیر جانبدار بننا چاہتا ہے اگر ہم کہہ دیں کہ لا کے بعد لِاَنَّ رُوْحَہٗ الخ میں لام تعلیلیہ ہے، تو نفی کے بعد اثبات کی دلیل کس لئے؟

بریں عقل ودانش بباید گریست

---

[۱] شواھد الحق صفحہ ۱۳۳ [۲] مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۹ [۳] مسلم شریف ۱۱۱، جلد ۱

مجتہدین فقہاء کا نعرہ یارسول اللہ ﷺ

امامِ مجتہد فقیہ اجل عبد الرحمٰن ہذلی کوفی مسعودی جو کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے اور اجلہ تبع تابعین واکابر ائمہ مجتہدین سے ہیں سر پر بلند ٹوپی رکھتے جس میں لکھا تھا یَامُحَمَّدُ یَا مَنْصُوْرُ اور ظاہر ہے کہ اَلْقَلَمُ اَحَدُ اللِّسَانَیْنِ۔ ہشیم بن جمیل انطاکی جو کہ ثقات علمائے محدثین میں سے ہیں انہی امامِ اجل کی نسبت فرماتے ہیں کہ رَاَیْتُہٗ وَعَلٰی رَاسِہٖ قَلَنْسُوَۃٌ اَطْوَلُ مِنْ ذِرَاعٍ مَکْتُوْبٌ فِیْھَا یَا مُحَمَّدُ یَا مَنْصُوْرُ [1]

ترجمہ: میں نے ان کے سر پر بڑی ٹوپی دیکھی جو ایک ہاتھ لمبی تھی جس میں لکھا تھا "یَامُحَمَّدُ یَا مَنْصُوْرُ" صلی اللہ علیہ وسلم

مسلمان مجاہدین کا شعار

حلب ایک مستقل سلطنت تھی اس میں دو بھائی تھے یوحنا اور یوقنا۔ یوحنا عابد وزاہد، اور یوقنا بہادر سپاہی تھا۔ جب سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ امیرِ لشکرِ اسلام نے حلب کی طرف رخ کیا تو یوقنا پانچ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلے کے لئے تیار ہوا۔ یوحنا نے اس کو روکا اور صلح کی رائے دی؛ یوقنا نہ مانا اور اپنی بہادری وکثرت پر ناز کرنے لگا۔ کیونکہ مسلمان کل ایک ہزار تھے۔ یوحنا نے کہا بھائی شاید تمہاری موت قریب آ پہنچی ہے جو مسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہو، بہر حال یوقنا پانچ ہزار فوج کے ساتھ شہر سے باہر نکلا اور مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا باوجود اس کے کہ مسلمان ابھی سنبھلنے بھی نہ پائے تھے اور قلیل بھی تھے پھر بھی نہایت ہی استقلال وجوان مردی سے مقابلہ کرتے رہے مقابلہ جاری تھا کہ اچانک دشمن کی مدد کے لئے اور بہت زیادہ فوج آگئی اور آتے ہی حملہ کر دیا۔ جب مسلمانوں نے اس فوجِ کثیر کو دیکھا تو یقین کر لیا کہ اب بچنے کی امید

---

[1] تہذیب التہذیب

نہیں۔چنانچہ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللّٰہ عنہ سالارِ لشکر نہایت اضطرار کی حالت میں یَا مُحَمَّدُ یَا نَصْرَ اللّٰہِ اِنْزِلْ پکارتے اور مسلمانوں کو تسلی دیتے کہ گھبراؤ نہیں ابھی نصرت آتی ہے؛ ایک دن اور ایک رات اسی حالت میں میدان کارزار گرم رہا اسی اثناء میں اہلِ حلب نے آکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللّٰہ عنہ کے پاس آکر صلح کر لی۔جب وہ شہر کو واپس ہوئے تو یوقنا کو خبر ہوئی کہ اہلِ حلب مسلمانوں سے صلح کر کے ان کے طرفدار ہو گئے ہیں۔یوقنا نے فوجِ کثیر کے ساتھ اس صلح کے الزام میں اہل شہر پر ہلہ بول دیا اور قتلِ عام شروع کر دیا جس سے شہر میں کہرام مچ گیا۔یوحنا نے آکر بھائی کو سمجھایا اور صلح کی رائے دی اور اس قسم کی باتیں کیں جن سے مسلمانوں کی طرفداری معلوم ہوتی تھی ۔یوقنا پہلے ہی بہت غصہ میں تھا کہ اہل شہر نے دشمن کے ساتھ صلح کیوں کی ہے۔اس پر بھائی کی حالت دیکھ کر غضبناک ہو گیا اور بھائی سے کہا تو بھی واجب القتل ہے۔یوحنا نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا یا اللہ تو گواہ رہ کہ میں اپنی قوم کے دین کا مخالف ہوں اور اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔پڑھ کر اپنے بھائی یوقنا سے کہا اب جو تمہاری مرضی ہو کرو! یوقنا نے تلوار سے اس کا سر جسم سے جدا کر دیا اور اہلِ شہر کا پھر قتلِ عام شروع کر دیا، تین سو آدمی قتل ہوئے تھے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللّٰہ عنہ وہاں آپہنچے اور یوقنا سے سخت لڑائی کی یہاں تک کہ یوقنا تاب نہ لا سکا اور فوج کے ساتھ بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔پانچ ماہ تک مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور بہت سی تکلیفیں اٹھائیں اور یوقنا نے بھی مسلمانوں کو بہت مصیبتیں پہنچائیں۔ایک روز یوقنا نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللّٰہ عنہ کو اطلاع دی کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اب میں تمہارا بھائی ہوں اور قلعہ کے دروازے کھول دیے اور کلمہ توحید پڑھتا ہوا آیا اور حضرت عبیدہ رضی اللّٰہ عنہ سے ملا وہ بہت حیران ہوئے کہ یہی یوقنا کل تک ہمارا دشمن تھا اور

ہمارے لشکر کو تباہ کرنے کی فکر میں تھا اور آج کلمہ توحید پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اس سے مسلمان ہونے کی وجہ پوچھی۔ فرمایا اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ واقعہ یہ ہے کہ میں کل اس امر میں متفکر تھا کہ آپ لوگ ہمارے قلعہ تک کیسے پہنچ گئے؟ کیوں کہ ہمارے نزدیک کوئی قوم عرب سے زیادہ ضعیف نہیں سمجھی جاتی اس فکر میں آنکھ لگ گئی خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص تشریف فرما ہیں کہ ان کا چہرہ چاند سے زیادہ روشن اور ان کی خوشبو مشک سے زیادہ بہتر ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں میں نے ان سے عرض کیا کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو دعا کیجئے کہ مجھ کو عربی آجائے حضور ﷺ نے فرمایا اے یوقنا میں محمد، اللہ کا رسول ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے میری ہی بشارت دی ہے۔ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا پڑھو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ سنتے ہی میں کلمہ پڑھ کر مشرف باسلام ہوگیا۔ اور حضور ﷺ کے ہاتھ پر بوسہ دیا جب بیدار ہوا تو میرے منہ سے کستوری سے بہتر خوشبو آرہی تھی اور مجھے عربی بھی آگئی تھی۔ اے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جس طرح اب تک اطاعتِ شیطان میں جنگ کرتا تھا اب خدا کی راہ میں کروں گا یہاں تک کہ اپنے بھائی یوحنا سے جا ملوں اب میرے دل میں اللہ عزوجل و رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی کی محبت باقی نہیں ہے۔ [1]

فائدہ: حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ کفار کی بیشمار فوج کے مقابلے میں مسلمانوں کا سر براہونا دشوار ہے تو حضور ﷺ کو پکارا کہ جلد مدد فرمایئے۔ اور اس کا ظہور بھی اس طور پر ہوا کہ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور فتح بھی کیسی کہ خود بادشاہِ فریق مخالف مسلمان ہو کر اسلامی فوج کا ایک سپاہی اور خادم اسلام بن گیا۔

[1] فتوح الشام ،ناسخ التواریخ ، شمس التواریخ

نوٹ : یاد رہے کہ صرف حضرت کعب رضی اللہ عنہ ہی نے حضور ﷺ کو نہیں پکارا بلکہ یہ صحابہ کرام کا عام دستور تھا کہ سختی اور مصیبت کے وقت حضور اکرم ﷺ کو پکارتے اور مدد طلب کرتے اور اس کا مشاہدہ کرتے۔

اہلِ اسلام کا نعرہ یا محمد ﷺ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مقابلہ جب مسیلمہ کذاب سے ہوا تو اس وقت مسیلمہ کذاب کے ساتھ ساٹھ ہزار فوج تھی۔ اور مسلمان بہت ہی کم تھے، اس جنگ میں مسلمانوں نے ایسی مصیبتیں اور سختیاں جھیلیں کہ پاؤں اکھڑ گئے۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء جو ثابت قدم تھے دیکھا کہ حالت نہایت نازک ہے تو ثُمَّ نَادٰی بِشِعَارِ الْمُسْلِمِیْنَ وَکَانَ شِعَارُھُمْ یَوْمَئِذٍ یَامُحَمَّدَاہُ

(البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۲۴ جلد ۲، ابن اثیر صفحہ ۱۵۲ جلد ۲، طبری صفحہ ۱۵۰ جلد ۳)

ترجمہ : پھر انہوں نے مسلمانوں کے شعار کے مطابق نداء کی اور اس دن کا شعار یہ نداء تھی یَامُحَمَّدَاہُ۔ چنانچہ ہر صحابی کی زبان پر یَامُحَمَّدَاہُ یَامُحَمَّدَاہُ جاری تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ مسیلمہ کذاب ہلاک ہو کر واصل جہنم ہوا اور اس کی فوج کو شکست ہوئی۔

فائدہ: دیکھئے اس جنگ میں کل صحابہ ہی تھے کیونکہ حضور ﷺ کے وصال شریف کے بعد ہی یہ جنگ ہوئی۔ ثابت ہوا کہ جنگ میں یَامُحَمَّدَاہ کہنا شعارِ صحابہ تھا۔

صحابہ کی زبان پر نعرہ یا محمد ﷺ

جنگِ یرموک میں کفار کی فوج پانچ لاکھ کے قریب تھی اور مسلمانوں کی صرف ستائیس ہزار۔ ان میں ایک سو وہ صحابی بھی تھے جو بدری تھے۔ چونکہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اسی وجہ سے بار بار ہزیمت ہوئی اور سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ چنانچہ ایک بار فوج کے اس حصہ کو ہزیمت ہوئی جس میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا گزر عورتوں پر ہوا، ہندہ جو ابوسفیان کی بیوی تھی انہوں نے خیمے کا

ستون لیا اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے منہ پر مار کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے کہا ''اے صخر حرب کے بیٹے کہاں بھاگ رہے ہو یہ وقت جان فدا کرنے کا ہے تاکہ اس کا بدلہ ہو جائے جو رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں تم کفار کو برانگیختہ کیا کرتے تھے'' چنانچہ وہ مع فوج شکستہ پھرے اور کفار پر حملہ کیا اور دوسری طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی سخت حملہ کیا اس وقت سب کی زبان پر ''یَا مُحَمَّدَاہُ یَا مَنْصُوْرَ اُمَّتِکَ '' جاری تھا یعنی اے محمد ﷺ آپ فتح مند اپنی امت کی خبر لیجئے، خبر لیجئے۔ [1]

فائدہ: جب صحابہ اور تابعین جن کی تعداد کفار کے مقابلہ میں بہت ہی کم تھی اور وہ چار پانچ لاکھ کے مقابلے میں تھے وہ کیسا سخت وقت تھا اور انہوں نے اس حالت میں نعرہ رسالت بھی بلند کیا اور حضور ﷺ سے مدد بھی طلب کی۔ معلوم ہوا کہ مشکل میں حضور ﷺ کو پکارنا سنتِ صحابہ ہے۔

میں قربان اس ادائے دستگیری کے میرے آقا

مدد کو آگئے جب بھی پکارا یا رسول اللہ

نعرہ یارسول ﷺ

واقدی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ جب اہلِ اسلام بھیسنا کا محاصرہ کیے ہوئے تھے تو ایک رات وہاں کے بادشاہ نے ایسے شب خون مارا کہ اہلِ اسلام غفلت میں تھے؛ کوئی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ کفار کی فوجِ کثیر نے خون ریزی شروع کردی، صحابہ کا بیان ہے کہ وہ رات ایسی پُر آشوب اور مصیبت کی تھی کہ ایسی ہم نے کبھی نہیں دیکھی اس حالتِ اضطرار میں سب کی زبان پر یَا مُحَمَّدَاہُ یَا مُحَمَّدَاہُ نَصْرَ اللّٰهِ اِنْزِلْ جاری تھا۔

[1] فتوح الشام ص ۲۷۲ ج ۱ ناسخ التواریخ و واقدی

مدد کر یارسول اللہ

واقدی علیہ الرحمہ نے ایک اور اسی قسم کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک رات بطلیموس دس ہزار سوار لیکر قلعہ سے باہر نکلا اور نہایت سرعت سے اہل اسلام پر شب خون مارا جس سے لوگ سخت پریشان ہوئے اور ایک ہنگامہ برپا ہو گیا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے گڑبڑ سنتے ہی پکار کر کہا: وَاغَوْثَاہُ وَامُحَمَّدَاہُ وَاسلَامَاہُ کَیْدَ قَوْمِیْ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ۔ یعنی اے محمد ﷺ! میری قوم کے ساتھ مکر کیا گیا ہے فریادرسی کیجئے تاکہ یہ سلامت رہیں۔

(فتوح الشام ص ۱۴۲)

یا محمد، یا محمد (ﷺ)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے میسرہ بن مسروق کو چار ہزار سپاہیوں کا امیر مقرر کر کے دروب کی طرف روانہ فرمایا۔ ہرقل کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں نے ادھر کا قصد کیا ہے تیس ہزار کا لشکر مقابلہ کے لئے روانہ کردیا۔ جب وہ قریب پہنچا تو میسرہ امیر لشکر اسلام متفکر ہوئے، حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے سبب دریافت کیا، کہا مجھے اپنی ذات کا کچھ فکر نہیں خوف ہے تو یہ کہ مسلمان کم ہیں اور کفار زیادہ بس مقابلہ کس طرح کیا جائے؟ حضرت حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر ہم لوگ کبھی موت سے نہیں ڈرتے ہم نے تو اپنی جانیں اللہ کی راہ میں وقف کردی ہیں، چنانچہ لشکر کفار مقابلہ میں آگیا اور ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا اے اہل عرب معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں موت یہاں گھیر لائی ہے بہتر ہے کہ تم اپنے تئیں ہمارے حوالے کردو تاکہ تمہیں قید کر کے ہرقل کے پاس بھیج دیں ورنہ تم میں سے ایک بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ سن کر ابوالہول داس نے آگے بڑھ کر اسے قتل کردیا

اور گھمسان کی لڑائی ہوئی اس وقت دامس کے ہمراہ دس ہزار آدمی تھے جو "یــــا محمداہ یا محمداہ" ﷺ کہتے ہوئے حملہ کرتے تھے [1]

جب سانحہ کربلا ہو چکا تو حضرت زینب بنتِ فاطمہ رضی اللہ عنہما نے خود اپنے نانا جان ﷺ کو رو رو کر انتہائی درد و کرب میں اسی لفظِ یَا سے پکارا "یا محمداہ یا محمداہ صلی علیک اللہ وملک السماء ھذا حین بالعرا ۃ مزمل بالدماہ مقطع علیھا الصبایا محمداہ یامحمداہ صلی علیک اللہ"

خلاصہ یہ کہ صحابہ وتابعین نے مشکلات کے وقت "یارسول اللّٰہ" وغیرہ کے الفاظ سے حضور ﷺ کو مدد کے لئے پکارا۔ اور اپنے قصائد واشعار میں بھی نداء کے الفاظ لائے نمونہ کے طور پر چند حوالے عرض کیے گئے ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کی کتاب "ندائے انبیاء واولیاء"

ہر پیر فقیر کی مدد

چونکہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ جملہ پیروں کے پیر ہیں اسی لئے ان کا نعرہ مشہور ہے۔ ورنہ ہمارے نزدیک تو ہر شیخ کامل بشرط کامل، نسبت کامل اپنے نام لیوا کی مدد فرماتا ہے۔ اور بعض سلاسل کے نعرے آپ کے نام لیواؤں میں معروف بھی ہیں مثلاً پیر پگاڑہ کے مریدین کہتے ہیں "بھیج پگارا" یعنی اے پیر پگارا مدد فرما، ایسے ہی بہاؤالحق ملتانی کا نعرہ اور "گنج شکر" کا نعرہ وغیرہ وغیرہ۔ اس کی وجہ وہی ہے کہ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے تصرف کی قدرت بخشی ہے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

کھڑاؤں کی کارگذاری

سیدی امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ الربانی فرماتے ہیں کہ سیدی شمس الدین محمد حنفی علیہ الرحمہ اپنے حجرہ شریف میں وضو فرما رہے تھے کہ ناگاہ اپنی ایک

[1] فتوح الشام ص ۵۸۳ .ناسخ التواریخ ،وتاریخ واقدی

کھڑاؤں ہوا پر پھینکی کہ غائب ہوگئی ۔ حالانکہ حجرہ شریف میں کوئی راہ اس کے باہر جانے کی نہ تھی؛ دوسری کھڑاؤں اپنے خادم کو دی اسے اپنے پاس رکھے جب تک وہ پہلی واپس نہ آئے ۔ایک مدت کے بعد ملکِ شام سے ایک شخص وہ کھڑاؤں مع ہدیہ کے حاضر لایا اور عرض کی کہ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

اِنَّ اللِّصَّ لَمَّا جَلَسَ عَلٰی صَدْرِیْ یَذْبَحُنِیْ قُلْتُ فِیْ نَفْسِیْ
یَاسَیِّدِیْ مُحَمَّدُ یَا حَنَفِیُ فَجَائَتْہُ فِیْ صَدْرِہٖ فَانْقَلَبَ
مُغْمِیً عَلَیْہِ وَنَجَانِیَ اللّٰہُ عَزَّوَجَل بِبَرَکَتِکَ۔ ۱؎

ترجمہ : جب چور میرے سینے پر مجھے ذبح کرنے بیٹھا میں نے اپنے دل میں کہا یا سیدی محمد یا حنفی، جب میں نے نداء کی اور حضور کو پکارا تو اسی وقت غیب سے یہ کھڑاؤں آکر اس چور کے سینہ پر اس زور سے لگی کہ غش کھا کر الٹا ہوگیا اور مجھے ببرکتِ حضرت اللہ عزوجل نے نجات بخشی۔

فائدہ : دل میں کہا ''یا سیدی'' تو مدد مل گئی، وہ اس لئے کہ اولیاء مظہرِ صفاتِ الٰہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفت عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہے اس لئے کوئی اشکال نہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے فقیر کا رسالہ ''فیض الغفور فی علم مافی الصدور''

زوجہ کی مدد

سیدی شمس الدین محمد حنفی علیہ الرحمہ کی زوجہ بیماری سے قریب مرگ ہوگئیں فَکَانَتْ تَقُوْلُ یَاسَیِّدِیْ اَحْمَدُ یَا بَدْوِی خَاطِرُکَ مَعِیَ فَرَأَتْ سَیِّدَھَا اَحْمَدَ رضی اللہ عنہ فِی الْمَنَامِ وَھُوَ ضَارِبُ اللِّثَامِیْنَ وَعَلَیْہِ جُبَّۃٌ وَاسِعَۃُ الْاَکْمَامِ، عَرِیْضُ الصَّدْرِ، اَحْمَرُ الْوَجْہِ وَالْعَیْنَیْنِ، وَقَالَ لَھَا تُنَادِیْنِیْ

۱؎ الطبقات الکبریٰ مصری صفحہ ۹۵ جلد ۲

وَتَسْتَغِيْثِنِيْ وَاَنْتِ لَا تَعْلَمُ اَنَّکِ فِیْ حِمَايَةِ رَجُلٍ مِنَ الْکِبَارِ التَّمْکِيْنِ وَنَحْنُ لَا نُجِيْبُ مَنْ دَعَانَا وَهُوَ مَوْضِعِ اَحَدٍ مِنَ الرِّجَالِ قُوْلِيْ يَاسَيِّدِيْ مُحَمَّدُ يَاحَنَفِيْ يُعَافِيْکَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَتْ ذَالِکَ فَاَصْبَحَتْ کَاَنْ لَمْ يَکُنْ بِهَا مَرَضٌ"۔ [1]

ترجمہ : اور وہ یوں نداء کرتی تھیں یاسیدی احمد یابدوی خاطر کر (یعنی اے میرے سردار اے احمد بدوی کی توجہ میرے ساتھ ہے) ایک دن حضرت سید احمد کبیر بدوی رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا، کہ آپ بہت کھلا جبہ پہنے ہوئے تشریف لائے آپ کا سینہ مبارک چوڑا اور چہرہ اور آنکھیں سرخ تھیں۔ فرمایا تو کب تک مجھے پکارے گی اور مجھ سے فریاد کرے گی، تو جانتی نہیں کہ تو ایک بڑے صاحب تمکین (اپنے شوہر) کی حمایت میں ہے۔ اور جو کسی ولی کبیر کی درگاہ میں ہوتا ہے ہم اس کی نداء پر اجابت نہیں کرتے یوں کہہ یا سیدی محمد یا حنفی تو اللہ تعالیٰ تجھے عافیت بخشے گا۔ ان بی بی نے یوں ہی کہا صبح کو تندرست اٹھیں گویا مرض تھا ہی نہیں۔

ابا جی کا پیر مدد کر

ایک بار حضرت سیدی مدین ابن احمد اشمونی رضی اللہ عنہ وضو فرما رہے تھے۔ کہ اسی اثناء میں ایک کھڑاؤں بلادِ مشرق کی طرف پھینکی:

ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ" مِنْ تِلْکَ الْبِلَادِ بَعْدَ سَنَةٍ وَرَدَّهُ الْقَبْقَابَ
مَعَهُ وَاَخْبَرَ اَنَّ شَخْصاً مِنَ الْعَيَاقِ عَبَثَ بِاِبْنَتِهِ فِیْ الْبَرِيَّةِ
فَقَالَتْ يَاشَيْخَ اَبِيْ لَا حُظْنِيْ لِاَنَّهَا لَمْ تَعْرِفْ اَنَّ اِسْمَهُ
مَدْيَنُ ذَالِکَ الْوَقْتُ وَهِيَ اِلَى الْاٰنَ عِنْدَ ذُرِّيَّتِهِ [2]

ترجمہ : سال بھر کے بعد ایک شخص حاضر ہوا، اور وہ کھڑاؤں ان کے پاس تھی

[1] طبقات الکبریٰ صفحہ ۹۷ جلد ۲، [2] طبقات الکبریٰ صفحہ ۱۰۳ جلد ۲

انہوں نے حال عرض کیا کہ جنگل میں ایک بدکار نے ان کی صاحبزادی پر دست درازی کرنی چاہی لڑکی کو اس وقت اپنے باپ کے پیرومرشد حضرت سیدی مدین کا نام معلوم نہ تھا۔ یوں نداء کی یَا شَیْخَ اَبِیْ لَاحِظْنِی اے میرے باپ کے پیرومرشد مجھے بچائیے یہ نداء کرتے ہی وہ کھڑاؤں آئی، لڑکی نے نجات پائی۔ وہ کھڑاؤں اب تک ان کی اولاد میں موجود ہے۔

بادشاہ کے لشکر عاجز

سیدی محمد غمری رضی اللہ عنہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لے جارہے تھے۔ کہ ان کے جانور کا پاؤں پھسلا باآوازِ بلند پکارا یا سیدی محمد غمری، اور قریب ہی ابن عمر حاکم صعید کو بحکم سلطان چقمق قید کر کے لیے جارہا تھا۔ انہوں نے مرید کا نداء کرنا سنا تو پوچھا یہ سیدی محمد غمری کون ہیں؟ کہا میرے پیرومرشد شیخ کامل ہیں۔ ابن عمر نے کہا میں ذلیل بھی کہتا ہوں یَا سَیِّدِی محمد غمری لَا حِظْنِی اے میرے سردار محمد غمری مجھ پر عنایت کیجئے! یہ ان کا کہنا تھا سیدی محمد غمری رضی اللّٰہ عنہ نے ان کی فریاد کو سن لیا اور تشریف لا کر مدد فرمائی کہ بادشاہ اور اس کے لشکریوں کی جان پر بن گئی۔ مجبوراً ابن عمر کو خلعت دیکر رخصت کیا۔

مرید کہیں بھی ہو

حضرت شیخ موسیٰ ابوعمران رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ

كَانَ اِذَا نَادَاهُ مُرِيْدُهٗ اَجَابَهٗ مِنْ مَّسِيْرَةِ سَنَةٍ اَوْ اَكْثَرَ

ترجمہ: جب ان کا کوئی مرید کہیں سے نداء کرتا جواب دیتے، اگرچہ سال بھر کی راہ پر ہوتا۔

نمونہ کے طور پر چند واقعات عرض کیے ہیں ورنہ اسلاف صالحین علیہم

الرحمہ نے بالعموم اور سیدی امام عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ نے اس قسم کے بیشمار واقعات لکھے ہیں۔ جس کو شوق ہو ان کی تصنیف "الطبقات" کا مطالعہ کرے۔

تعارف امام شعرانی

آپ وہ بزرگ ہستی ہیں کہ دیوبند کے محدثِ اعظم مولوی انور شاہ ان کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

وَالشَّعْرَانِیُّ ایضاً کَتَبَ اَنَّہٗ رَاٰہُ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَرءَ عَلَیْہِ الْبُخَارِیَ ثَمَانِیَۃَ رُفَقِہٖ مَعَہٗ ثُمَّ سَمَّاھُمْ وَکَانَ وَاحِد" مِنْھُمْ حَنَفِیًّا [1]

ترجمہ: کہ امام شعرانی نے لکھا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی بیداری میں زیارت کی اور پوری بخاری شریف آپ کو پڑھ کر سنائی اس وقت ان کے ساتھ ان کے آٹھ رفقاء بھی تھے ایک حنفی تھا۔

مسجد کی حاضری پر یارسول اللہ کا نعرہ

عَنْ عَلْقَمَۃَ قَالَ اِذَا دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ اَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

ترجمہ: حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں تو کہتا ہوں سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکتیں۔

(شفا شریف قاضی عیاض جلد ۲)

فائدہ: اس کی شرح میں ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ نے لکھا کہ

"لِاَنَّ رُوْحَہٗ علیہ السلام حَاضِرَۃ" فِیْ بُیُوْتِ الْمُسْلِمِیْنَ

---

[1] الطبقات الکبریٰ صفحہ ۲۹ جلد ۲،

ترجمہ۔اس لئے کہ اہلِ اسلام کے گھروں میں حضور علیہ السلام کی روح مبارک موجود ہوتی ہے۔

فقیر کی اس موضوع پر ضخیم تصنیف ''ندائے یارسول اللہ'' عرصہ سے باربار شائع ہورہی ہے۔ چونکہ اکثر حضرات طویل مضامین پڑھنے سے گھبراتے ہیں اسی لیے یہ رسالہ مختصر لکھ دیا، تاکہ ایسے حضرات استفادہ کرسکیں۔

وَمَا تَوْفِيْقِي اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهِ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

مدینے کا بھکاری، الفقیر القادری

ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

۱۳ ربیع الاول شریف ۱۴۰۱ھ، بہاولپور (پاکستان)